قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی معتبر کتب کی روشنی میں
بوقت موت اور اس کے بعد تجہیز و تکفین، ایصال ثواب
عدت، وصیت، وراثت کے مسائل کا مستند مجموعہ
میت کے احکام
سوالاً جواباً
مصنف
ابو اُسید محمد جُنید رضا عطاری المدنی
مکتبہ اہلِ سُنّت
کتب ذخیرہ
مولانا ابو عاطف محمد آصف عطاری المدنی
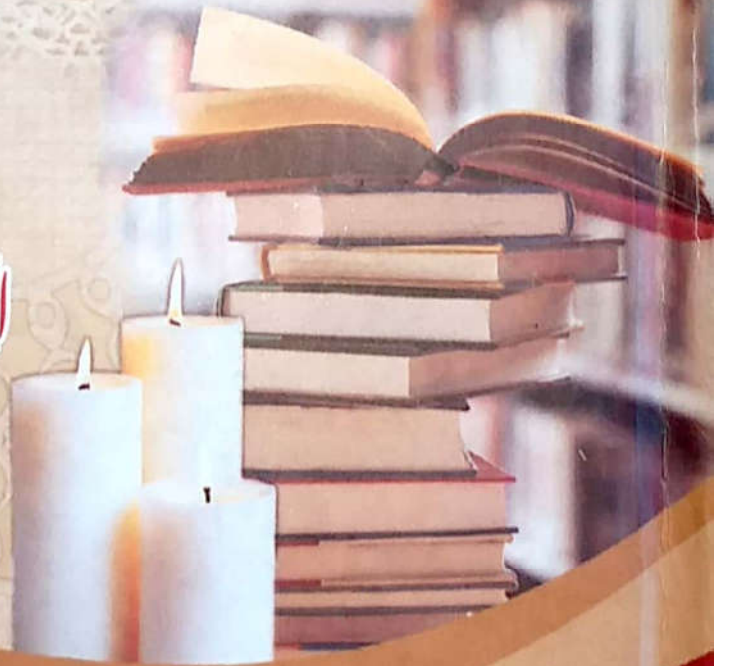
تصنیف ــــــ ابو اُسید محمد جنید رضا عطاری المدنی
سن اشاعت ــــــ مئی 2011ء
ناشر ــــــ جاوید اختر

ہدیہ 300 روپے

فیضان مدینہ چوک سوساں روڈ مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

فہرس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

پیش لفظ

الحمدللہ عزوجل میری کتاب **میت کے احکام** تکمیل کے بعد آپ کے ہاتھ میں ہے، میں اپنے پروردگار بے نیاز کا نیاز مند ہوں جس کی توفیق سے مجھے اس میں کامیابی ملی۔ موت ایک ایسی حقیقت جس کا کوئی انسان انکار نہیں کرتا، جو اس دنیا فانی میں آیا اس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، اور فی زمانہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ علم دین سے دوری کی وجہ سے اپنے بنیادی عقائد و مسائل سے نابلد نظر آتے ہیں، دنیا کی بڑی بڑی ڈگریوں کے حاملین کو دیکھا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ (جو دین اسلام کے بنیادی ستون ہیں) کے مسائل سے ناواقف ہیں۔ اسی طرح میت کے متعلقہ مسائل کا حال ہے بلکہ میت کے مسائل کی حالت تو ان سے بھی کہیں زیادہ پتلی ہے، میت گھر میں پڑی ہے اور مسلمان ہونے کے باوجود لواحقین میں سے ہر بندہ سوچ میں پڑھا ہے کہ اب اس کو کیسے رکھنا ہے، اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے، غسل کیسے دینا ہے، کفن کیلئے کتنا کپڑا ہوگا اور اس کو کیسے بنانا ہے، جنازہ کیسے اٹھانا ہے، کیسے لے کر چلنا ہے، جنازہ کس نے پڑھانا ہے، کیسے پڑھنا ہے، قبر کیسے تیار کرنی ہے، میت کو قبر میں کس نے اتارنا ہے، کیسے اتارنا، کیسے رکھنا، بعدِ تدفین کیا کرنا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی کہ چلیں اگر مسائل معلوم نہیں تو اہل علم سے معلوم کرلیں۔

اللہ عزوجل قرآن مجید میں ہمیں اسی کا حکم ارشاد فرماتا ہے چنانچہ سورہ نحل میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَاسْأَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○

ترجمہ: اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

لیکن بدقسمتی سے کچھ بے علم لوگ ایسے ضدی ہوتے ہیں کہ کوئی بات تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتے، بس عقل کے گھوڑے دوڑاتے ہین، اپنی خواہش نفس، خود ساختہ اور غلط قیاس آرائیوں کی بنیاد پر ایسے ایسے اقدام کرتے ہیں کہ جو کسی بھی طرح ان کے حق میں اور میت کے حق میں درست نہیں ہوسکتے۔

اسی نازک صورت حال کے پیش نظر میں نے اس کتاب کے مرتب کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس میں نے جان کنی کے وقت، غسل، کفن جنازہ لے جانے، نمازِ جنازہ، قبر ودفن، تعزیت، عدت، ایصالِ ثواب، زیارت قبور، وصیت، وراثت کے مسائل کو شامل کیا ہے اور حتی المقدور کوشش کی ہے کہ ان معاملات میں درپیش زیادہ تر مسائل کا احاطہ ہوسکے، اور ان مسائل کو مرتب کرنے میں نے طوالت سے بچتے ہوئے اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن جن مسائل میں تفصیل کی ضرورت محسوس کی ان کو دلائل شرعیہ کے ساتھ قدرے تفصیل سے بیان کیا، اور جملہ مسائل میں کتب فقہ کے متون وشروح کے جزئیات کی اصل عبارتیں ذکر کیں اور ان کو اصل کتابوں کے حوالہ جات سے مزین کیا اور عربی عبارات کا بامحاوذہ اردو ترجمہ کیا تا کہ اردوداں بھی ان سے استفادہ حاصل کرسکیں۔ جن کیلئے قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ فقہ حنفی کی

معتبر کتب مثلاً فتاوی شامی ،فتاویٰ عالمگیری ،در مختار ،بدائع الصنائع ،الھدایہ ،الجوھرۃ النیرہ ، الحاوی للفتاویٰ ،فتاویٰ رضویہ ،فتاویٰ امجدیہ سے اوران کے علاوہ بہت سی دیگر کتب وفتاوی جات (جن کو آپ دوران مطالعہ جان سکیں گے) سے استفادہ کیا ہے اور پھر میں نے اپنی کتاب محترم ومکرّم دارالافتاء اہلسنت کے مصدّق ومفتی شیخ الحدیث والتفسیر الحافظ المفتی محمد قاسم قادری مدظلہ العالی کو پیش کی ۔جو تقریر وتدریس وتحریر کے ساتھ ساتھ افتاء کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور خصوصا قدیم و جدید مسائلِ فقہیہ پران کی عبقری نظر ہے ۔انہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے وقت نکال کراس کو پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا جہاں جہاں اصلاح کی ضرورت تھی اصلاح فرمائی ۔اللہ عزوجل ان کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور اس کتاب کو میری ،میرے والدین ،میرے اساتذہ اور اقرباء کی بخشش کا ذریعہ بنائے (آمین)

ابواُسید محمد جنید عطاری المدنی عفی عنہ

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو اپنے پیرو مرشد پیرِ طریقت، عالمِ شریعت، محسنِ اہلسنت، عاشقِ اعلیٰ حضرت، محی سنت، ماحی بدعت، داعی اتباع شریعت امیر اہلسنت حضرت علامہ مولینا **ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی** دامت برکاتہم العالیہ کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کی نظر التفات سے اس زمانہ پرفتن میں امت کو عمل کا جذبہ ملا، جنہوں نے علاقائیت، قومیت، لسانیت سے ہٹ کر پوری دنیا میں امن و سلامتی کے ساتھ دین اسلام کا پیغام عام کرنے کا ذہن دیا، جنہوں نے امت کو یہ نعرہ اور مقصد دیا کہ مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔

اور یہ ان کے اخلاص کا ثمر ہے کہ آج کے دور میں مساجد آباد ہو رہی ہیں نہ صرف فرض بلکہ نفل نمازوں تہجد، شراق وچاشت، اوابین وتوبہ کی بہاریں نظر آتی ہیں، وہ لوگ جو کبھی فرض روزے نہیں رکھتے تھے وہ آج نہ صرف فرض بلکہ نفلی روزے کی کثرت کرتے نظر آتے ہیں، خوفِ خدا عزوجل اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رونے والی آنکھیں نظر آتی ہیں۔ الغرض! انہوں نے زبان سے نیکی کی دعوت کے ساتھ ساتھ کردار سے نیکی کی دعوت کے ذریعے تجدید اسلام میں وہ کردار ادا کیا کہ اسلاف کی یادیں تازہ ہوگئیں، اللہ عزوجل ہم پر ان سایہ تادیر قائم ودائم فرمائے۔

(آمین)

ابو اُسید محمد جنید رضا عطاری

باب اول:

موت کا بیان

آدمی کو موت سے قبل کیا کرنا چاہئے

سوال: شدید بیمار آدمی کو موت سے پہلے کیا کرنا چاہیے؟

جواب: آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے، بارہا ایسا ہوتا ہے کہ جان لیوا مرض میں مبتلا شخص اچھا ہو جاتا ہے اور جو اس کے تیمارداری میں دوڑتا تھا اُس سے پہلے چل دیتا ہے، بندہ کو چاہئے کہ ہر وقت وصیّت تیار رکھے۔ جس میں اپنے پسماندگان کو توحیدِ الٰہی، رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، عقائد اہلسنّت پر استقامت، اتباعِ شریعت، رشتہ داروں کی اصلاح، باہمی اتحاد، اولیاء سے قرب، کافروں، گمراہوں اور گناہ سے نفرت و دوری کی ہدایت ہو۔

اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اس کا شرعی کافی انتظام جس میں جھگڑا نہ رہے اور اپنی تجہیز و تکفین میں اتباع سنّت کی ہدایت، اور ورثاء پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو، اس وقت ناگواری معاذ اللہ عزوجل بہت سخت ہے، عیاذاً باللہ اس میں برے خاتمہ کا خوف ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاء ہ ومن کرہ لقاء اللّٰہ کرہ لقاء ہ

جواللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اس کا ملنا پسند فرمائیگا اور جواللہ سے ملنے کومکروہ رکھے گا اللہ اسکا ملنا مکروہ رکھے گا۔صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کومکروہ نہ رکھے گا؟ فرمایا: ''یہ مرادنہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اُس وقت کا اعتبار ہے اُس وقت جواللہ عزوجل سے ملنے کو پسند کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو دوست رکھے گا اور جو ناپسند کرے گا اللہ عزوجل اس سے ملاقات ناپسند کرے گا۔موت سے پہلے اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوٰۃ جو کچھ باقی ہوفوراً بقدرِقدرت اس کی ادامیں مشغول ہو، حج نہ کیا ہواور فرض تھا تو دیر نہ لگائے۔ بوجہ مرض طاقت نہ رہی توحج بدل کرادے،حقوق العباد جس قدر ہوں جوادا کرنے کے ہیں ادا کرے،جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اوراس میں اصلاً تاخیر کوکام میں نہ لائے کہ یہ شہادت سے بھی معاف نہیں ہوتے،معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اُس میں اپنی کسرِ شان نہ سمجھے اس میں ذلت نہیں۔ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہِ عزّت میں حاضر ہو،تواس طور پر کہ،اِس کا حق دبایا ہے،اُسے بُرا کہا ہے،اُس کی غیبت کی ہے،اسے مارا ہے،اور وہ حقدار اس سے لپٹیں،اُس کی نیکیاں اُن کو دی جائیں،اُن کے گناہ اُس پر رکھے جائیں اور جہنم میں پھینک دیا جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جب تک زندگی ہے آیات واحادیثِ خوف کے ترجمے سُنا اور دیکھا کرے،اور جب وقت برابرآجائے،اُسے آیات واحادیثِ رحمت مع ترجمہ سُنائیں کہ جانے کہ کس کے پاس جارہاہوں تاکہ اپنے رب عزوجل کے ساتھ نیک گمان کرتا اُٹھے رزقنا اللہ تعالٰی بجاہ حبیبہ الاکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم (اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اسے نصیب کرے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ملخصاً العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:81، رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

جان کنی کی حالت میں کیا کیا جائے؟

سوال: قریب الموت شخص کے عزیز واقارب کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: جب جان کنی کا وقت قریب آئے اور علامتیں پائی جائیں تو سنت یہ ہے کہ دہنی کروٹ پر لٹا کر قبلہ کی طرف منہ کر دیں اور یہ بھی جائز ہے کہ چت لٹائیں اور قبلہ کو پاؤں کریں کہ اس طرح بھی قبلہ کو منہ ہو جائے گا مگر اس صورت میں سر کو قدرے اونچا رکھیں اور اگر قبلہ کو منہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو جس حالت پر ہے رہنے دیں۔

درمختار میں ہے۔

"یوجه المحتضر القبلةعلى يمينه هو السنة وجاز الاستلقاء على ظهره وقدماه إليها وهو المعتاد في زماننا ولكن يرفع رأسه قليلالیتوجه للقبلة وقيل يوضع كما تيسر على الأصح صححه في المبتغي وإن شق عليه ترك على حاله ۔

یعنی قریب المرگ کا منہ قبلہ کی طرف داہنی کروٹ پھیر دیا جائے یہ سنت ہے، چت لٹانا اس طرح کہ قبلہ کو پاؤں ہوں جائز ہے، یہی صورت رائج ہے ہمارے زمانے میں، مگر اس صورت میں سر کو قدرے اونچا رکھیں تا کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے ،اور ایک قول یہ کہ منہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے جس طرح بھی بن پڑے اور یہی زیادہ صحیح ہے اور اگر قبلہ کو منہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہو

تو جس حالت پر ہو، اسی پر رہنے دیں''

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص :116، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جان کنی کی علامتیں

سوال: جان کنی کی علامتیں کیا ہیں؟

جواب: درمختار میں ہے۔

" وعلامته استرخاء قدمیه واعوجاج منخره وانخساف صدغیه

یعنی قریب المرگ کی علامتیں یہ ہے کہ اس کے پاؤں ڈھیلے ہو جائیں، اس کی ناک ٹیڑھی ہو جائے اور اس کی کنپٹیاں اندر کو دھنس جائیں۔''

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص :116، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

تلقین کرنا کیسا

سوال: جان کنی کی حالت میں تلقین کرنا کیسا اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: تلقین یعنی اس کے پاس بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھنا تا کہ اس کو یاد آ جائے اور اس کے آخری الفاظ کلمہ شریف ہوں، مستحب اور بہت اچھا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جان کنی کی حالت میں روح نکل کر گلے کو آنے سے پہلے تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے پڑھیں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

مگر اسے کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کریں، اور جب اس نے کلمہ پڑھ لیا تو تلقین موقوف کر دیں ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد اس نے کوئی بات کی تو دوبارہ تلقین کریں

کہ اس کا آخری کلام

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولقن الشهادتين ,وصورة التلقين أن يقال عنده فى حالة النزع قبل الغرغرة جهرا وهو يسمع أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله ولا يقال له قل ولا يلح عليه فى قولها مخافة أن يضجر فإذا قالها مرة لا يعيدها عليه الملقن إلا أن يتكلم بكلام غيرها ,كذا فى الجوهرة النيرة .وهذا التلقين مستحب بالإجماع۔

اس کو کلمہ شہادت کی تلقین کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ غرغرہ سے پہلے حالتِ نزع میں بلند آواز میں خود أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا رسول الله پڑھیں اور وہ قریب المرگ آدمی سنے اور اس سے یہ نہ کہیں کہ تو پڑھ اور اس کے کہنے میں اس سے اصرار نہ کریں، کہیں وہ جھڑک نہ دے اور جب وہ ایک بار کلمہ پڑھ لے تو تلقین کرنے والا دوبارہ تلقین نہ کرے لیکن اگر وہ کچھ اور کلام وغیرہ کرلے تو دوبارہ تلقین کرے۔ یہ تلقین بالاتفاق مستحب ہے"

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:173، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تلقین کون کرے؟

سوال: تلقین کون کرے؟

جواب: تلقین کرنے والا کوئی نیک شخص ہو، ایسا نہ ہو جس کو اس کے مرنے کی خوشی ہو، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویستحب أن یکون الملقن غیر متهم بالمسرة بموته وأن یکون ممن یعتقد فیه الخیر۔

یعنی مستحب یہ ہے کہ تلقین کرنے والا ایسا شخص ہو کہ اس پر یہ تہمت نہ ہو کہ اس کو اس کے مرنے کی خوشی ہے اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھتا ہو"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:173، دارالکتب العلمیة بیروت)

خوشبو یا لوبان لگانا کیسا؟

سوال: اس وقت میت کیلئے اور کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اس کے پاس اس وقت نیک اور پرہیزگار لوگوں کا ہونا بہت اچھی بات ہے اور وہاں سورۃ یٰسین کی تلاوت اور خوشبو ہونا مستحب مثلاً لوبان یا اگر بتیاں سُلگا دیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"حضور أهل الخیر والصلاح مرغوب فیه ویستحب قراءة سورة یس عنده ویحضر عنده من الطیب

یعنی نیک اور صالح لوگوں کا اس کے پاس حاضر ہونا اس وقت پسندیدہ ہے اور اس کے پاس سورہ یٰسین پڑھنا مستحب ہے اور اس کے پاس خوشبو رکھنا چاہیے"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:173، دارالکتب العلمیة بیروت)

حیض ونفاس والی عورتیں

سوال: کیا موت کے وقت حیض ونفاس والی عورتیں قریب آسکتی ہیں؟

جواب: موت کے وقت حیض ونفاس والی عورتیں اس کے پاس حاضر ہوسکتی ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولا بأس بجلوس الحائض والجنب عنده وقت الموت ۔
یعنی موت کے وقت حائضہ اور جنبی یعنی بے غسل کے اس کے پاس آنے میں
کوئی مضائقہ نہیں"

(الفتاویٰ الهندية، کتاب الصلوٰة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1،ص:173،دارالکتب العلمية بيروت)

کن چیزوں سے میت کو بچانا چاہئے؟

سوال: جان کنی کے وقت کن چیزوں سے میت کو بچانا چاہیے؟

جواب: صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی

اپنی کتابِ بے مثال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

"جنبی (جس پر غسل فرض ہو) اور ایسی عورتیں جن کا حیض و نفاس منقطع ہو گیا (اور انہوں نے ابھی غسل نہیں کیا) کونہیں آنا چاہیے اور کوشش کرے کہ مکان میں کوئی تصویر یا کتّا نہ ہو، اگر یہ چیزیں ہوں تو فوراً نکال دی جائیں کہ جہاں یہ ہوتی ہیں، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ،اس کی نزع کے وقت اپنے اور اس کیلئے دُعائے خیر کرتے رہیں، کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں کہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں، نزع میں سختی دیکھیں تو سورۂ یٰسین وسورۂ رعد پڑھیں"

(بہار شریعت،موت آنے کا بیان، ج:1،ص:808،مکتبۃ المدینہ کراچی پاکستان)

جب روح نکل جائے تو

سوال: جب روح نکل جائے تو کیا کریں؟

جواب: جب روح نکل جائے تو ایک چوڑی پٹی جبڑے کے نیچے سے سر پر لے جا کر گرہ باندھ دیں کہ منہ کھلا نہ رہے اور آنکھیں بند کر دی جائیں اور انگلیاں اور ہاتھ پاؤں سیدھے کر دیئے جائیں یہ کام اس کے گھر والوں میں جو زیادہ نرمی کے ساتھ کر سکتا ہو، باپ یا بیٹا وہ کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"فـإذا مات شدوا لحييه وغمضوا عينيه ويتولى أرفق أهله به إغماضه بـأسهـل مما يقدر عليه ويشد لحياه بعصابة عريضة يشدها فى لحيه الأسفل ويربطها فوق رأسه .

یعنی، جب مر جائے تو اس داڑھی باندھ دے اور آنکھیں بند کر دے، اور آنکھیں وہ شخص بند کرے جو اس کے گھر میں سے سب سے زیادہ مہربان ہو جس قدر ہو سکے نرمی سے آنکھیں بند کرے، اور اس کی داڑھی چوڑی پٹی سے باندھے، اور گرہ اس کے سر کے اوپر باندھے"

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1،ص:173،دارالکتب العلمیة بیروت)

آنکھیں بند کرتے وقت کی دعا

سوال: آنکھیں بند کرتے وقت کیا پڑھیں؟

جواب: درمختار میں ہے آنکھیں بند کرتے وقت یہ دُعا پڑھے:

"بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْہِ اَمْرَہٗ وَسَھِّلْ عَلَیْہِ مَا بَعْدَہٗ وَاَسْعِدْہٗ بِلِقَآئِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ اِلَیْہِ خَیْرًا مِمَّا خَرَجَ عَنْہُ

یعنی اللہ کے نام کے ساتھ اور رسول اللہ کی ملّت پر۔ اے اللہ عزوجل تو اس کے کام کو اس پر آسان کر اور اس کے بعد کے معاملے کو اس پر سہل کر اور اپنی ملاقات سے اسے نیک بخت کر اور جس آخرت کی طرف نکلا اُسے اُس دنیا سے بہتر کر جس سے یہ نکلا ہے۔"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:116، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

میت کے پیٹ پر وزن رکھنا

سوال: میت کے پیٹ پر لوہا یا کوئی وزن رکھنا تاکہ پیٹ نہ پھولے کیسا؟

جواب: میت کے پیٹ پر لوہا یا گیلی مٹی یا اور کوئی بھاری چیز رکھ دیں کہ پیٹ پھول نہ جائے۔ مگر ضرورت سے زیادہ وزنی نہ ہو کہ باعثِ تکلیف ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یجعل علی بطنه حدیدة أو طین رطب لئلا ینتفخ ۔

میت کے پیٹ پر لوہا یا تر مٹی رکھ دیں تاکہ نہ پھولے"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:173، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

میت کو کہاں رکھیں؟

سوال: روح نکلنے کے بعد میت کو کہاں رکھیں اور اس کے لباس کو کیا کریں؟

جواب: روح نکلنے کے بعد میّت کے لباس کو اتار کر سارے بدن کو کسی کپڑے سے چھپا دیں اور اس کو چارپائی یا تخت وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھ دیں تا کہ زمین کی نمی نہ پہنچے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویستحب أن ینزع عنه ثیابه التی مات فیها یسجی جمیع بدنه بثوب ویترك علی شیء مرتفع من لوح أو سریر لئلا یصیبه نداوة الأرض فیتغیر ریحه۔

اور مستحب ہے کہ جن کپڑوں میں انتقال ہوا میت سے وہ کپڑے اتار لیں اور تمام بدن ایک کپڑے میں ڈھک دیں اور کسی بلند تخت یا چارپائی پر رکھیں، تا کہ زمین کی نمی نہ پہنچے اور بُو متغیر نہ ہو"

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:173، دار الکتب العلمیة بیروت)

میت کے پاس زمین یا چارپائی پر بیٹھنا

سوال: میّت کے پاس زمین پر بیٹھنا افضل ہے، کیا چارپائی پر منع ہے؟

جواب: کوئی ممانعت نہیں۔

(العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه المخرجه، ج:9، ص:90، رضا فانڈیشن پاکستان)

حالت نزع میں بیوی

سوال: کیا حالتِ نزع میں بیوی کا اپنے شوہر سے رشتہ بدستور باقی ہے؟

جواب: جب تک عورت کے بدن میں روح باقی ہے وہ بلا شک وشبہ اپنے شوہر کی

زوجہ ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ فرماتے ہیں۔

''جب تک جسمِ زن (عورت کے جسم) میں روح باقی ہے اگرچہ حالت نزع ہو بلاشبہہ اس کی زوجہ ہے''

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:139،رضا فانڈیشن پاکستان)

حالتِ نزع میں شوہر کا بیوی کے پاس بیٹھنا

سوال: بیوی حالتِ نزع میں ہو تو شوہر اس کے پاس بیٹھ سکتا ہے؟

جواب: سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ فرماتے ہیں۔

''کوئی حرج نہیں بیٹھ سکتا ہے، بلکہ موت کے بعد بھی اپنی مرحومہ بیوی کو دیکھ سکتا ہے۔ہاں البتہ موت کے بعد ہاتھ نہیں لگا سکتا''

(الماخوذ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:139،رضا فانڈیشن پاکستان)

مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ کفر نکلا تو

سوال: مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ کفر نکلا تو کیا کریں؟

جواب: مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے کہ موت کی سختی میں عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا اور بہت ممکن ہے کہ اس کی بات پوری طرح سننے والوں سمجھ میں نہ آئی ہو کہ ایسی شدت کی حالت میں آدمی پوری بات صاف طور پر ادا کرلے یہ دشوار ہوتا ہے۔

درمختار میں ہے۔

"وما ظهر منه من كلمات كفرية يغتفر في حقه ويعامل معاملة موتى المسلمين حملا على أنه في حال زوال عقله ولذا اختار بعضهم زوال عقله قبل موته ذكره الكمال

یعنی جو کلماتِ کفر جان کنی کی حالت میں میت سے ظاہر ہوں، میت کے حق میں ان کا اعتبار نہیں بلکہ اس کے ساتھ مسلمانوں کے مردوں کا سا معاملہ کرنا چاہیے، اس خیال سے کہ اس حالت میں اس کی عقل زائل ہے، اسی وجہ سے بعض فقہاء نے اختیار کیا کہ موت سے کچھ پہلے میت کی عقل زائل ہو جاتی ہے۔"

(الدرالمختار، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، ص: 116، دار الكتب العلمية بيروت)

میت کا قرض

سوال: میت پر اگر قرض ہو تو کیا کریں؟

جواب: میت کے ذمہ کسی بھی قسم کے قرض ہوں جلد سے جلد ادا کر دیں، حدیث میں ہے: میّت اپنے دَین میں مقید ہے ایک روایت میں ہے اس کی روح معلق رہتی ہے جب تک دَین نہ ادا کیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویستحب أیضا أن یسارع إلی قضاء دینه وإبرائه منه ۔

یعنی اور مستحب ہے کہ میّت کے ادائے قرض میں جلدی کریں اور اس کو بری الذمہ کر دیں"

(الفتاویٰ الهندية، کتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:173، دار الکتب العلمیة بیروت)

قبل از غسل میت کے پاس تلاوتِ قرآن

سوال: میت کے پاس غسل سے پہلے قرآن کی تلاوت اور ذکر و اذکار کرنا کیسا؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتابِ بے مثال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

''میت کے پاس تلاوت قرآن مجید جائز ہے جبکہ تمام بدن کپڑے سے چھپا ہو اور تسبیح و دیگر اذکار مطلقاً حرج نہیں''

(بہار شریعت، موت آنے کا بیان، ج:1، ص:809، مکتبة المدینہ کراچی پاکستان)

میت کے جنازہ کے اعلانات

سوال: میت کے جنازہ کیلئے اعلانات کروانا کیسا؟

جواب: اس لئے اعلانات کروانا، پڑوسیوں اور اس کے دوست احباب کو اطلاع ہو جائے تا کہ نمازیوں کی کثرت ہو گی اور اس کے لئے دُعا کریں گے جائز بلکہ مستحب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ویستحب أن یعلم جیرانه وأصدقاؤه حتی یؤدوا حقه بالصلاة علیه والدعاء له, كذا في الجوهرة النيرة و كره بعضهم النداء في الأسواق والأصح أنه لا بأس به ۔

یعنی اور مستحب ہے کہ اس کے پڑوسیوں اور دوستوں کو خبر کر دیں تا کہ اس پر نماز پڑھ کر اس کے واسطے دعا کر کے اس کا حق ادا کریں ۔اور بازاروں میں آواز

دینے کو بعض نے مکروہ لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:173، دارالکتب العلمیة بیروت)

مردہ عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے

سوال: عورت مرگئی اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہے تو کیا کریں؟

جواب: عورت مرگئی اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے تو بائیں جانب سے پیٹ چاک کر کے بچہ نکالا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"امرأة ماتت والولد یضطرب فی بطنها قال محمد -رحمه الله تعالی -یشق بطنها ویخرج الولد لا یسع إلا ذلك

یعنی اگر کوئی عورت مرگئی اور بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا پیٹ کاٹ کر بچہ نکالیں گے، کیونکہ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:173، دارالکتب العلمیة بیروت)

سردخانے میں میت رکھنا

سوال: میت کو سردخانے میں رکھنا کیسا؟

جواب: بلاوجہ میت کو سردخانے میں رکھنا ناجائز وممنوع ہے۔ اس سے میت کو شدید اذیت ہوتی ہے کیونکہ جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے اس سے میت کو بھی تکلیف ہوتی ہے، اور سردخانے میں زندہ کا چند منٹ بھی ٹھہرنا بہت مشکل ہے۔

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا۔

یعنی مردے کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسا زندہ کی ہڈی کو توڑنا"

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم، ج:3، ص 278، ح 3207، دار المعرفة بیروت)

ردالمحتار میں ہے۔

لان الميّت يتاذى ممايتاذى به الحى۔

یعنی اس لئے کہ مُردے کو اس سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندے کو ایذا ہوتی ہے۔

(ردالمحتار، فصل الاستنجاء، ج:1، ص:229، دارة الطباعة المصرية)

اور تدفین میں جلدی کی شریعت میں بہت تاکید ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا وَإِنْ يَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

یعنی جنازہ لے جانے میں جلدی کرو، اگر وہ نیک ہے تو بھلائی ہے جسے تم آگے بھیج رہے ہو اور اگر وہ اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو وہ ایک بری چیز ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

(الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة، ص:371، ح:1315، دار المعرفة بیروت)

امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفْئًا

تین چیزوں میں دیر نہ کرو: نماز جب اس کا وقت آجائے اور جنازہ جس وقت حاضر ہو، اور زنِ بے شوہر جب اس کا کفو ملے۔

(الجامع للترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی تعجیل الجنازة، ص: 451، ح 1075، دار المعرفة بیروت)

سنن ابی داوٗد میں حصین انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَجِّلُوا فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِجِيفَةِ مُسْلِمٍ أَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ أَهْلِهِ

یعنی جلدی کرو کہ مسلمان کے جنازے کا اپنے گھر والوں میں رکا رہنا مناسب نہیں"

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب تعجیل الجنازة، ج: 3، ص: 261، ح: 3159، دار المعرفة بیروت)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوهُ وَأَسْرِعُوا بِهِ إِلَى قَبْرِهِ۔

جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اسے نہ روکو اور جلدی دفن کو لے جاؤ۔

(المعجم الکبیر: ج: 12، ص: 444، ح: 13613)

درمختار میں ہے۔ یسرع فی جنازة (جنازے میں جلدی کرے)

میت کے آنکھ کے لینس

سوال: آنکھوں میں لگے لینس کا کیا کریں وہ اتارنے چاہیے یا نہیں۔

جواب: لینس یا دیگر ایسے آلات جو بدن کے ساتھ مستقل جوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے بدن میں کوئی راڈ (سلاخ)، مستقل جڑے ہوئے مصنوعی دانت وغیرہ تو ان کو بدن سے جدا نہ کیا جائے، البتہ ایسے مصنوعی اعضاء جو صرف باندھے ہوئے ہیں اور

کسی آپریشن یا تکلیف کے بغیر جُدا کئے جاسکتے ہیں تو ان کو جدا کر دیا جائے کہ کسی اور ضرورت مند کے کام آجائیں گے۔

سونے کا دانت

سوال: اگر میت کے منہ میں سونے کے دانت فِٹ ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بغیر آپریشن اور میت کو تکلیف پہنچائے بغیر کسی وارث کا حق سمجھ کر نکالنا چاہیں تو نکال لیں ورنہ چھوڑ دیں۔

پوسٹ مارٹم کرنا

سوال: میت کا پوسٹ ماٹم کرنا کیسا؟

جواب: پوسٹ مارٹم عموماً دو وجوہات کی وجہ سے کیا جاتا ہے

پہلی صورت: ضرورتِ تعلیم ہے کہ عموماً لاوارث میت کو میڈیکل کالج لے جاکر اس کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے طلبہ کو سرجری کی مشق کروائی جاتی ہے، طبی نوعیت کے تجربات کئے جاتے ہیں۔ مذکورہ صورت میں ہمارے علماء پوسٹ ماٹم کو ناجائز فرماتے ہیں کہ اس میں امواتِ مسلمین کی بے حرمتی ہے جس کی شریعت میں سختی سے ممانعت ہے، اگر سرجری کی مشق کرنا ہی ہے تو جانوروں پر یا غیر مسلم اموات حاصل کی جاسکتی ہیں جو مشکل نہیں۔

ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا

یعنی مردے کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسا زندہ کی ہڈی کو توڑنا"

(سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم، ج:3، ص:278، ح:3207، دار المعرفۃ بیروت)

ردالمحتار میں ہے۔

"لان المیّت یتاذی ممایتاذی به الحی۔

یعنی اس لئے کہ مُردے کو اس چیز سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندے کو ایذا ہوتی ہے"

(ردالمحتار، فصل الاستنجاء، ج:1، ص:229 ادارۃ الطباعۃ المصریۃ)

نہ صرف میت کی تعظیم کا حکم ہے بلکہ قبر کی تعظیم کو بھی پُر زور الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ"

تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور (جلن) چمڑے تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے"

(الصحیح المسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر، ص:434، الرقم الحدیث:2245 دار المعرفۃ بیروت)

دوسری صورت یہ کہ بعض اوقات کسی ایسے مقدمہ کی تحقیق پوسٹ مارٹم پر منحصر ہوتی ہے جس میں کسی بے گناہ مسلمان کو سزائے موت سے بچانا مقصود ہو کہ اگر پوسٹ مارٹم نہ کیا تو بے گناہ مسلمان مارا جائے گا تو ایسی صورت میں فقہاء کرام نے پوسٹ مارٹم کی اجازت دی جیسے اگر مردہ عورت کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس کا پیٹ چیرا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

دوسرا باب:

میّت کے نہلانے کا بیان

غسلِ میت کا کیا حکم

سوال: غسلِ میت کا کیا حکم ہے؟

جواب: میّت کو نہلانا فرض کفایہ ہے بعض لوگوں نے غسل دے دیا تو سب سے ساقط ہو گیا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"غسل المیت حق واجب علی الأحیاء بالسنة واجماع الأمة،ولکن إذا قام به البعض سقط عن الباقین۔

سنت اور اجماعِ امت سے ہے کہ غسلِ میت زندوں پر واجب ہے،لیکن اگر بعض نے غسل دے دیا تو باقیوں سے ساقط ہو جائے گا"

(الفتاوی الهندیة،کتاب الصلوة،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،ج:1،ص:173،دار الکتب العلمیة بیروت)

غسلِ میت کا سامان

سوال: میت کو غسل میں استعمال ہونے والا سامان کیا ہے؟

جواب: غسل میت کے لئے عموماً درجہ ذیل سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔

(1) غسل کیلئے حسب ضرورت برتن،اگر چہ استعمال شدہ ہوں۔

(2) لوٹا یا پانی ڈالنے کیلئے کوئی مناسب ڈبہ وغیرہ لیکن لوٹے سے آسانی ہوتی ہے۔

(3) غسل کا تختہ عموماً مسلمانوں کی سہولت کے مساجد میں رکھا ہوتا ہے،یا کوئی بھی ایسا

تختہ جس پر میت کو لٹا کر غسل دیا جا سکے۔

(4) بیری کے پتے تقریباً 2 مٹھی، کہ بیری کے پتے پانی میں ملانا سنت ہے، اگر نہ ملیں تو حرج بھی نہیں۔

(5) لوبان یا اگربتیاں حسب ضرورت۔

(6) عطر تقریباً 3 ماشے

(7) گل خیرو ایک چھٹانک اگر دستیاب نہ ہو تو کوئی بھی نہانے کا پاک صابن استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(8) کافور 6 ماشہ

(9) میت کا ستر چھپانے کیلئے گہرے رنگ کی موٹی چادر کہ پانی پڑنے سے ستر ظاہر نہ ہو حسب ضرورت دوہری بھی کر سکتے ہیں۔

(10) حسب ضرورت تھیلی والے دستانے ۔

میت کو نہلانے کا سنت طریقہ

سوال: میت کو نہلانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی یا تخت یا تختہ پر نہلانے کا ارادہ ہو اُس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی جس چیز میں وہ خوشبو سُلگتی ہو اُسے اتنی بار چارپائی وغیرہ کے گرد پھرائیں اور اُس میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجاء کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی پہلے منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں

پھر پاؤں دھوئیں مگر میّت کے وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو گل خیرو سے دھوئیں، یہ نہ ہو تو پاک صابون اسلامی کارخانے کا بنا ہوا ہے یا بیسن یا کسی چیز سے ورنہ خالی پانی بھی کافی ہے پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کا پانی بہائیں کہ تختے تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یونہی کریں اور بیری کے پتے میں جوش دیا ہوا پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں وضو وغسل کا اعادہ نہ کریں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اُس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ سے پونچھ دیں۔

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:173، دار الكتب العلمية بيروت)

پانی کتنی بار بہائیں؟

سوال: غسل میت میں پانی کتنی بار بہائیں؟

جواب: ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ سنت جہاں غسل دیں مستحب یہ ہے کہ پردہ کرلیں کہ سوا نہلانے والوں اور مددگاروں کے دوسرا نہ دیکھے نہلاتے وقت خواہ اس طرح لٹائیں جیسے قبر میں رکھتے ہیں یا قبلہ کی طرف پاؤں کریں یا جو آسان ہو کریں۔

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:173، دار الكتب العلمية بيروت)

میت کے بال کاٹنا

سوال: میت کے بال کاٹنا کیسا؟

جواب: ناجائز ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ فرماتے ہیں۔

"ناجائز ہے۔ فی الدر لا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریما و لا یقص ظفرہ الا المکسور و لا شعرہ و لا یختن و فی ردالمحتار عن النھر

درمختار میں ہے: میت کے بالوں میں کنگھا نہ کیا جائے یعنی یہ مکروہ تحریمی ہے، اور اس کے ناخن نہ تراشے جائیں مگر جو ٹوٹا ہوا ہے، اور نہ ہی بال تراشے جائیں۔

عن القمیۃ، التزیین بعد موتھا و الامتشاط و قطع الشعر لا یجوز۔ و اللہ تعالی اعلم

اس کے مرنے کے بعد زینت کرنا، کنگھی کرنا اور بال کاٹنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(ملتقطاً من الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج 9، ص 91، رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

غسل میت کا ثواب

سوال: میت کو غسل دینے کا ثواب کیا ہے؟

جواب: امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجھہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَكَفَّنَهُ وَحَنَّطَهُ وَحَمَلَهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَلَمْ يُفْشِ عَلَيْهِ مَا رَأَى خَرَجَ مِنْ خَطِيئَتِهِ مِثْلَ يَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ

یعنی جو کسی میت کو نہلائے، کفن پہنائے، خوشبو لگائے، جنازہ اٹھائے، نماز پڑھے اور

جو ناقص بات نظر آئے اُسے چھپائے وُہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی غسل المیت، ج:2، ص: 469، الرقم الحدیث 1462، دار المعرفۃ بیروت)

میت کو غسل کون دے

سوال: میت کو کون نہلائے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میّت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو، وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار و پرہیز گار ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ویستحب للغاسل أن یکون أقرب الناس إلی المیت فإن لم یعلم الغسل فأهل الأمانة والورع ۔

یعنی بہتر یہ ہے کہ نہلانے والا میّت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہو وہ نہ ہو یا نہلانا نہ جانتا ہو تو کوئی اور شخص جو امانت دار و پرہیز گار ہو۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:175، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نہلانے والے کا پاک ہونا

سوال: کیا نہلانے والے کیلئے پاک ہونا ضروری ہے؟

جواب: نہلانے والا باطہارت ہو۔ جنبی یا حیض والی عورت نے غسل دیا تو مکروہ ہے مگر غسل ہو جائے گا اور اگر بے وضو شخص نہلایا تو کراہت بھی نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

” وینبغی أن یکون غاسل المیت علی الطهارة کذا فی فتاوی قاضی

خان ,ولو كان الغاسل جنبا أو حائضا أو كافرا جاز ويكره , كذا في معرج الدراية .ولو كان محدثا لا يكره اتفاقا هكذا في القنية.

یعنی ضروری ہے کہ میّت کو غسل دینے والا پاک ہو جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔اور اگر کسی جنبی (بے غسل) یا حائضہ یا کافر نے غسل دیا تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے جیسا کہ معراج الدرایۃ میں ہے،اور اگر بے وضو غسل دیا تو بالاتفاق مکروہ نہیں،اسی طرح قنیہ میں بھی ہے''

(الفتاوی الہندیۃ،کتاب الصلوۃ،الباب فی الجنائز،ج:1،ص 175،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میت کی نامناسب بات دیکھنا

سوال: نہلانے والا اگر میت کی کوئی نامناسب بات دیکھے تو کیا کرے؟

جواب: نہلانے والا بااعتماد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے اور جو اچھی بات دیکھے مثلاً چہرہ چمک اٹھا، یا میّت کے بدن سے خوشبو آئی، تو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے اور کوئی بُری بات دیکھی مثلاً چہرے کا رنگ سیاہ ہو گیا یا بدبو آئی یا صورت یا اعضا میں تغیر آیا تو اسے کسی سے نہ کہے اور ایسی بات کہنا جائز بھی نہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ

ترجمہ: اپنے مُردوں کی خوبیاں ذکر کرو اور اُس کی برائیوں سے باز رہو۔

(الجامع الترمذی،کتاب الجنائز،باب آخر،ص:429،الرقم الحدیث 1019،دار المعرفۃ بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"يستحب أن يكون الغاسل ثقة يستوفي الغسل ويكتم ما يرى من

قبیح و یظہر ما یری من جمیل فإن رأی ما یعجبہ من تھلل وجھہ وطیب رائحتہ وأشباہ ذلک یستحب لہ أن یحدث بہ الناس وإن رأی ما یکرہ من سواد وجھہ ونتن رائحتہ وانقلاب صورتہ وتغیر أعضائہ وغیر ذلک لم یجز لہ أن یحدث بہ أحدا

یعنی نہلانے والا معتمد شخص ہو کہ پوری طرح غسل دے، اگر کوئی بری بات دیکھے تو چھپائے اور اچھی بات دیکھے تو ظاہر کرے، لہٰذا غسل دینے والا اگر کوئی پسندیدہ جیسے چہرے کا چمکنا یا خوشبو کا آنا یا ایسی کوئی اور چیز دیکھے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ اس کو لوگوں میں بیان کرے اور اگر کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے بُری معلوم ہو مثلاً چہرے کا سیاہ ہو جانا، بدبُو آنا، صورت بدل جانا، اعضاء کا متغیر ہو جانا یا اس طرح کی اور کوئی چیز تو کسی ایک سامنے بھی اس کا بیان کرنا جائز نہیں''

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلوة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:175، دار الكتب العلمية بيروت)

بدمذہب میت کی بری بات ظاہر ہوئی

سوال: اگر بدمذہب میت کی کوئی بری بات ظاہر ہوئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: بدمذہب مرا اور اُس کا رنگ سیاہ ہو گیا یا اور کوئی بُری بات ظاہر ہوئی، تو اس کو بیان کرنا چاہیے کہ اس سے لوگوں کو عبرت و نصیحت ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"فإن کان المیت مبتدعا مظھرا لبدعتہ ورأی الغاسل منہ ما یکرہ فلا بأس بأن یحدث بہ الناس لیکون زجرا لھم عن البدعۃ۔

اور اگر میّت بدعتی اعلانیہ بدعت کا مرتکب ہو، اور غسل دینے والے نے اس میں

البینونة من تقبیل ابن زوجها أو أبیه وإن حدث ذلك بعد موته لم یجز لها غسله۔

یعنی عورت کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو غسل دے، یہ اس صورت میں ہے کہ بعد موت اس نے کوئی ایسی حرکت نہ کی ہو جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے میت کے بیٹے یا باپ کو (شہوت سے) بوسہ دینا۔ اگر بعدِ موت ایسا کوئی امر واقع ہوا تو پھر غسل دینا جائز نہیں"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:175، دار الکتب العلمیة بیروت)

طلاق یافتہ عورت کا شوہر کو غسل دینا

سوال: جس عورت کو طلاق دیدی تھی وہ غسل دے سکتی ہے؟

جواب: عورت کو طلاق رجعی دی ابھی عدت میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو غسل دے سکتی ہے اور طلاقِ بائن دی ہے تو اگرچہ عدت میں ہو غسل نہیں دے سکتی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو طلقها رجعیا ثم مات عنها وهی معتدة تغسله، فإن مات فی آخر عدتها قبل الانقضاء ثم انقضت بعد الوفاة للمرأة أن تغسله، والأصل فیه أن کل من یحل له وطؤها لو کان حیا بالنکاح یحل لها أن تغسله وإلا فلا۔

اور اگر عورت کو طلاقِ رجعی دی اور پھر شوہر فوت ہو گیا جبکہ عورت ابھی عدت میں تھی تو وہ اس کو غسل دے سکتی ہے، اور اگر عورت عدت کے آخر میں ہو اور عدت کے تمام ہونے سے قبل شوہر فوت ہو گیا اور بعد میں عدت ختم ہو گئی تب

نہیں کیونکہ پھر اس کیلئے اُس میت کو نہلانا فرض عین ہے اور ادائیگی فرض کی اجرت لینا جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"والأفضل أن يغسل الميت مجانا وإن ابتغى الغاسل الأجر فإن كان هناك غيره يجوز أخذ الأجر وإلا لم يجز۔

یعنی افضل یہ ہے کہ غاسل (غسل دینے والا) میت کو بلا اجرت غسل دے۔ غاسل اجرت مانگے تو اگر اس کے علاوہ بھی غسل دینے والے ہیں تو اجرت لینا جائز ہے ورنہ جائز نہیں"

(الفتاوی الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی والعشرون، ج 1، ص 175، دار الکتب العلمیہ بیروت)

جنبی کو کتنے غسل دیں

سوال: جنبی یا حیض ونفاس والی عورت کا انتقال ہوا تو کتنے غسل دیں؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب بے مثال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

"جنبی یا حیض ونفاس والی عورت کا انتقال ہوا تو ایک ہی غسل کافی ہے کہ غسل واجب ہونے کے کتنے ہی اسباب ہوں سب ایک ہی غسل سے ادا ہو جاتا ہے۔"

(بہار شریعت، حصہ 4، میت کو نہلانے کا بیان، ج 1، ص 812، مکتبۃ المدینہ کراچی پاکستان)

مرد کا عورت کو یا عورت کا مرد کو غسل دینا

سوال: کیا مرد عورت کو یا عورت مرد کو غسل دے سکتی ہے؟

جواب: مرد کو مرد نہلائے اور عورت کو عورت اور اگر میت چھوٹا لڑکا ہے تو اسے

عورت بھی نہلا سکتی ہے اور چھوٹی لڑکی کو مرد بھی نہلا سکتا ہے، چھوٹی سے یہ مراد ہے کہ حدِ شہوت کو نہ پہنچتے ہوں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یغسل الرجال الرجال و النساء النساء و لا یغسل أحدھما الآخر فإن کان المیت صغیرا لا یشتھی جاز أن یغسلہ النساء و کذا إذا کانت صغیرۃ لا تشتھی جاز للرجال غسلھا

یعنی مرد مردوں کو اور عورت عورتوں کو غسل دے۔ مرد عورتوں کو اور عورت مردوں کو غسل نہ دے اور اگر بچہ چھوٹا ہو کہ جس پر خواہش نہ آتی ہو تو عورتوں کا اس کو غسل دینا جائز ہے۔ اسی طرح اتنی چھوٹی بچی جس پر خواہش نہ آتی ہو تو مردوں کیلئے اس کو غسل دینا جائز ہے"

(الفتاوی الھندیۃ کتاب الصلوۃ الباب الحادی و العشرون فی الجنائز ج:1 ص:175 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عورت کا اپنے شوہر کو غسل دینا

سوال: کیا عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے؟

جواب: عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے جب کہ موت سے پہلے یا بعد کوئی ایسا امر نہ واقع ہوا ہو جس سے اس کے نکاح سے نکل جائے مثلاً معاذ اللہ مرتد ہو گئی اگرچہ غسل سے پہلے ہی پھر مسلمان ہو گئی کہ ان وجوہ سے نکاح جاتا رہا اور اجنبیہ ہو گئی لہٰذا غسل نہیں دے سکتی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویجوز للمرأۃ أن تغسل زوجھا إذا لم یحدث بعد موتہ ما یوجب

البینونة من تقبیل ابن زوجها أو أبیه وإن حدث ذلك بعد موته لم یجز لها غسله۔

یعنی عورت کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کو غسل دے، یہ اس صورت میں ہے کہ بعد موت اس نے کوئی ایسی حرکت نہ کی ہو جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے جیسے میت کے بیٹے یا باپ کو (شہوت سے) بوسہ دینا۔ اگر بعدِ موت ایسا کوئی امر واقع ہوا تو پھر غسل دینا جائز نہیں"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1 ص:175 دار الکتب العلمیة بیروت)

طلاق یافتہ عورت کا شوہر کو غسل دینا

سوال: جس عورت کو طلاق دیدی تھی وہ غسل دے سکتی ہے؟

جواب: عورت کو طلاق رجعی دی ابھی عدت میں تھی کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو غسل دے سکتی ہے اور طلاقِ بائن دی ہے تو اگرچہ عدت میں ہو غسل نہیں دے سکتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو طلقها رجعیا ثم مات عنها وهی معتدة تغسله، فإن مات فی آخر عدتها قبل الانقضاء ثم انقضت بعد الوفاة للمرأة أن تغسله، والأصل فیه أن كل من یحل له وطؤها لو كان حیا بالنكاح یحل لها أن تغسله وإلا فلا۔

اور اگر عورت کو طلاقِ رجعی دی اور پھر شوہر فوت ہو گیا جبکہ عورت ابھی عدت میں تھی تو وہ اس کو غسل دے سکتی ہے، اور اگر عورت عدت کے آخر میں ہو اور عدت کے تمام ہونے سے قبل شوہر فوت ہو گیا اور بعد میں عدت ختم ہو گئی تب

بھی عورت اس کو غسل دے سکتی ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اُس عورت سے بسبب نکاح وطی کرنا اس کیلئے حلال ہوتا تو اس عورت کا اس کو غسل دینا جائز ہے ورنہ نہیں"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:175، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شوہر کا اپنی بیوی کو غسل دینا

سوال: کیا شوہر اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے؟

جواب: عورت مر جائے تو شوہر کے نکاح سے نکل جاتی ہے، لہٰذا شوہر نہ اُسے نہلا سکتا ہے نہ ہی چھو سکتا ہے، ہاں دیکھنے کی ممانعت نہیں۔

درمختار میں ہے۔

"ویمنع زوجھا من غسلھا ومسھا لا من النظر إلیھا علی الاصح۔
یعنی صحیح تر قول کے مطابق شوہر کا بیوی کی میت کو غسل دینا اور چھونا ممنوع ہے ،البتہ اسے دیکھنا جائز ہے۔"

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص:117، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عورت کے غسل کیلئے کوئی عورت نہیں

سوال: عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں کہ نہلا دے تو کیا کریں؟

جواب: تیمم کرایا جائے پھر تیمم کرنے والا محرم ہو تو ہاتھ سے تیمم کرائے اور اجنبی ہو اگرچہ شوہر تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر جنسِ زمین پر ہاتھ مارے اور تیمم کرائے اور شوہر کے سوا کوئی اور اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے اور شوہر کو اس کی حاجت نہیں اور اس مسئلہ میں جوان اور بڑھیا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

درمختار میں ہے۔

" ماتت بین رجال أو هو بین النساء یممه المحرم فان لم یکن فالاجنبی بخرقة

یعنی عورت مرگئی مردوں کے درمیان یا مرد فوت ہوگیا عورتوں کے درمیان تو محرم تیمّم کرادے اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی کپڑا باندھ کر تیمّم کرادے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:118، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مرد کے غسل کیلئے کوئی مرد نہیں

سوال: مرد کا انتقال ہوا اور وہاں نہ کوئی مرد ہے نہ اُس کی بیوی تو کیا کریں؟

جواب: مرد کا انتقال ہوا اور وہاں نہ کوئی مرد ہے نہ اُس کی بیوی تو جو عورت وہاں ہے اُسے تیمّم کرائے پھر اگر عورت محرم ہے تو تیمّم میں ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہیں اور اجنبی ہو تو کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو مات رجل بین النساء تیممه ذات رحم محرم منه أو زوجته أو أمته بغیر ثوب وغیرها بثوب

یعنی اگر کوئی مرد عورتوں کے درمیان مرگیا تو اس کی محرم، مطلقہ زوجہ یا باندی بغیر ہاتھ پر کپڑا باندھے تیمّم کرادے اور غیر عورتیں کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرادیں"

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:160)

خنثیٰ مشکل کو غسل کون دے

سوال: خنثیٰ مشکل کا انتقال ہوا تو اسے کون نہلائے مرد یا عورت؟

جواب: خنثیٰ مشکل (یعنی جس میں مرد اور عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت) کا انتقال ہوا تو اسے نہ مرد نہلا سکتا ہے نہ عورت بلکہ تیمّم کرایا جائے تو تیمّم کرانے والا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور کلائیوں پر نظر نہ کرے۔ یونہی خنثیٰ مشکل کسی مرد یا عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔ خنثیٰ مشکل چھوٹا بچہ ہو تو اُسے مرد بھی نہلا سکتا ہے اور عورت بھی یونہی عکس۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"والخنثی المشکل المراھق لا یغسل رجلا ولا امرأۃ ولم یغسلھا رجل ولا امرأۃ ویيمم وراء ثوب ,
یعنی بالغ خنثیٰ مشکل نہ کسی مرد کو غسل دے گا نہ عورت کو اور اسی طرح مرد اور عورت خنثیٰ مشکل کو غسل نہیں دے سکتے بلکہ کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائیں گے"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:176، دار الکتب العلمیة بیروت)

غسال ہے مگر مسلمان نہیں

سوال: مرد کا سفر میں انتقال ہوا، اس کے ساتھ عورتیں اور کافر مرد ہیں مسلمان مرد کوئی نہیں تو کیا کریں؟

جواب: عورتیں اس کافر کو نہلانے کا طریقہ بتا دیں کہ وہ نہلا دے اور اگر مرد کوئی نہیں اور چھوٹی لڑکی ہمراہ ہے اور نہلانے کی طاقت رکھتی ہے تو یہ عورتیں اُسے سکھا دیں کہ وہ نہلائے یونہی اگر عورت کا انتقال ہوا اور کوئی مسلمان عورت نہیں اور کافرہ عورت موجود ہے تو مرد اُس کافرہ کو غسل کی تعلیم کرے اور اس سے نہلوائے یا چھوٹا

لڑکا اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اُسے بتائے اور وہ نہلائے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:176، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غسلِ میت کیلئے پانی نہیں ملا

سوال: ایسی جگہ انتقال ہوا کہ پانی وہاں نہیں ملتا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی جگہ انتقال ہوا کہ پانی وہاں نہیں ملتا تو تیمم کرائیں اور نماز پڑھیں اور نماز کے بعد اگر قبل دفن پانی مل جائے تو نہلا کر نماز کا اعادہ کریں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وإذا مات الرجل فی السفر ولیس هناك ماء طاهر ییمم ویصلی علیه ۔۔رجل مات ولم یجدوا ماء فیمموه وصلوا علیه ثم وجدوا ماء غسل وصلی علیه ثانیا فی قول أبی یوسف -رحمه الله تعالی -

یعنی جب کوئی شخص سفر میں فوت ہو جائے اور وہاں پانی نہ ہو تیمم کرائے اور اس پر نماز پڑھیں۔کوئی فوت ہوا اور پانی نہ ملا تو تیمم کرادیں اور نماز پڑھیں پھر اگر پانی مل گیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول بموجب اس کو غسل دے کر دوبارہ نماز پڑھیں"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:176، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کافر باپ کا مسلمان بیٹا فوت ہو گیا

سوال: مسلمان کا انتقال ہوا اور اُس کا باپ کافر ہے تو کیا کریں؟

جواب: اُسے مسلمان ہی نہلائیں، اس کے کافر باپ کے قابو میں نہ دیں۔

"وینبغی ان لا یمکن الاب الکافر من القیام بغسل ابنه المسلم اذا

کما یفعله المسلمون ۔
یعنی کافر باپ کا مسلمان بیٹا فوت ہوا مسلمانوں کو چاہیے کہ اسے خود غسل دیں اور اس کے باپ کے قابو میں نہ دیں''
(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:176، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غسل میت کی نیت

سوال: کیا میّت سے غسل اُتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے میں نیت، ور فعل شرط ہے؟

جواب: میّت سے غسل اُتر جانے اور اس پر نماز صحیح ہونے میں نیت اور فعل شرط نہیں یہاں تک کہ مُردہ اگر پانی میں گر گیا، اس پر مینہ برسا کہ سارے بدن پر پانی بہہ گیا غسل ہو گیا مگر زندوں پر جو غسل میّت واجب ہے یہ اس وقت بری الذّمہ ہوں گے کہ نہلائیں لہٰذا اگر مردہ پانی میں ملا تو بہ نیت غسل اُسے تین بار پانی میں حرکت دیں کہ غسل مسنون ادا ہو جائے اور ایک بار حرکت دی تو واجب ادا ہو گیا مگر سنّت کا مطالبہ رہا اور بلا نیت نہلانے سے بری الذّمہ ہو جائیں گے مگر ثواب نہ ملے گا۔ مثلاً کسی کو سکھانے کی نیت سے میّت کو غسل دیا واجب ساقط ہو گیا مگر غسلِ میّت کا ثواب نہ ملے گا نیز غسل ہو جانے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ نہلانے والا مکلّف یا اہل نیت ہو لہٰذا نابالغ یا کافر نے نہلا دیا غسل ادا ہو گیا یونہی اگر عورتِ اجنبیہ نے مرد کو یا مرد نے عورت کو غسل دیا غسل ادا ہو گیا اگرچہ ان کا نہلانا، جائز نہ تھا۔

درمختار میں ہے۔

"و إن غسل الميت بغير نية أجزأ أى لطهارته لا لإسقاط الفرض عن ذمة المكلفين و لذا قال لو وجد ميت فى الماء فلا بد من غسله ثلاثا لأنا أمرنا بالغسل فيحركه فى الماء بنية الغسل ثلاثا فتح و تعليله يفيد أنهم لو صلوا عليه بلا إعادة غسله صح و إن لم يسقط وجوبه عنهم فتدبر۔

یعنی اگر میت کو بغیر نیت غسل دیا تو میت کے پاک ہونے کے واسطے کافی ہے لیکن جن پر غسل دینا واجب تھا ان پر وجوب باقی رہے گا، مصنف نے کہا: کہ اگر میت بہت سے پانی میں پائی گئی تو اس کو تین بار نہلانا ضروری ہے کیونکہ ہمیں نہلانے کا حکم ہے، پس اس میت کو تین بار غسل کی نیت سے پانی میں حرکت دے فتح ، اس کی علت یہ ہے کہ اگر لوگ اس پر نماز پڑھ لیں تو بلا اعادہ غسل نماز صحیح ہوگئی لیکن زندوں سے غسل کا وجوب ساقط نہیں ہوگا اچھی طرح غور کر لے"

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص :118، دار الکتب العلمیہ بیروت)

مسلمان میت کا مکمل دھڑ نہیں مِلا

سوال: اگر مسلمان کا میت مکمل دھڑ نہ ملے تو کیا کریں؟

جواب: کسی مسلمان کا آدھے سے زیادہ دھڑ ملا تو غسل وکفن دیں گے اور جنازہ کی نماز پڑھیں گے اور نماز کے بعد وہ باقی ٹکڑا بھی ملا تو اس پر دوبارہ نماز نہ پڑھیں گے، اور آدھا دھڑ ملا تو اگر اس میں سر بھی ہے جب بھی یہی حکم ہے اور اگر سر نہ ہو یا طول سے سر سے پاؤں تک دہنا یا بایاں ایک جانب کا حصہ ملا تو ان دونوں صورتوں میں نہ غسل ہے نہ کفن نہ نماز بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس يغسل ويكفن ويصلى عليه -وإذا صلى على الأكثر لم يصل على الباقي إذا وجد ,كذا في الإيضاح .وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقا طولا فإنه لا يغسل ولا يصلى عليه ويلف في خرقة ويدفن فيها

یعنی اگر میت کا اکثر بدن یا نصف سر کے ساتھ مل گیا تو غسل دیں گے اور کفن پہنائیں گے اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور جب اکثر دھڑ پر نمازِ جنازہ پڑھ لی پھر باقی حصہ بھی مل گیا تو اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اور اگر نصف دھڑ سر کے بغیر مِلا یا لمبائی کے رُخ آدھا بدن ملا، تو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:174، دار الکتب العلمیة بیروت)

معلوم نہیں کہ مسلمان ہے یا کافر

سوال: مُردہ مِلا اور یہ نہیں معلوم کہ مسلمان ہے یا کافر تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس کی وضع قطع مسلمانوں کی ہو یا کوئی علامت ایسی ہو جس سے مسلمان ثابت ہوتا ہے یا مسلمانوں کے محلّہ میں ملا تو غسل دیں اور نماز پڑھیں ورنہ نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ومن لا يدرى انه مسلم اؤ كافر فان كان عليه سيما المسلمين اؤ

فی بقاع دار الاسلام یغسل والا فلا

یعنی جس کا مسلمان یا کافر ہونا معلوم نہ ہو پس اگر کوئی مسلمان ہونے کی علامت ہو یا مسلمانوں کے علاقے میں پایا جائے تو اس کو غسل دیں ورنہ نہیں"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:174، دار الکتب العلمیة بیروت)

مسلمان مُردے کافر مُردوں میں مل گئے

سوال: مسلمان مُردے کافر مُردوں میں مل گئے تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان مُردے کافر مُردوں میں مل گئے تو اگر ختنہ وغیرہ کسی علامت سے شناخت کر سکیں تو مسلمانوں کو جُدا کر کے غسل وکفن دیں اور نماز پڑھیں اور امتیاز نہ ہوتا ہو تو اکثر کا اعتبار ہے یعنی اگر اکثر مسلمان ہوں تو غسل دیں اور نماز پڑھیں اور نماز میں خاص مسلمانوں کے لئے دُعا کی نیت کریں اور اگر برابر ہوں تو غسل دیں گے لیکن نماز نہ پڑھیں گے۔

درمختار میں ہے۔

"اختلط موتانا بکفار، ولا علامة اعتبر الاکثر، فإن استووا غسلوا۔
یعنی اگر ہمارے (مسلمانوں) کے مردے کفار کے مردوں کے ساتھ مل جائیں تو کثرت کا اعتبار کریں گے (جن کے مردے زیادہ تھے ان کے مطابق معاملات کریں گے) اگر دونوں کے مردے برابر تھے تو غسل دیں گے"

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص:118، دار الکتب العلمیة بیروت)

کافر مُردہ

سوال: کافر مُردے کو کیا کریں؟

جواب: کافر کی دو قسمیں ہیں (1) کافر اصلی (2) مُرتد۔

کافر اصلی: وہ جو ابتداء سے ہی کافر ہو۔ کافر کو اس کے مذہب والوں کے سپرد کر دے وہ جو چاہیں کریں۔ مسلمان ہاتھ نہ لگائیں، اس کے جنازے میں شریک نہ ہوں، اور اگر کوئی مسلمان اس کا انتہائی قریبی رشتہ دار ہے تو بلحاظِ قرابت شریک ہو سکتا ہے، مگر دور دور رہے۔ اور اگر اس کافر کے ہم مذہب نہ ہوں یا اس کو نہ لیں تو کافر مُردے کے لئے غسل وکفن ودفن کچھ نہیں بلکہ ایک چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دیں اور اگر مسلمان ہی اُس کا رشتہ دار ہے اور اس کا ہم مذہب کوئی نہ ہو یا لے نہیں اور بلحاظ قرابت غسل وکفن کرے تو جائز ہے مگر کسی امر میں سنت کا طریقہ نہ اپنائے بلکہ نجاست دھونے کی طرح اُس پر پانی بہائے اور چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبا دے۔

مرتد: وہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد کافر ہوا، یا اسلام کا دعویٰ تو کرے لیکن عقائد کفر رکھے۔ مرتد کافر کا حکم یہ ہے کہ مطلقاً نہ اُسے غسل دے نہ کفن بلکہ کُتے کی طرح کسی تنگ گڑھے میں دھکیل کر مٹی سے بغیر حائل کے دبا دیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں

"اس کے مذہب وملت والوں کو دے دیا جائے کہ جو چاہیں کریں، اور اگر کفار میں بھی کوئی نہ ملے تو جیفہ سگ کی طرح دفعِ عفونت کے لیے کسی گڑھے میں دبا دیں۔ تفصیل مسئلہ یہ ہے کہ کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ مرتد کو تو اصلاً نہ

غسل، نہ کفن، نہ دفن۔ (اور) نہ مسلمان کے ہاتھ سے (مرتد مردہ) کسی کافر کو دیا جائے اگرچہ وہ اسی کے مذہب کا ہو، اگرچہ اس کا باپ یا بیٹا ہو، بلکہ اس کا علاج وہی مردار کتے کی طرح دبا دینا ہے، اور کافر اصلی سے اگر مسلمان کو قرابت نہیں تو اس کے بھی کسی کام میں شریک نہ ہو بلکہ چھوڑ دیا جائے کہ اس کا عزیز قریب یا مذہب والے جو چاہے کریں، اور وہ بھی نہ ہوں تو (اس کا) علاج (یعنی اس کی میت سے سلوک) مثل علاج مرتد ہے (یعنی مرتد کی میت سے سلوک کی طرح ہے)، اور اگر مسلمان کو اس (کافر اصلی) سے قرابت قریبہ ہے تاہم جب کوئی (دوسرا) قریب (رشتے دار) کافر موجود ہو (تو) بہتر یہی ہے کہ (مسلمان رشتے دار) اس کی تجہیز میں شرکت نہ کرے، ہاں ادائے حقِ قرابت کے لئے اگر اسکے جنازہ کے ساتھ جنازہ سے دور دور چلا جائے تو مضائقہ نہیں، اور اگر مسلمان ہی قریب ہے کوئی کافر قرابت دار نہیں جب بھی مسلمان پر اس کی تجہیز و تکفین ضروری نہیں، اگر اس کے ہم مذہب کافروں کو دیدے یا بے غسل و کفن کسی گڑھے میں پھنکوادے، جائز ہے۔ اور اگر بلحاظ قرابت غسل و کفن و دفن کرے تو بھی اجازت ہے مگر کسی کام میں رعایت طریقہ مسنونہ نہ کرے، نجاست دھونے کی طرح پانی بہادے، کسی چیتھڑے میں لپیٹ کر تنگ گڑھے میں دبادے۔ رب انی اعوذبك من الكفر والكافرين (اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں کفر اور کافروں سے۔) در مختار میں ہے:

(يغسل المسلم ويكفن ويدفن قريبه) كخاله (الكافر الاصلي) اما المرتد فيلقى في حفرة كالكلب (عند الاحتياج) فلو له قريب فالاولى تركه لهم من غير مراعاة السنة) فيغسله غسل الثوب النجس

ویلفه فی خرقه ویلقیه فی حفرة اه اقو ولفظ البحر حفیرة اه قال الطحطاوی فی حاشیة المراقی ای بدون لحد ولا توسعة اه وفی الایضاح ومراقی الفلاح فی خرفة، والقاه فی حفرة من غیر وضع کالجیفة مراعاة لحق القرابة اودفع القریب الی اهل ملته، ویتبع جنازته من بعید، وفیه اشارة الی ان المرتد لایمکن منه احد لغسله لان لاملة له فیلقی کجیفة کلب فی حفرة اه مختصراوفی ردالمحتار قوله یغسل المسلم ای جواز لا ن من شروط وجوب الغسل کون المیّت مسلما الخ۔

اس عبارت کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر بیان کردیا گیا ہے۔

کشف الغطاء میں جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے:

اگر قریب نباشد دفع کردہ شود باہل دین او تاہر چہ خواہند بوے کنند۔ واللہ تعالٰی اعلم

یعنی اگر کوئی مسلمان قرابت دار نہ ہو تو اس کے اہل مذہب کو دے دیا جائے گا کہ اس کے ساتھ جو چاہیں کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9،ص:390 رضا فانڈیشن پاکستان)

میت کو ہاتھ لگانے سے کھال ادھڑتی ہے

سوال: میّت کا بدن کو ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے تو کیا کریں؟

جواب: میّت کا بدن اگر ایسا ہو گیا کہ ہاتھ لگانے سے کھال اُدھڑے گی تو ہاتھ نہ لگائیں صرف پانی بہادیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو کان المیت متفسخا یتعذر مسحه کفی صب الماء علیه ۔

اور اگر مردہ سڑ گیا ہو کہ اس کو چھو نہیں سکتے تو اس پر پانی بہا دینا کافی ہے"

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:176، دار الکتب العلمیة بیروت)

میت کے ناک، کان اور منہ میں روئی دینا

سوال: غسلِ میت کے بعد میت کے ناک کان منہ میں روئی دینا کیسا؟

جواب: نہلانے کے بعد اگر ناک کان منہ اور دیگر سوراخوں میں روئی رکھ دیں تو حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں۔

"ولا بأس بأن یجعل القطن علی وجهه

یعنی اور حرج نہیں کہ میت کے منہ پر روئی رکھ دی جائے"

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:174، دار الکتب العلمیة بیروت)

میت کے داڑھی یا سر کے بالوں میں کنگی کرنا

سوال: کیا میت کی داڑھی یا سر کے بالوں میں کنگھی کر سکتے ہیں؟

جواب: میّت کی داڑھی یا سر کے بال میں کنگھا کرنا یا ناخن تراشنا یا کسی جگہ کے بال مونڈنا یا کترنا یا اُکھاڑنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جس حالت پر ہے اُسی حالت میں دفن کر دیں ہاں اگر ناخن ٹوٹا ہوا ہو تو جدا کر سکتے ہیں اور اگر ناخن یا بال تراش لئے تو کفن میں رکھ دیں۔

عالمگیری میں ہے۔

"ولا یسرح شعر المیت ولا لحیته ولا یقص ظفره ولا شعره، ولا یقص شاربه ولا ینتف إبطه ولا یحلق شعر عانته ویدفن بجمیع ما کان علیه وإن کان ظفره منکسرا فلا بأس بأن یأخذه۔

یعنی میت کے بالوں اور داڑھی میں کنگھی نہ کریں، ناخن اور بال نہ تراشیں اور مونچھیں بھی نہ تراشیں اور نہ بغلوں کے بال اکھاڑیں اور نہ زیر ناف بال مونڈیں، اور جس حالت میں ہو اسی طرح دفن کر دیں، اور اگر ناخن ٹوٹا ہوا ہو تو اس کو جدا کرنے میں حرج نہیں

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج: 1، ص: 174، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میت کو سُرمہ لگانا

سوال: غسل کے بعد میت کو سرمہ لگانا کیسا؟

جواب: عمدۃ المحققین حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ حبیب الفتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

میت کو غسل دینے کے بعد سرمہ لگانا نہ چاہیے۔ چونکہ میت کو نہ زینت کی ضرورت ہے نہ آنکھوں کی حفاظت کی حاجت ہے لہٰذا یہ فعل عبث ہے۔ سرمہ میت کو ہرگز نہ لگایا جائے واللہ تعالیٰ اعلم

(حبیب الفتاویٰ، کتاب الصلوۃ، باب الجنائز، ص: 545، شبیر برادرز لاہور)

میت کے ہاتھ کہاں رکھیں

سوال: میت کے دونوں ہاتھ کہاں رکھنے چاہیے؟

جواب: میت کے دونوں ہاتھ کروٹوں میں رکھیں سینہ پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ

ہے۔ بعض لوگ ناف کے نیچے نماز کی طرح ہاتھ رکھتے ہیں یہ بھی درست نہیں۔

درمختار میں ہے۔

"ویوضع یداہ فی جانبیہ لا علی صدرہ لانہ من عمل الکفار.
یعنی میت کے دونوں ہاتھ اس کی کرٹوں میں رکھیں سینے پر نہ رکھیں کہ یہ کفار کا طریقہ ہے"

(الدرمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ج:3 ص:105)

بعدِ غسل گھڑے توڑنا

سوال: میت کے غسل کیلئے نئے گھڑے لانا اور بعدِ غسل توڑ دینا کیسا؟

جواب: بعض جگہ دستور ہے کہ عموماً میت کے غسل کے لئے نئے برتن لاتے ہیں، یہ ضروری نہیں بلکہ گھر کے استعمالی برتن جگ، لوٹے سے بھی غسل دے سکتے ہیں اور بعض یہ جہالت کرتے ہیں کہ غسل کے بعد گھڑے توڑ ڈالتے ہیں یہ ناجائز وحرام ہے کہ مال ضائع کرنا ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ نجس ہو گئے تو یہ بھی فضول و ناجائز بات ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ

ترجمہ: بے اللہ عزّ وجلّ کو تمہارے لئے تین چیزیں سخت ناپسند ہیں، فضول بکواس کرنا، مال ضائع کرنا اور سوال کی کثرت۔

(الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ لا یسألون، ص:412، الرقم الحدیث:1477، دار المعرفۃ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اسی طرح کے سوال کے جواب

میں فتاویٰ رضویہ فرماتے ہیں۔

''گناہ ہے کہ بلاوجہ تضیعِ مال ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائیں تاہم پاک کر لینا ممکن۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ان اللہ کرہ لکم ثلثا" تین باتیں تمہارے لئے ناپسند رکھتا ہے۔''قیل وقال و کثرۃ السؤال و اضاعۃ المال فضول" فضول بحث اور سوال کی کثرت اور مال کی اضاعت۔ رواہ الشیخان وغیرھما۔

اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آ گئی تو یہ خیال اوہامِ کفارِ ہند سے بہت ملتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(ملخصاً ماخوذ از فتاویٰ رضویہ مخرجہ ج9 ص98 رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

غسلِ میت کا برتن قبر کی پائنتی پر رکھنا

سوال: میّت کو نہلانے کے واسطے جو برتن استعمال کیا اُس کو قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھنا یا مسجد میں رکھنا کیسا؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ فرماتے ہیں۔

''قبر کے اوپر سرہانے یا پائنتی رکھنا تو فضول ہے اور مسجدوں میں رکھنا اگر نیت یہ ہو کہ نمازیوں کا آرام پہنچے گا اور اُس کا مُردے کو ثواب تو یہ اچھی نیت ہے اور رکھنا بہتر اور اگر یہ خیال ہو کہ گھر میں رکھنا نحوست ہے تو یہ نری حماقت اور بعض لوگ گھڑے کا پانی پھینک دیتے ہیں یہ بھی حرام ہے''

(ملخصاً ماخوذ از فتاویٰ رضویہ مخرجہ ج9 ص99 رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

تیسراباب:

کفن کا بیان

کفن کا حکم

سوال: میت کے کفن کا کیا حکم ہے؟

جواب: ”وھو فرض علی الکفایة ،یعنی میت کوکفن دینافرض کفایہ ہے“

کفن کے درجے

کفن کے تین درجے ہیں۔

(1)ضرورت (2) کفایت (3)سنت

کفنِ سنت

مرد کے لئے سنت تین کپڑے ہیں۔

(1)لفافہ (2) اِزار (3)قمیص

اور عورت کے لئے پانچ۔

(1)لفافہ (2)ازار (3)قمیص (4)اوڑھنی (5)سینہ بند

کفنِ کفایت

کفنِ کفایت مرد کے لئے دو کپڑے ہیں۔

(1)لفافہ(2)اِزار

عورت کے لئے تین کپڑے ہیں:

(1)لفافہ(2)اِزار(3)اوڑھنی

یا

(1)لفافہ(2)قمیص(3)اوڑھنی۔

کفن ضرورت

کفن ضرورت دونوں کے لئے یہ کہ جو میسّر آئے اور کم از کم اتنا تو ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے۔

(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز، ج 1، ص:176، دارالكتب العلمية بيروت)

کفن کی تفصیل

(1) **لفافہ:** یعنی چادر کی مقدار یہ ہے کہ میّت کے قد سے اس قدر زیادہ ہو کہ دونوں طرف باندھ سکیں

(2) **ازار:** یعنی تہبند سر سے قدم تک یعنی لفافہ سے اتنی چھوٹی کہ جو بندش کے لئے زائد تھا وہ نہ ہو۔

(3) **قمیص:** جس کو کفنی کہتے ہیں گردن سے گھٹنوں کے نیچے تک اور یہ آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہوں اور جاہلوں میں جو رواج ہے کہ پیچھے سے کم رکھتے ہیں یہ

غلطی ہے۔ چاک اور آستینیں اس میں نہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کفنی میں فرق ہے مرد کی کفنی کندھے پر چیریں اور عورت کے لئے سینہ کی طرف۔

(4) **اوڑھنی** : تین ہاتھ کی ہوئی چاہئے یعنی ڈیڑھ گز۔

(5) **سینہ بند**: پستان سے ناف تک اور بہتر یہ ہے کہ ران تک ہو۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج 1، ص 176، دار الکتب العلمیة بیروت)

بلاوجہ کفنِ کفایت سے کم کرنا

سوال: بلاوجہ کفنِ کفایت سے کم کرنا کیسا؟

جواب: بلاضرورت کفن کفایت سے کم کرنا ناجائز و مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے۔ ویکرہ اقل من ذالك۔

یعنی کفنِ کفایت سے کم کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، ص: 118، دار الکتب العلمیة بیروت)

ورثاء میں کفن کے بارے میں اختلاف ہو گیا

سوال: اگر ورثہ میں اختلاف ہو گیا کہ کوئی دو کپڑوں کے لئے کہتا ہے کوئی تین کے لئے تو کیا کریں؟

جواب: تین کپڑے دیئے جائیں گے کہ یہ سنت ہے یا یوں کیا جائے گا کہ اگر مال زیادہ ہے اور وارث کم تو کفنِ سنت دیں اور مال کم ہے وارث زیادہ تو کفنِ کفایت۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔

وإذا اختلفت الورثة فی التكفين فقال بعضهم :يكفن فی ثوبين

وقال بعضهم :في ثلاثة كفن في ثلاثة ;لأنه المسنون

یعنی جب وارثوں میں کفن دینے میں اختلاف ہو بعض کہیں کہ دو کپڑوں کا کفن دیں اور بعض کہیں کہ تین کپڑوں کا کفن دیں تو تین کپڑوں کا کفن دیں، اس لئے کہ یہ سنت ہے۔

(الفتاوى الهندية، كتاب الصلوة،الباب الحادي والعشرون في الجنائز،ج:1،ص:176،دار الكتب العلمية بيروت)

کفن کا کپڑا کیسا ہو؟

سوال: کفن کے کپڑے کا معیار کیسا ہو؟

جواب: کفن سفید اور اچھا ہونا چاہیے یعنی مرد عیدین و جمعہ کے لئے جیسے کپڑے پہنتا تھا اور عورت جیسے کپڑے پہن کر میکے جاتی تھی اُس قیمت کا ہونا چاہیے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ

سفید کپڑے پہنا کرو! کیونکہ یہ تمہارے کپڑوں میں سے بہترین ہے، اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

(الجامع الترمذي، كتاب الجنائز،باب ما يستحب من الأكفان ،ص:420،الرقم الحديث:994،دار المعرفة بيروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ويكفن بكفن مثله وهو أن ينظر إلى مثل ثيابه في الحياة لخروج العيدين وفي المرأة ينظر إلى ما تلبس إذا خرجت إلى زيارة أبويها ـ

یعنی مرد کو ایسا کفن دینا چاہیے جیسا وہ اپنی زندگی عید کے دن لباس پہن نکلتا

تھا۔اور عورت کو ایسا کفن پہنانا چاہیے جیسا لباس پہن کر وہ اپنے ماں باپ کی طرف جایا کرتی تھی۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ج 1، ص 176، دار الكتب العلمية بيروت)

جائز اور ناجائز کفن

سوال: مرد اور عورت کو کون سے کپڑے کا کفن دینا جائز ہے اور کون سا ناجائز؟

جواب: کسم یا زعفران کا رنگا ہوا ریشم کا کفن مرد کو ممنوع ہے اور عورت کے لئے جائز یعنی جو کپڑا زندگی میں پہن سکتا ہے اُس کا کفن دیا جا سکتا ہے اور جو زندگی میں ناجائز اُس کا کفن بھی ناجائز۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

,ولا بأس بالبرود والكتان والقصب وفي حق النساء بالحرير والإبريسم والمعصفر والمزعفر ويكره للرجال ذلك وأحب الأكفان الثياب البيض ,هكذا في النهاية والخلق والجديد في التكفين سواء. ,وكل ما يباح للرجال لبسه في حال الحياة يباح تكفينه بعد الوفاة وما لا يباح له لبسه حال الحياة لا يباح تكفينه بعد الوفاة ,

یعنی اور برد اور کتان اور قصب اور عورتوں کے کیلئے حریر، ریشمی، اور کسم کے رنگ اور زعفران کے رنگ کا کفن دینے میں حرج نہیں، مردوں کیلئے مکروہ ہے اور بہتر یہ کہ کفن کے کپڑے سفید ہوں۔ نئے اور پرانے کپڑے کا کفن برابر ہے، مردوں کو زندگی جو کپڑا پہننا جائز ہے اس کا کفن دینا بھی جائز ہے اور جس

کا زندگی میں پہننا جائز نہیں اس کا کفن دینا بھی جائز نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج 1، ص 177، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خنثیٰ مشکل کا کفن

سوال: خنثیٰ مشکل کو کون سا کفن دیا جائے گا؟

جواب: خنثیٰ مشکل عورت کی طرح پانچ کپڑے دیئے جائیں مگر کسم یا زعفران کا رنگا ہوا اور ریشمی کفن اسے ناجائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والخنثی یکفن کما تکفن المرأۃ احتیاطا ویجنب الحریر والمعصفر والمزعفر ۔

یعنی اور خنثیٰ مشکل کو احتیاطاً عورت کی طرح کا ہی کفن دیا جائے لیکن ریشمی، کسم کا اور زعفرانی رنگ کے کپڑے سے اجتناب کیا جائے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:176، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کفن پہنانے کا طریقہ

میّت کو غسل دینے کے بعد بدن کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ لیں کہ کفن تر نہ ہو اور کفن کو ایک یا تین یا پانچ یا سات بار دھونی دے لیں اس سے زیادہ نہیں پھر یہ کفن یُوں بچھائیں کہ پہلے بڑی چادر پھر تہبند پھر کفنی پھر میّت کو اس پر لٹائیں اور کفنی پہنائیں اور داڑھی اور تمام بدن پر خوشبو ملیں، سب خوشبوئیں لگائیں مگر مرد کے زعفران اور ورس نہ لگائیں (عورت کے لگانے میں حرج نہیں) اور

مواضع سجود یعنی ماتھے ناک ہاتھ گھٹنے قدم پر کافور لگائیں پھر اِزار یعنی تہبند لپیٹیں پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں طرف سے پھر لفافہ لپیٹیں پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے تاکہ دہنا اوپر رہے اور سر اور پاؤں کی طرف باندھ دیں کہ اُڑنے کا اندیشہ نہ رہے عورت کو کفنی پہنا کر اُس کے بال کے دو حصے کر کے کفنی کے اوپر سینہ پر ڈال دیں اور اوڑھنی نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر منہ پر مثل نقاب ڈال دیں کہ سینہ پر رہے کہ اُس کی لمبائی نصف پشت سے سینہ تک رہے اور چوڑائی ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے اور یہ جو لوگ کیا کرتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُڑھاتے ہیں یہ محض بیجا و خلافِ سُنت ہے پھر بدستور ازار و لفافہ لپیٹیں پھر سب کے اُوپر سینہ بند بالائے پستان سے ران تک لا کر باندھیں۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ج:1، ص:177، دار الكتب العلمية بيروت)

بچوں کا کفن

سوال: بچوں کے کفن کا حکم ہے؟

جواب: جو نابالغ حدِ شہوت تک کو پہنچ گیا وہ بالغ کے حکم میں ہے یعنی بالغ کو کفن میں جتنے کپڑے دیئے جاتے ہیں اسے بھی دیئے جائیں۔ اور اس سے چھوٹے لڑکے کو ایک کپڑا اور چھوٹی لڑکی کو 2 کپڑے دے سکتے ہیں اور اگر لڑکے کو بھی 2 کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کو پورا کفن دیں اگرچہ ایک دن کا بچہ ہو۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''نابالغ اگر حدِ شہوت کو پہنچ گیا ہے جب تو اس کا کفن جوان مرد و عورت کی مثل ہے، اور یہ حکم یعنی حدِ شہوت کو پہنچنا پسر (لڑکا) میں 12 بارہ اور دختر (لڑکی) میں نو 9 برس کی عمر کے بعد نہیں رکتا، اور ممکن کہ کبھی اس سے پہلے بھی حاصل ہو جائے جبکہ جسم نہایت قوی اور مزاج گرم اور حرارت جوش پر ہو۔ لڑکوں میں یہ عورتوں کی طرف رغبت کرنے لگے اور لڑکیوں میں یہ کہ اُسے دیکھ کر مردوں کو اس کی طرف میل پیدا ہو۔ جو بچے اس عمر و حالت کو نہ پہنچیں اُن میں پسر (لڑکے) کو ایک اور دختر (لڑکی) کو دو کپڑوں میں کفن دیں تو کوئی حرج نہیں، اور پسر (لڑکے) کو دو 2، دختر کو تین 3 دیں تو اچھا ہے۔ اور دونوں کو پورا کفن مرد و عورت کا دیں تو سب سے بہتر''

(ملخصاً [illegible] فتاوی رضویہ مخرجہ ج 9 ص 100 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مردہ پیدا ہوئے بچے کا کفن

سوال: مردہ پیدا ہوئے بچے کے کفن کا حکم کیا ہے؟

جواب: جو بچہ مردہ پیدا ہوا یا ناتمام پیدا ہوا اس کو مسنون کفن نہیں دیا جائے گا بلکہ ویسے ہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''اور جو بچہ مردہ پیدا ہو یا کچا گر گیا اُسے بہر طور ایک ہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے کفن نہ دیں''

([illegible] فتاوی رضویہ مخرجہ ج 9 ص 100 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں۔

"والسقط یلف ولا یکفن" "یعنی اور نا تمام بچے کو کسی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے، کفن نہ دیا جائے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوۃ،باب صلوۃ الجنازۃ،ص:118،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

فتاویٰ شامی میں ہے۔قولہ والسقط یلف وکذامن ولد میتا۔

ترجمہ: قولہ نا تمام بچہ......یہی حکم اس کا بھی ہے جو مُردہ پیدا ہوا۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ،باب صلوۃ الجنائز،ج:1،ص:580،ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر)

پُرانے کپڑے کا کفن

سوال: کیا کفن پرانے کپڑے کا بھی ہوسکتا ہے؟

جواب: پُرانے کپڑے کا بھی کفن ہوسکتا ہے مگر پُرانا ہو تو دُھلا ہوا ہو کہ کفن ستھرا ہونا مرغوب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"والخلق والجدید فی التکفین سواء
یعنی اور پرانا اور نیا کپڑا کفن میں برابر ہے"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوۃ،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،ج:1،ص:176،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

میّت نے مال نہ چھوڑا تو کفن کس کے ذمہ

سوال: میّت نے مال نہ چھوڑا تو کفن کس کے ذمہ ہے؟

جواب: میّت نے مال نہ چھوڑا تو کفن اس کے ذمہ ہے جس کے ذمہ زندگی میں نفقہ تھا۔

درمختار میں ہے۔

"و کفن من لامال له علی من یجب علیه نفقته و ان تعددو افعلی قدر میراثهم

یعنی اور جس میّت کا مال نہ ہواس کا کفن اسی کےذ مے ہے جس کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہے۔اگر ایسے شخص کئی ہوں تو پھر موافقِ میراث ہوگا"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،ص :119،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ایسا کوئی نہیں جس پر نفقہ واجب تھا

سوال: اگرکوئی ایسا شخص نہیں جس پرنفقہ واجب ہوتا ہو یا ایسا شخص تو ہے مگر نادار ہےتو کیا حکم ہے؟

جواب: اگرکوئی ایسا نہیں جس پرنفقہ واجب ہوتا، یا ہے مگر نادار ہےتو بیت المال سے دیا جائے اور بیت المال بھی وہاں نہ ہو جیسے غیر مسلم ممالک میں یا کئی مسلم ممالک میں بھی تو وہاں کے مسلمانوں پر کفن دینا فرض ہے۔ لہٰذا اگرلوگوں کو معلوم تھا اورانہوں نے کفن نہ دیا تو سب گنہگار ہوں گےاور اگران لوگوں کے پاس دینے کیلئے مال ہی نہ ہوتو ایک کپڑا کہیں سے مانگ کر میت کوکفن دیدیں۔

علامہ حصکفی درِمختار میں فرماتے ہیں۔

"ان لم یکن ثمة من تجب علیه نفقته ففی بیت المال فان لم یکن بیت المال معموراً او منتظماً فعلی المسلمین تکفینه فان یقدروا سالوا الناس له ثوبا

یعنی اگرایسا شخص موجود نہ ہوجس پر میّت کا نفقہ واجب ہےتو میّت کا کفن بیت المال میں ہےاوراگر بیت المال نہ ہوتو میّت کا کفن عام مسلمانوں (جن کواس

میت کا حال معلوم ہے) پر واجب ہے اور اگر بسبب مفلسی وہ نہ دے سکیں تو وہ اور لوگوں سے ایک کپڑے کی قدر سوال کرلیں''

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص :118، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک کپڑے سے زیادہ مانگنا

سوال: ایک کپڑے سے زیادہ یعنی کفنِ کفایت یا کفنِ سنت کا سوال کرنا کیسا؟

جواب: ضرورتاً صرف ایک کپڑے کا سوال کر سکتے ہیں ایک کپڑے سے زیادہ کا سوال کرنا جائز نہیں، ہاں دینے والا اگر خود ہی کفنِ کفایت یا کفنِ سنت دیدے، ضرور ثواب پائے۔

سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاوی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''جاہل محتاج جب اُن کا مورث محتاج مرتا ہے لوگوں سے پورے کفن کا سوال کرتے ہیں، یہ حماقت ہے، ضرورت سے زیادہ سوال حرام اور ضرورت کے وقت کفن میں ایک کپڑا کافی، بس اسی قدر مانگیں اس سے زائد مانگنا جائز نہیں۔ ہاں ان کو بے مانگے جو مسلمان بہ نیتِ ثواب پُورا کفن محتاج کے لئے دے گا اللہ عزوجل سے پُورا ثواب پائے گا''

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:100 رضا فانڈیشن پاکستان)

عورت اور شوہر کا کفن

سوال: عورت کا کفن کس کے ذمہ ہے؟

جواب: عورت نے اگرچہ مال چھوڑا تب بھی اُس کا کفن شوہر کے ذمہ ہے بشرطیکہ موت کے وقت کوئی ایسی بات نہ پائی گئی جس سے عورت کا نفقہ شوہر پر سے

ساقط ہو جاتا ہو، اگر شوہر مرا اور اس کی عورت مالدار ہے جب بھی عورت پر کفن واجب نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"علی قول أبی یوسف رحمه الله تعالی یجب الکفن علی الزوج وإن ترکت مالا وعلیه الفتوی .ولو مات الزوج ولم یترك مالا وله امرأۃ موسرۃ فلیس علیها کفنه بالإجماع ،

یعنی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق عورت کا کفن شوہر پر واجب ہے، اگرچہ عورت نے مال چھوڑا ہو اور اگر شوہر فوت ہوا اور اس نے مال نہ چھوڑا اور اس کی زوجہ مالدار ہے پھر بھی اس واجب نہیں کہ وہ شوہر کو کفن دے اس پر اجماع ہے"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:176، دار الکتب العلمیہ بیروت)

جس پر کفن واجب ہو وہ کون سا کفن دے گا؟

سوال: جس پر کفن واجب ہو وہ کون سا کفن دے گا؟

جواب: جو کچھ کہا گیا کہ فلاں پر کفن واجب ہے اس سے مراد کفنِ شرعی ہے یونہی باقی سامان تجہیز مثلاً خوشبو اور غسال اور لے جانے والوں کی اُجرت اور دفن کے مصارف سب میں شرعی مقدار مراد ہے، باقی اور باتیں اگر میّت کے مال سے کی گئیں اور ورثہ بالغ ہوں اور سب وارثوں نے اجازت بھی دیدی ہو تو جائز ہے ورنہ خرچ کرنے والے کے ذمہ ہے۔

أن الواجب علیه تکفینها وتجهیزها الشرعیان من کفن السنة أو

الکفایة

یعنی جس پر تجہیز وتکفین واجب ہے اس پر شرعی مقدار واجب ہے کفن سنت ہو یا کفایہ۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی کفن الزوجۃ علی الزوج، ج 3ص 119)

کسی لئے ہوئے کفن سے کچھ بچ گیا

سوال: کفن کیلئے سوال کر کے لائے اس میں سے کچھ بچ رہا تو بچی ہوئی رقم کا کیا کریں؟

جواب: اگر معلوم ہو کہ کس سے لیا تھا تو اس کو واپس کر دیں اور اگر معلوم نہ ہو یا وہ واپس نہ لے تو اس میّت کی طرح کسی اور مفلس کے کفن میں صرف کر دیں اور اگر وہ بھی نہ ہو تو کسی فقیر کو صدقہ کر دیں۔

علامہ حصکفی درّ مختار میں فرماتے ہیں۔

"فان فضل شیٔ رد للمصدق ان علم و الا کفن به مثله و الا تصدق به

یعنی پس اگر مانگے ہوئے کفن سے بچ جائے تو اگر معلوم ہے کہ فلاں نے دیا ہے تو اُسے واپس کر دیں ورنہ دوسرے محتاج کے کفن میں صرف کر دیں یہ بھی نہ ہو تو تصدق کر دیں"

(الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص:118، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ایک ہی کپڑا ہے

سوال: میّت ایسی جگہ ہے کہ وہاں صرف ایک شخص ہے اور اُس کے پاس صرف ایک ہی کپڑا ہے تو وہ کیا کرے؟

جواب: اُس پر یہ لازم نہیں کہ اپنے کپڑے کو کفن کر دے کیونکہ زندہ کو مردہ سے زیادہ حاجت ہے۔

علامہ حصکفی درّ مختار میں فرماتے ہیں۔

"ولو كان في مكان ليس فيه الا واحد و ذالك الواحد ليس له الا ثوب لايلزم تكفينه به

یعنی: اگر میت ایسی جگہ ہے کہ اس کے پاس صرف ایک ہی شخص ہے اور اس شخص کے پاس ایک ہی کپڑا ہے تو اس پر لازم نہیں کہ وہ اس کو اس ایک کپڑے میں کفن دے"

(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، ص:119، دار الكتب العلمية بيروت)

زکوٰۃ کی رقم سے کفن بنانا

سوال: زکوٰۃ کی رقم سے کفن بنانا کیسا؟

جواب: زکوٰۃ کیلئے تملیکِ فقیر شرط ہے۔ زکوٰۃ کا فقیر کو مالک بنائے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اگرچہ کتنے ہی نیک کاموں میں خرچ ہو جائے لہٰذا زکوٰۃ کی رقم سے کفن بنانا جائز نہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ فرماتے ہیں۔

"زکوٰۃ کا رکن تملیکِ فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کارِ حسن ہو جیسے تعمیرِ مسجد یا تکفینِ میت یا تنخواہِ مدرسانِ علم دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی"

(العطايا النبويه في الفتاوى الرضويه المخرجه، ج:10، ص:269 رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

مُردے کا کفن چوری ہوگیا اور لاش تازہ ہے

سوال: مُردے کا کفن چوری ہوگیا اور لاش تازہ ہے تو کیا کریں؟

جواب: اگر مُردہ کا کفن چوری ہوگیا اور لاش ابھی تازہ ہے تو پھر دوبارہ کفن دیا جائے۔ اگر میت کا مال بدستور ہے تو اس سے کفن دیا جائے اور اگر مال تقسیم ہوگیا تو ورثہ کے ذمہ کفن دینا ہے۔ اور اگر مال وصیت یا قرض میں دیا گیا تو ان لوگوں پر ذمہ کفن نہیں اور اگر کل ترکہ قرض میں مستغرق ہے اور قرض خواہوں نے ابھی قبضہ نہیں کیا ہو تو اِسی مال سے دیں اور اگر قرض خواہوں نے قبضہ کرلیا تو اُن سے واپس نہ لیں گے بلکہ کفن اُس کے ذمہ ہے کہ مال نہ ہونے کے صورت میں جس کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر صورت مذکورہ میں لاش پھٹ گئی تو کفن مسنون کی حاجت نہیں ایک کپڑا ہی کافی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وإن سرق كفنه وهو طرى كفن كفنا ثانيا من ماله فإن قسم فعلى الورثة دون الغرماء وأصحاب الوصايا ولو لم تفضل التركة من الدين فإن لم يقبض الغرماء ديونهم بدء بالكفن وإن قبضوا لا يسترد منهم شيء وإن تفسخ كفاه ثوب واحد ـ

یعنی اگر مُردہ کا کفن چوری ہوگیا اور لاش ابھی تازہ ہے تو پھر کفن دیا جائے اگر میت کا مال بدستور ہے تو اس سے اور تقسیم ہوگیا تو ورثہ کے ذمہ کفن دینا ہے وصیت یا قرض میں دیا گیا تو ان لوگوں پر نہیں اور اگر کل ترکہ دَین میں مستغرق

ہے اور قرض خواہوں نے اب تک قبضہ نہ کیا ہو تو اسی مال سے دیں اور قبضہ کرا لیا تو اُن سے واپس نہ لیں گے بلکہ کفن اُس کے ذمہ ہے کہ مال نہ ہونے کی صورت میں جس کے ذمہ ہوتا ہے اور اگر صورت مذکورہ میں لاش پھٹ گئی تو کفن مسنون کی حاجت نہیں ایک کپڑا ہی کافی ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:177، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

کفن کے اوپر سے ایک چادر اُڑھانا

سوال: کفنِ مسنون کے علاوہ اوپر سے ایک چادر اُڑھانا اور جائے نماز نکالنا کیسا؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتابِ باکمال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

"پاک و ہند میں عام رواج ہے کہ کفنِ مسنون کے علاوہ اوپر سے ایک چادر اُڑھاتے ہیں وہ تکیہ دار یا کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہیں ایک جانماز ہوتی جس پر امام جنازہ کی نماز پڑھاتا ہے وہ بھی تصدق کرتے ہیں اگر یہ چادر و جانماز میت کے مال سے نہ ہوں بلکہ کسی نے اپنی طرف سے دیا ہے (اور عادۃً وہی دیتا ہے جس نے کفن دیا بلکہ کفن کے لیے جو کپڑا لایا جاتا ہے وہ اسی انداز سے لایا جاتا ہے کہ جس میں یہ دونوں بھی ہو جائیں) جب تو ظاہر ہے کہ اس کی اجازت ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر میت کے مال سے ہے تو دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ ورثاء سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت سے ہو جب بھی جائز

ہے اور اگر اجازت نہ دی تو جس نے میت کے مال سے منگوایا اور تصدق کیا اس کے ذمہ یہ دونوں چیزیں ہیں یعنی ان میں جو قیمت صرف ہوئی ترکہ میں شمار کی جائے گی اور وہ قیمت خرچ کرنے والا اپنے پاس سے دے گا۔

دوسری صورت یہ کہ ورثاء میں کل یا بعض نابالغ ہیں تو اب وہ دونوں چیزیں ترکہ سے ہرگز نہیں دی جاسکتیں اگر چہ اس نابالغ نے اجازت بھی دیدی ہو کہ نابالغ کے مال کو صرف کر لینا حرام ہے۔ لوٹے، گھڑے ہوئے خاص میت کے نہلانے کے لئے خریدے تو اس میں یہی تفصیل ہے، تیجہ، دسواں، چالیسواں، ششماہی، برسی کے مصارف میں بھی یہی تفصیل ہے کہ اپنے مال سے جو چاہے خرچ کرے اور میت کو ثواب پہنچائے اور میت کے مال سے یہ مصارف اسی وقت کئے جائیں کہ سب وارث بالغ ہوں اور سب کی اجازت ہو ورنہ نہیں، مگر جو بالغ ہو اپنے حصہ سے کرسکتا ہے۔ ایک صورت اور بھی ہے کہ میت نے وصیت کی ہو تو دَین ادا کرنے کے بعد جو بچے اس کی تہائی میں وصیت جاری ہوگی۔ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں یا ناواقف کہ اس قسم کے تمام مصارف کر لینے کے بعد اب جو باقی رہتا ہے اسے ترکہ سمجھتے ہیں۔ ان مصارف میں نہ وارث سے اجازت لیتے ہیں نہ نابالغ وارث ہونا مضر جانتے ہیں اور یہ سخت غلطی ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ تیجہ وغیرہ کو منع کیا جاتا ہے کہ یہ تو ایصالِ ثواب ہے اس سے کون منع کرے گا۔ منع وہ کرے جو وہابی ہو بلکہ ناجائز طور پر جو اُن میں صرف کیا جاتا ہے اس سے منع کیا جاتا ہے، کوئی اپنے مال سے کرے یا ورثاء بالغین ہی ہوں ان سے اجازت لے کر کرے تو ممانعت نہیں۔

(بہار شریعت، کتاب الجنائز، کفن کا بیان، ج 1 ص 821 مکتبۃ المدینہ، کراچی پاکستان)

کفن میں سرمہ، کنگھی رکھنا

سوال: کفن میں تہبند، رومال، سرمہ، کنگھی رکھنا کیسا؟

جواب: کفن میں اضافی تہبند، رومال رکھنا ناجائز وممنوع اور سرمہ کنگھی رکھنا بدعت قبیحہ اور حرام ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ فرماتے ہیں۔

''مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے سنت ہیں اور عورت کے لیے پانچ۔ ان کے سوا کفن میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت وممنوع ہے۔ سُرمہ، کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے''

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:608، رضا فانڈیشن پاکستان)

کفن میں تبرکات رکھنا

سوال: کفن میں غلافِ کعبہ کا چھوٹا ٹکڑا یا کوئی اور تبرک رکھنا کیسا؟

جواب: جائز ومستحسن ہے۔

حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا روایت ہے۔

دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتْ ابْنَتُهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ فَإِذَا فَرَغْتُنَّ فَآذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ فَأَعْطَانَا حِقْوَهُ فَقَالَ أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ تَعْنِي إِزَارَهُ

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا خالص پانی یا بیر کے پتے جوش دیئے ہوئے پانی سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو، اور اگر ضرورت دیکھو تو اس سے زیادہ اور آخر میں کافور لگاؤ اور جب غسل دینے سے فارغ ہو تو مجھے خبر دینا۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم غسل دے کر فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند مبارک عنایت فرمایا کہ اس کے بدن سے متصل رکھو۔

(الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت و وضوئه، ص:357، الرقم الحدیث:1253، دار المعرفة بیروت)

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

هو أصل في التبرك بآثار الصالحين

یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

(عمدة القاری شرح بخاری، ج:4، ص:46)

علامہ قسطلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

"انما فعل ذالك لينا لها بركة ثوبه

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لئے کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس مبارک کی برکتیں انہیں پہنچیں"

(شرح بخاری لقسطلانی، ج:2، ص:215)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی:1052ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"هذا الحديث اصل في التبرك بآثار الصالحين ولباسهم كما يفعله بعض مريدى المشائخ من لبس اقمصتهم فى القبر"

یہ حدیث صالحین کے آثار اور ان کے لباس سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں اصل اور دلیل ہے۔ جیسا کہ مشائخ کے بعض مریدین ان کی قمیص کا کفن پہنتے ہیں۔

(لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،باب غسل المیت،الفصل الاول ،ج:4،ص:318)

حضرت سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جَاءَتْ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ فَقِيلَ لَهُ نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ اكْسُنِيهَا فَقَالَ نَعَمْ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهُ۔

یعنی سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خوبصورت بُنی ہوئی حاشیہ والی چادر لائی، کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون سی چادر تھی؟ عرض کیا گیا کہ وہ تہبند تھا۔ فرمایا: ہاں، پھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے مزید حدیث بیان کی کہ اُس عورت نے عرض کیا کہ میں نے یہ خوبصورت چادر بُنی ہے اور آپ کو پہننے کے لئے پیش کرتی ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی خوشی سے قبول فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تہبند کی صورت میں پہن کر باہر تشریف لائے تو

فلاں صحابی نے اس تہبند کی تحسین کی اور عرض کیا یہ کتنی اچھی ہے، مجھے عطا فرما دیجئے۔ اس پر حاضرین نے اسے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا، حضور ﷺ نے خود اپنے لئے پسند فرمائی تھی اور تو نے یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ آپ ﷺ کسی سائل کو مایوس نہیں فرماتے، سوال کرلیا۔ اس نے جواب میں کہا: کہ خدا کی قسم میں نے اسے پہننے کے لئے نہیں بلکہ اپنے کفن کے لئے طلب کیا ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ وہ چادر مبارک اس سائل صحابی کا کفن بنی۔

(الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من استعد الکفن، ص:362، الرقم الحدیث:1277، دار المعرفة بیروت)

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔

فیہ التبرک بآثار الصالحین ۔

اس حدیث میں آثار صالحین کے متبرک ہونے کا ثبوت ہے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری، ج:4، ص:170)

امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو وصیت میں فرمایا:

يَا بُنَيَّ! إِنِّي صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ لِحَاجَةٍ فَاَتْبَعْتُهُ بِاِدَاوَةٍ فَكَسَانِيْ اَحَدَ ثَوْبَيْهِ الَّذِيْ يَلِيْ جَسَدَهُ فَخَبَاتُهُ لِهٰذَا الْيَوْمِ، وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَظْفَارِهٖ وَشَعْرِهٖ ذَاتَ يَوْمٍ فَاَخَذْتُهُ، فَخَبَاتُهُ لِهٰذَا الْيَوْمِ فَاِذَا اَنَا مُتُّ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ الْقَمِيْصَ دُوْنَ كَفَنِيْ مِمَّا يَلِيْ جَسَدِيْ وَخُذْ ذٰلِكَ الشَّعْرَ وَالْاَظْفَارَ فَاجْعَلْهُ فِيْ فَمِيْ وَعَلٰى عَيْنِيْ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ مِنِّيْ۔

یعنی میں حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے شرف یاب ہوا پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے تو میں پانی کا برتن لے کر ہمراہ رکاب سعادت مآب ہُوا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو کپڑوں میں سے جو ان کے بدنِ اقدس پر تھے ایک مجھے عطا فرمایا، وہ کُرتا میں نے آج کے دن کے لئے چھپا رکھا تھا۔ اور ایک روز حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن و مُوئے مبارک تراشے وہ میں نے لے کر آج کے دن کے لئے محفوظ کر رکھا تھا لہٰذا جب میں مرجاؤں تو قمیص سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا اور موئے مبارک و ناخن ہائے مقدسہ کو میرے منہ اور آنکھوں اور پیشانی وغیرہ مواضع سجود پر رکھ دینا۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج:1، ص:262)

ان احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ محدثین سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ کفن میں تبرک رکھنا جائز ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کے ستارے فرمایا ان معمول رہا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی صاحبزادی کیلئے اپنی چادر عطا فرمائی۔

مزید تفصیل و تحقیق کیلئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کا مطالعہ کریں جو فتاویٰ رضویہ جدید کی جلد نہم کے صفحہ 107 پر موجود ہے۔

کفن پر کلمات مقدسات لکھنا

سوال: کفن پر کلمہ طیبہ، عہد نامہ یا کوئی دعا لکھنا کیسا؟

جواب: جائز! بلکہ مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ بغیر روشنائی کے شہادت کی انگلی سے لکھا جائے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی (المتوفی 360ھ) نوادر الأصول میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كَتَبَ هذا الدُّعَاءَ وَجَعَلَهُ بين صَدْرِ الْمَيِّتِ وَكَفَنِهِ فى رُقْعَةٍ لم يَنَلْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا يَرَى مُنْكَرًا وَنَكِيرًا وهو هذا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ له لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ له الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ وکفن کے درمیان رکھ دے اسے عذاب نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر نظر آئیں گے اور وہ دعا یہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ له لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ له الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

کفن میں عمامہ

سوال: میت کے کفن میں عمامے کو شامل کرنا کیسا؟

جواب: جس نے وصیت کی کہ مجھے کفن میں عمامہ پہنایا جائے تو اس کی وصیت پر عمل کیا جائے گا اور اسے عمامہ پہنایا جائے گا، اور اسی طرح جو اپنی زندگی میں با قاعدہ عمامہ باندھتا تھا اور لوگوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جب بھی اسے عمامہ

پہنانے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ علماء ومشائخ واشراف حضرات کیلئے تو متأخرین علماء مستحسن یعنی اچھا قرار دیا اور اگر زندگی میں عمامہ باندھنے کا عادی نہ تھا اور نہ ہی عمامہ باندھنے کی وصیت کی تو اسے عمامہ نہ پہنایا جائے کہ یہ مکروہ ہے۔

درمختار میں علامہ حصکفی فرماتے ہیں۔

واستحسنها المتأخرون للعلماء والأشراف ولا بأس بالزيادة على الثلاثة ويحسن الكفن لحديث حسنوا أكفان الموتى فإنهم يتزاورون فيما بينهم يتفاخرون بحسن أكفانهم

یعنی اشراف کو مرنے کے بعد عمامہ باندھنا متاخرین نے مستحسن قرار دیا ہے اور تین کپڑوں سے زیادہ میں کفن دینے میں کوئی حرج نہیں، اور کفن اچھا دینا چاہیے، کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردوں کو بہترین کفن دیا کرو کہ وہ باہم ملتے ہوئے اچھے کفن پر فخر کرتے ہیں۔

اس کے تحت علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

ووجه بأن ابن عمر كفن ابنه واقدا في خمسة أثواب قميص وعمامة وثلاث لفائف وأدار العمامة إلى تحت حنكه ـ

یعنی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے واقد رضی اللہ عنہ کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا، ایک قمیص، ایک عمامہ، تین چادریں جبکہ عمامہ کو تھوڑی کے نیچے باندھا۔

اس کے علاوہ اس کا ثبوت احادیث مبارکہ میں بھی موجود ہے۔

سیدنا نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

أَنَّ ابْنًا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ مَاتَ فَكَفَّنَهُ ابْنُ عُمَرَ فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ، عِمَامَةٌ وَقَمِيصٌ وَثَلَاثُ لَفَائِفَ.

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا صاحبزادہ انتقال کر گیا تو آپ نے اسے پانچ کپڑوں میں کفن دیا، عمامہ، قمیص، تین چادریں۔

(سنن بیھقی ،باب جواز التکفین فی القمیص،ج:2،ص:402)

حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ الْحَسَنُ يَقُولُ فِي الْمَيِّتِ تُوضَعُ الْعِمَامَةُ وَسَطَ رَأْسِهِ ، ثُمَّ يُخَالَفُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا هٰكَذَا عَلَى جَسَدِهِ ، قَالَ :وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ : يُعَمَّمُ كَمَا يُعَمَّمُ الْحَيُّ.

یعنی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میت کہ سر کے درمیان عمامہ رکھا جائے پھر اس کی دونوں طرف دائیں بائیں شملہ کر دیا جائے یعنی ایک شملہ سینے کی جانب اور دوسرا پشت پر۔اور امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مردوں کو عمامہ زندوں کی طرح باندھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الجنائز ،العمامة للرجل کیف تصنع،ج:3،ص:264)

ان تمام عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ باعمامہ تدفین کرنا جائز ہے بلکہ علماء نے تو یہاں تک لکھا ہے میت کے کفن یا عمامہ پر عہد نامہ لکھنا، اس سے مغفرت اور عذاب قبر سے امن کی امید ہے۔

چنانچہ علامہ علاؤالدین حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

" کتب علی جبهة المیت او عمامته او کفنه عهد نامه ترجی ان یغفر اللّٰه للمیت ویجعله آمنا من عذاب القبر "

یعنی میت کی پیشانی یا اسکے عمامہ یا اسکے کفن پر عہد نامہ لکھنے سے امید ہے کہ اللہ عزوجل میت کی مغفرت فرمائے اور عذاب قبر سے امن عطا فرمائے۔"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص: 124، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

چوتھا باب:

جنازہ لے کر چلنے کا بیان

جنازہ اٹھانے کا حکم

سوال: جنازہ اٹھانے کا کیا حکم ہے؟

جواب: امام ابو بکر بن علی الحدادی الیمنی الزَّبِیدِیؔ علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 800ھ) الجوہرۃ النیّرۃ میں فرماتے ہیں۔

"حمل الجنازة عبادة فينبغي لكل أحد أن يبادر فى العبادة فقد حمل الجنازة سيد المرسلين فإنه حمل جنازة سعد بن معاذ .

یعنی جنازہ کو کندھا دینا عبادت ہے ہر شخص کو چاہیے کہ عبادت میں کوتاہی نہ کرے اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھایا"

(الجوهرة النيّرة، كتاب الصلاة، باب مطلب فى حمل الجنازة و دفنها، ج:1، ص:272، دار الكتب العلمية بيروت)

جنازے اٹھانے کا طریقہ

سوال: جنازہ اٹھانے کیلئے کتنے اشخاص کا ہونا سنت ہے؟

جواب: سنت یہ ہے کہ چار اشخاص جنازہ اٹھائیں ایک پایہ ایک شخص لے اور اگر صرف دو 2 شخصوں نے جنازہ اٹھایا، ایک سرہانے اور ایک پائنتی تو بلاضرورت مکروہ

ہے اور ضرورت سے ہو مثلاً جگہ تنگ ہے تو حرج نہیں۔ جنازہ لے چلنے میں چارپائی کو ہاتھ سے پکڑ کر کندھے پر رکھے، سامان یا تھیلے کی طرح گردن یا پیٹھ پر لادنا مکروہ ہے، چوپایہ پر جنازہ لادنا بھی مکروہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ویکرہ حملها بین العمودین بان یحملها رجلان احدهما مقدمها والآخر مؤخرها الا عند الضرورة مثل ضیق المکان وما اشبه ذلك، ولا بأس بان یاخذ السریر بیده أو یضع علی المنکب ویکره له ان یضع نصفه علی المنکب و نصفه علی اصل العنق۔

یعنی اور جنازے کو دو لکڑیوں سے دو آدمی اس طرح اٹھائیں کہ ایک سرہانے کی طرف سے اور دوسرا پائنتی کی طرف سے اٹھائے تو یہ مکروہ ہے، لیکن اگر ضرورت ہو تو جائز ہے مثلا جگہ تنگ ہے یا اس جیسی کوئی اور ضرورت ہے۔ اور جنازہ کی چارپائی کو ہاتھ میں پکڑے یا کندھے پر کوئی حرج نہیں، اور نصف کندھے پر اور نصف گردن کی جڑ میں رکھنا (جیسے مال و اسباب اٹھاتے ہیں) مکروہ ہے

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:178، دار الکتب العلمیة بیروت)

جنازہ اٹھا کر چلنے کا طریقہ

سوال: جنازہ اٹھا کر چلنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: سنت یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے چاروں پایوں کو کندھا دے اور ہر بار دس (10) دس (10) قدم چلے اور کمال سنت یہ ہے کہ پہلے میت کے داہنے

سرہانے کو کندھا دے پھر دائیں پائنتی پھر بائیں سرہانے پھر بائیں پائنتی اور دس (10) دس (10) قدم چلے تو کُل چالیس (40) قدم ہوئے۔

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:177، دارالکتب العلمیة بیروت)

جنازہ لے کر چلنے کا ثواب

سوال: کیا کسی حدیث میں جنازہ لے کر چلنے ثواب ذکر ہوا ہے؟

جواب: جی ہاں! حدیث شریف میں ہے۔

"مَنْ حَمَلَ جِنَازَۃً أَرْبَعِینَ خُطْوَۃً کَفَّرَتْ أَرْبَعِینَ کَبِیرَۃً

جو چالیس (40) قدم جنازہ لے چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ مٹا دیئے جائیں گے"

(بدائع الصنائع :فصل فی حمل الجنازۃ: ج:2؛ص:331:دارالکتب العلمیہ بیروت)

درمختار میں ہے۔

" لحدیث من حمل جنازۃ أربعین خطوۃ کفرت عنه أربعون کبیرۃ

اس طریقہ سے اٹھانا اس لئے ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو جنازے کو چالیس قدم اٹھائے تو یہ اٹھانا اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کو مٹا ڈالتا ہے"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص :122، دارالکتب العلمیة بیروت)

شیر خوار بچے کو ہاتھ پر لے کر چلنا کیسا

سوال: چھوٹے شیر خوار بچے کو ہاتھ پر لے کر چلنا کیسا؟

جواب: چھوٹا بچہ، شیر خوار یا ابھی دُودھ چھوڑا ہے یا اس سے کچھ بڑا اس کو اگر ایک شخص ہاتھ پر اٹھا کر لے چلے تو حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ ہاتھوں ہاتھ لیتے

رہیں اور اگر کوئی شخص سواری پر ہو اور اتنے چھوٹے جنازہ کو ہاتھ پر لئے ہو جب بھی حرج نہیں اور اس سے بڑا مُردہ ہو تو چارپائی پر لے جائیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وذكر الاسبيجابى ان الصبى الرضيع او الفطيم او فوق ذالك قليلاً اذا مات فلا بأس بأن يحمله رجل واحد على يديه ويتداوله النّاس بالحمل على أيديهم ولا بأس بأن يحمله على يديه و هو راكب وان كان كبيرا يحمل على الجنازة۔

یعنی اسبیجابی نے کہا کہ دودھ پیتا بچہ یا دودھ چھوڑ چکا ہو یا اس سے کچھ بڑا فوت ہو جائے تو ایک شخص اپنے ہاتوں پر اٹھالے تو کوئی حرج نہیں اور یکے بعد دیگرے لوگ اپنے ہاتھ پر لیتے رہے تب کوئی حرج نہیں اور بچے کو ہاتھوں پر اٹھانے والا خود سوار ہو تو تب بھی کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بڑا ہو تو جنازے کی چارپائی پر اٹھائیں"

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:178، دارالكتب العلمية بيروت)

جنازہ لے کر چلنے کی رفتار

سوال: جنازہ لے کر چلنے میں رفتار کیسی ہو؟

جواب: جنازہ تیز قدم اٹھاتے ہوئے اعتدال سے لے جائیں کہ میّت کو جھٹکا نہ لگے۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"سَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَشْيِ خَلْفَ الْجَنَازَةِ قَالَ مَا دُونَ الْخَبَبِ

یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنازے کے پیچھے چلنے کے بارے میں پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوڑنے سے کمتر چلو۔"

(الجامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب جاء فی المشی خلف الجنازة ، ص:426، الرقم الحدیث:1011، دارالمعرفة بیروت)

حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"أَنَّهُ رَأَى جِنَازَةً يُسْرِعُونَ بِهَا قَالَ لِتَكُنْ عَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بہت زیادہ تیزی کے ساتھ جنازہ لے جاتے دیکھا تو فرمایا اطمینان لازم پکڑو"

(سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی شهود الجنائز، ج:1 ص: 475، الرقم الحدیث، 1479، دارالمعرفة بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویسرع بالمیت وقت المشی بلا خبب وحده أن یسرع به بحیث لا یضطرب المیت علی الجنازة ۔

یعنی میّت کو لے کر چلتے وقت تیز چلیں مگر دوڑیں مت، اور تیزی کی حد یہ ہے کہ میّت چارپائی پر نہ ہلے"

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:178، دارالکتب العلمیة بیروت)

جنازہ سے آگے چلنا

سوال: جنازے کے آگے چلنا کیسا؟

جواب: جنازے کے ساتھ جانے والوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازہ سے پیچھے چلیں، دائیں بائیں نہ چلیں اور اگر کوئی آگے چلے تو اسے چاہیے کہ اتنی دور رہے کہ ساتھیوں میں نہ شمار کیا جائے اور سب کے سب آگے ہوں تو مکروہ ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْجَنَازَۃُ مَتْبُوْعَۃٌ وَلَا تَتْبَعُ وَلَیْسَ مِنْھَا مَنْ تَقَدَّمَھَا
یعنی جنازہ متبوع (جس کے پیچھے چلا جائے) ہے،تابع (پیچھے چلنے والا) نہیں۔جو آگے چلے وہ جنازے کے ساتھ نہیں"

(الجامع الترمذی، کتاب الجنائز،باب جاء فی المشی خلف الجنازۃ ،ص:426،الرقم الحدیث:1011،دارالمعرفۃ بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"الأفضل للمشیع للجنازۃ المشی خلفھا ویجوز أمامھا إلا أن یتباعد عنھا۔
یعنی افضل ہے کہ جنازے کے ساتھ چلنے والے جنازے سے پیچھے چلیں اور آگے چلنا بھی جائز ہے مگر دور ہوں"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1،ص:178،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

سرہانا آگے ہو یا پائنتی

سوال: جنازہ لے کر چلنے میں سرہانا آگے کو ہو یا پائنتی ؟ نیز اگر قبرستان مشرق کی طرف ہو تو کیا صورت ہو اور مغرب کی طرف ہو تو صورت ہو اور اگر جنوب کی طرف ہو تو کیا حکم ہے اور شمال کی طرف ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"میّت کو کسی طرف لے جانا ہو بہرحال سر آگے کی طرف رہے۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے:فی حالۃ المشی بالجنازۃ یقدم الراس۔
یعنی جنازہ لے کر چلنے میں سر آگے ہوگا"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:135،رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

جنازے کے ساتھ سواری پر جانا

سوال: جنازے کے ساتھ سواری پر جانا کیسا؟

جواب: جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے اور سواری پر ہو تو آگے چلنا مکروہ اور آگے ہو تو جنازہ سے دور ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولا بأس بالركوب في الجنازة والمشي افضل ،ويكره أن يتقدم الجنازة راكبا۔

یعنی جنازے کے ساتھ سواری پر جانے میں حرج نہیں لیکن پیدل چلنا افضل ہے۔اور اگر سوار ہو کر جنازے کے آگے چلے تو مکروہ ہے"

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلوٰة،الباب الحادي والعشرون فى الجنائز،ج:1،ص:178،دارالكتب العلمية بيروت)

شوہر کا بیوی کے جنازے کو کندھا دینا

سوال: کیا شوہر بیوی کے جنازے کو کندھا دے سکتا ہے؟

جواب: ضرور دے سکتا ہے۔عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازہ کو نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے نہ منہ دیکھ سکتا ہے، یہ محض غلط ہے۔صرف نہلانے اور اسکے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"جنازے کو محض اجنبی ہاتھ لگاتے، کندھوں پر اُٹھاتے ،قبر تک لے جاتے ہیں، شوہر نے کیا قصور کیا ہے؟ یہ مسئلہ جاہلوں میں محض غلط مشہور ہے۔ہاں شوہر کو

اپنی زنِ مردہ کا بدن چھونا جائز نہیں، دیکھنے کی اجازت ہے کما نص علیہ فی التنویر و الدر و غیرھما (جیسا کہ تنویرالابصار اور درمختار وغیرہما میں اسکی تصریح ہے۔ت) اجنبی کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔محارم کو پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک کے سوا چھونے کی بھی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:138،رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا

سوال: عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا کیسا اور ساتھ ہوں تو کیا کریں؟

جواب: عورتوں کو جنازہ کے ساتھ جانا ناجائز و ممنوع ہے اور نوحہ کرنے والی ساتھ ہوں تو اسے سختی سے منع کیا جائے، اگر نہ مانے تو اس کی وجہ سے جنازہ کے ساتھ جانا نہ چھوڑا جائے کہ اس کے ناجائز فعل سے کیوں سُنت ترک کرے بلکہ دل سے اسے بُرا جانے اور شریک ہو۔

علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں۔

"ویکرہ خروجھن تحریما،و تزجر النائحۃ،و لا یترك اتباعھا لا جلھا

عورتوں کا جنازے کے ساتھ نکلنا مکروہ تحریمی ہے اور نوحہ کرنے والی کو روکا جائے گا، اور نوحہ کرنے والی کی وجہ سے جنازہ میں شرکت ترک نہیں کریں گے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،ص :122،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جنازے کے ساتھ ذکر و نعت کرنا

سوال: جنازہ لے جاتے وقت ذکر کرنا اور نعت خوانی کرنا کیسا؟

جواب: فی زمانہ جنازہ کے ساتھ ذکر و نعت نہایت مستحسن عمل ہے، اس کی ترغیب

دلانی چاہیے تا کہ لوگ فضولیات سے بچیں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر میں مصروف ہوں جو میت اور ذکر کرنے والوں کیلئے نہایت مفید ہے۔ بعض فقہاء نے اپنے زمانے کے اعتبار سے بعض اسباب کے پائے جانے کی وجہ سے اسے مکروہ لکھا ہے جب وہ اسباب تبدیل ہو گئے تو حکم بھی تبدیل ہو گیا، اور احکامِ شریعت میں ایسا ہوتا ہے کہ ایک سبب کی وجہ حکم اور جب وہ سبب تبدیل ہوا تو حکم بھی تبدیل ہو گیا جیسا کہ نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر آنکھیں بند کرنے سے خشوع وخضوع میں اضافہ ہوتا ہو تو جائز ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھے۔

جیسا کہ علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔

"کرہ تغمیص عینیہ للنہی الالکمال الخشوع
یعنی نماز میں آنکھین بند کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس کی ممانعت آئی ہے لیکن اگر کمالِ خشوع کے لئے ہو تو مکروہ نہیں"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ، ص :88، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک زمانہ تھا جب جنازے کے جانے والے اس قدر فکرِ قبر وحشر میں مستغرق ہوتے تھے کہ انہیں احساس تک نہ ہوتا کہ ان کے دائیں کون ہے اور بائیں کون، ان کی فکرِ آخرت کا عالم یہ تھا گویا یہ ان کا اپنا جنازہ جا رہا ہے سانس کے علاوہ کسی کی آواز نہیں آتی تھی۔ یقیناً ایسی فکرِ آخرت نفلی عبادات سے افضل ہے۔ تو فقہاء نے خاموشی کا حکم فرمایا تا کہ کسی کے تفکر میں خلل نہ آئے۔ پھر زمانہ بدلا اور اکثر لوگ

لغو باتوں میں مصروف نظر آنے لگے، ذکر سے روکنے کا عارض مفقود ہو گیا تو پھر فقہاء نے بلند آواز سے ذکر کرنے کی اجازت دی۔ جو اصلاً شرع میں مطلوب ومحمود ہے۔ جسے ہر حال میں بجالانے کی قرآن وحدیث میں تاکید وترغیب موجود ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ ○

ترجمہ: اور بیشک اللہ کا ذکر سب سے بڑا۔ (سورۃ العنکبوت، پ:، آیت:45)

ایک اور مقام پر فرمایا:

اَلَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ ○

ترجمہ کنز الایمان: جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے

ایک اور جگہ کثرتِ ذکر کا ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراد کو پہنچو۔

امیر المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں۔

"كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهِ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کیا کرتے تھے"

(سنن ابوداؤد، کتاب الطهارة، باب فی الرجل یذکر الله تعالیٰ غیر طهر، ج:1، ص:37، رقم الحدیث:18، دار المعرفة بیروت)

حضرت سیدنا سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"أَنَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللّٰهِ حَتّٰى يَقُولُوا مَجْنُونٌ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے"

(المستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء والتكبير، ج: 1، ص: 431 رقم الحديث: 1854، دار الكتاب العربي بيروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں نقل فرماتے ہیں۔

"فی كتاب العهود المحمدية للشيخ الشعرانی قدس اللّٰه تعالٰی سره ينبغی لعالم الحاره ان يعلم من يريد المشی مع الجنازة عدام اللغو فيها وذكر من تولی وعزل عنالولاة اوسافر ورجع من التجار ونحو ذلك كان السلف الصالح لايتكلمون فی الجنازة الابماوردو كان الغريب لايعرف لغلبة الحزن على الحاضرين كلهم وكان سيدی على الخواص رضی اللّٰه تعالٰی عنه يقول اذاعلم من الماشين مع الجنازة انهم لايتركون اللغوفی الجنازة ويشتغلون باحوال الدنيا فينبغی ان يامرهم بقول لا اله الااللّٰه محمدرسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم فان ذلك افضل من تركة ولاينبغی لفقيه ان ينكر ذلك الابنص لواجماع فان طع المسلمين الاذن العام من اشارع بقول لااله الااللّٰه محمدرسول اللّٰه فی كل وقت شاؤ ايااللّٰه العجب من عمی قلب من ينكر مثل هذاوربماعزم عند الحكام الفلوس حتی يبطل قول المؤمنين لااله الااللّٰه محمدرسولاللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم فی طريق الجنازة

وهـويـرى لـلـحشـاش حرم عليك بل رأيت مقيها منهم ياخذ معلوم
امـامة مـن فـلـوس بـائع الحشيش فنسأل اللّٰہ العافية و ذكر الشعرانى.
ايـضارحمة اللّٰہ تعالٰى فى كتابه عهو دالمشائخ قال لا نمكن احدامن
اخـوانبـنـا يـنـكرشيئاابتدعه المسلمون علٰى جهة القربة الى اللّٰہ تعالٰى
وراؤه حسـنـالا سيماما كان متعلقا باللّٰہ تعالٰى ورسوله صلى اللّٰہ تعالٰى
عـلـيـه و سـلـم قـراءة الـقـرآن امـامهـا ونحو ذلك فمن حـرم ذلك
فهـوقاصرعن فهم الشريعة لانه ماكل مالم يكن على عهدرسول اللّٰہ
صـلـى اللّٰہ تعالٰى عليه وسلم يكون مذموماولوفتح هذاالباب لردت
اقـوال الـمـجتهدين فى مجيع مااستحبوامن المحاسن ولاقائل به قد
فتـح رسـول اللّٰہ صـلـى اللّٰہ تـعالٰى عليه وسلم لعلماء امته هذا الباب
وابـاح لهـم ان يسـنـوا كل شئ استحسنوه ويلحقوه بشريعة رسول
اللّٰہ صـلـى اللّٰہ تعالٰى عليه وسلم بقوله صلى اللّٰہ تعالٰى عليه وسلم من
سـن سـنـة حسـنـة فـلـه اجـره مـن يـعـمـل بهـا و كـلـمـة لاالٰـه
الااللّٰہ مـحـمـدرسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالٰى عليه وسلم اكبر الحسنات
فكيف يمنع منها وتأمل احوال غالب الخلقالآن فى الجنازة تجدهم
مشـغـولين بحكايت الدنيالم يعتبروابالميت وقلبهم غافل عن جميع
مـاوقـع لـه بـل رأيت منهم من يضحك واذاتعارض عندنا مثل ذلك
وكـون ذلك لـم يكن فى عهدرسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالٰى عليه وسلم
قـدمـنـا ذكـراللّٰہ عـزوجـل لـوصـاح كل من فى الجنازة لااله الااللّٰہ
فـلااعتـراض ولـم يـاتنا فى ذلك شئ من رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالٰى

کسی کو ایسے امر پر نکیر کی اجازت نہ دیں گے جسے مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تقرب کے طور پر ایجاد کیا ہو اور اسے اچھا جانتے ہوں خصوصاً ایسا کام جس کا تعلق خدا تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو جیسے **جنازہ کے آگے لا الہ الا اللہ محمد** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم **پڑھنا** اور اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کرنا، یا ایسے دوسرے کام۔ جو اسے حرام کہے وُہ فہمِ شریعت سے قاصر ہے، اس لئے کہ ہر وہ کام جو عہدِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ ہوا ہو وہ بُرا نہیں ہوتا، ورنہ اگر یہ دروازہ کھولا جائے تو مجتہدین کرام کے وہ سارے اقوال مردود ٹھہریں جو انہوں نے اپنی پسند کردہ اچھی چیزں کے بارے میں فرمائے ہیں۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کے لئے یہ دروازہ کھول رکھا ہے اور انہیں اجازت دی ہے کہ جو طریقہ بھی اچھا سمجھیں اسے جاری کریں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت میں شامل کریں۔ یہ اجازت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ثابت ہے: جو شخص کوئی اچھا کام ایجاد کرے، اسے اس ایجاد کا ثواب ملے گا اور اس طریقے پر آئندہ سارے عمل کرنے والوں کا بھی ثواب ملے گا۔ کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب سے بڑی نیکی ہے پھر اس سے کیوں کر روکا جائیگا؟

اس زمانے میں جنازے کے اندر اکثر لوگوں کے احوال پر نظر کرو تو دنیا کی باتوں میں مشغول ملیں گے جنہیں میت کے حال سے کوئی عبرت نہیں، ان کا دل اس سارے واقعے سے غافل ہے، بلکہ ان میں ہنسنے والے بھی نظر آئیں گے۔ ذکر نہ کریں تو یہ حالت ہوتی ہے اور ذکر میں مشغول ہوں تو یہ اعتراض

ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔ ہمارے نزدیک جب ایسا تعارض درپیش ہے تو ہم اللہ کے ذکر کو مقدم رکھیں گے۔ اب اگر سارے شرکاءِ جنازہ پکار کر لاالٰــــہ الااللہ کہیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس سے ممانعت میں رسول اللہ صلی اتعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد موجود نہیں۔ اگر جنازے میں ذکر الٰہی ممنوع ہوتا تو کسی نہ کسی حدیث میں تو یہ حکم وارد ہوتا، جیسے رکوع میں قرآن شریف پڑھنا ممنوع ہے تو اس بارے میں حدیث آئی ہے۔ تو جس چیز سے ابتدائے اسلام میں شارع علیــہ الصلوٰۃ والسلام نے سکوت فرمایا وہ ہمارے آخر زمانے میں ممنوع نہیں ہوسکتی۔ (یہ کلام اختصار کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔)

اس کلام جمیل **امام جلیل** رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا خلاصہ ارشادات چند افادات:

(1) سلف صالح کی حالت نماز جنازہ میں یہ ہوتی کہ ناواقف کو نہ معلوم ہوتا کہ ان میں اہلِ میت کون ہے اور باقی ہمراہی کون ہیں، سب ایک مغموم ومحزون نظر آتے ہیں، اور اب حال یہ ہے کہ جنازے میں دنیاوی باتوں مین مشغول ہوتے ہیں، موت سے انہیں کوئی عبرت نہیں ہوتی، ان کے دل اس سے غافل ہیں کہ میّت پر کیا گزری، فرماتے ہیں: بلکہ میں نے لوگوں کو ہنستے دیکھا، تو ایسی حالت میں ذکر جہر کرنا اور تعظیمِ خدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیت سے بلند آواز سے پڑھنا عین نصیحت ہے کہ ان کے دلوں کے زنگ چھوٹیں اور غفلت سے بیدار ہوں۔

(2) نیز اُس میّت کو تلقین ذکر کا فائدہ ہے کہ وہ سن سن کر سوالات نکیرین کے جواب

کے لئے تیار ہو۔

(3) سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شارع الصلوٰۃ والسلام کی طرف مسلمانوں کو ذکرِ خدا اور رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اذنِ عام ہے تو جب تک کسی خاص صورت کی ممانعت میں کوئی نص یا اجماع نہ ہو تب تک انکار مناسب نہیں۔

(4) نیز انہی امام عارف نے فرمایا: جو ذکرِ الٰہی سے منع کرے اس کا دل کس قدر سخت اور اندھا ہے، جنازے کے ساتھ ذکر خدا و رسول جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بند کرنے کی تو یہ کوشش اور بھنگ بکتی دیکھیں تو اُس سے اتنا نہ کہیں کہ یہ تجھ پر حرام ہے، فرماتے ہیں بلکہ میں نے انہی میں ایک کو دیکھا کہ اس سے تو منع کرتا اور خود اپنی پیش نمازی کی تنخواہ بھنگ فروش کے مال سے حرام لیتا۔ (یہ وہابیہ کیلئے درسِ عبرت ہے۔)

(5) امام عارف باللہ سیّدی **شعرانی** قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں: اکابر کرام کے یہاں عہد ہے جو اچھی بات مسلمانوں نے نئی نکالی ہو اُسے منع نہ کریں گے خصوصاً جب وُہ اللہ و رسول عز جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہو، جیسے جنازے کے ساتھ قرآن مجید یا کلمہ شریف یا اور ذکرِ خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(6) نیز امامِ ممدوح فرماتے ہیں: جو اُسے ناجائز کہے اسے شریعت کی سمجھ نہیں۔

(7) نیز فرماتے ہیں: ہر وہ بات کہ زمانِ برکت واماں حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہ تھی مذموم نہیں ہوتی، ورنہ اس کا دروازہ کُھلے تو ائمۂ مجتہدین نے جتنی

نیک باتیں نکالیں اُن کے وُہ سب اقوال مردود ہو جائیں۔

(8) فرماتے ہیں: بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اُس ارشاد سے کہ (جو شخص دینِ اسلام میں نیک بات نکالے اُسے اس کا اجر ملے اور قیامت تک جتنے لوگ اس نیک بات کو بجالائیں سب کا ثواب اُس کی ایجاد کنندہ کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے) علمائے امّت کے لئے اس کا دروازہ کھول دیا ہے کہ نیک طریقے ایجاد کریں اور انہیں شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملحق کریں، یعنی حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ عام اجازت فرمائی ہے جو نیک نئی بات نئی پیدا ہو گئی وہ نئی نئی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اذنِ عام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(9) فرماتے ہیں کہ شرع مطہر میں اُس سے ممانعت نہ آنا ہی اس کے جواز کی دلیل ہے۔ اگر جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی منع ہوتا تو کم از کم ایک حدیث تو اس کی ممانعت میں آتی، جیسے رکوع میں قرآن مجید پڑھنا منع ہے، تو اسکی ممانعت کی حدیث موجود ہے، تو جس چیز سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا وہ کبھی ہمارے زمانے میں منع نہیں ہو سکتی۔

(10) نتیجہ یہ نکلا کہ اگر جنازے کے تمام ہمراہی بلند آواز سے کلمہ طیبہ وغیرہا ذکرِ خدا و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرتے چلیں تو کچھ اعتراض نہیں بلکہ اس کا کرنا، نہ کرنے سے افضل ہے۔

نیز امام نابلسی ممدوح کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

لاینبغی ان ینھی الواعظ عماقال به امام ائمة المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عمااجمع الائمة کلھم علی تحریم۔

ترجمہ: یہ نہ چاہیئے کہ واعظ ایسی چیز سے روکے جسے ائمۂ مسلمین میں سے کسی امام نے جائز کہا ہو بلکہ ممانعت ایسے کام سے ہونا چاہیئے جس کی حرمت پر سب ائمہ کا اجماع ہو۔

درمختار میں ہے:

تحریما صلوة مع شروق الاالعوام فلایمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عندالبعض اولی من الترك کما فی القنیة وغیرھا ۲ھ ۔اھ قلت ونقله سیّدی عبدالغنی فی الحدیقة عن شرح الدرر لابیه عن المصفی شرح النسفیة عن الشیخ الامام الاستاذ حمدالدین عن شیخه الامام الاجل جمال الدینالمحبوبی وایضاعن شمس الائمة الحلوانی وعن القنیة عن النسفی والحلوانی وایضافی ردالمحتار البحرعن المجتبی عن الامام الفقیه ابی جعفرٌ فی مسئلة التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر، الذی عندی انه لاینبغی ان تمنع العامة عنه لقلة رغبتھم فی الخیر وبه ناخذ اه وفی الحدیقة الندیة، ومن ھذاالقبیل نھی الناس عن صلوة الرغائب بالجماعة وصلوة لیلة القدر ونحوذلك وان صرح العلماء بالکراھة بالجماعة فیھا فلایفتی بذلك العوام لئلاتقل رغبتھم فی الخیرات واللّٰه تعالٰی اعلم۔

یعنی سورج نکلتے وقت نماز مکروہِ تحریمی ہے مگر عوام کو اس سے منع نہ کیا جائیگا اس لئے کہ وہ نماز ہی ترک کر دیں گے۔ جبکہ ترک سے وہ ادائیگی بہتر ہے جو بعض کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے اھ۔ میں کہتا ہوں اسے سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ میں اپنے والد کی شرح درر سے نقل کیا ہے اُس میں نسفیہ کی شرح مصفی سے۔ اس میں شیخ امام استاذ حمد الدین نقل ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ امامِ اجل جمال الدین محبوبی سے نقل کیا ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی سے اور قنیہ سے اُس میں نسفی و حلوانی سے بھی نقل کیا ہے-- اور ردالمحتار میں بحر سے، اس میں مجتبیٰ سے، اس میں امام فقیہ ابو جعفر سے عشرۂ ذی الحجہ میں بازاروں کے اندر تکبیر کہنے کے مسئلہ میں نقل ہے کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ عوام کو اس سے نہ روکا جائے کہ اس کی وجہ سے نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہو جائے گی، اور ہم اسی کو لیتے ہیں اھ۔ حدیقہ میں ہے: اسی قبیل سے جماعت کے ساتھ صلوٰۃ الرغائب اور نماز شب قدر اور اس جیسے افعال سے نہی کا معاملہ ہے کہ اگر چہ علماء نے جماعت کے ساتھ یہ نماز مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے مگر عوام کو اس کا فتویٰ نہ دیا جائے گا کہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو جائے--- اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:142، رضا فانڈیشن پاکستان)

قرآنی آیات، احادیث طیّبات، فقہی جزئیات اور ان اقتباسات سے بالکل واضح ہے کہ فی زمانہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر و نعت پڑھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب و مستحسن عمل ہے۔

مزید تفصیل و تحقیق کیلئے سلطان المحققین اعلیٰ حضرت امام احمد

رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی معرکۃ الآراء تصنیف العطایا النبویہ فی لفتاویٰ الرضویہ المخرجہ کی جلد نہم کے صفحہ 140 تا 158 تک مطالعہ فرمائیں۔

جنازے کی وجہ سے اٹھنا یا بیٹھنا

سوال: جنازے کے آنے یا گزرنے پر کھڑا ہونا یا بیٹھنا کیسا؟

جواب: جنازہ جب تک رکھا نہ جائے بیٹھنا مکروہ ہے اور رکھنے کے بعد بے ضرورت کھڑا نہ رہے۔ اور اگر لوگ بیٹھے ہوں اور نماز کے لئے وہاں جنازہ لایا گیا تو جب تک نہ رکھا جائے کھڑے نہ ہوں یونہی اگر کسی جگہ بیٹھے ہوں اور وہاں سے جنازہ گزرا تو کھڑا ہونا ضروری نہیں، ہاں جو شخص جانا چاہتا ہے وہ اٹھے اور جائے۔

امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِنَازَةٍ فَقُمْنَا حَتّٰى جَلَسَ فَجَلَسْنَا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو ہم بھی کھڑے ہوتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تو ہم بھی بیٹھ گئے"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی القیام للجنازۃ، ج:1 ص:494، الرقم الحدیث:1545 دار المعرفۃ بیروت)

حضرت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اتَّبَعَ الْجَنَازَةَ لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَهُ حَبْرٌ فَقَالَ هٰكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوهُمْ.

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازے کے ساتھ تشریف لے جاتے تو میت کو لحد

میں رکھنے سے قبل نہ بیٹھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک یہودی آیا اور اس نے عرض کیا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے لگے اور فرمایا: ان کی مخالفت کرو"

(الجامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الجلوس، ص:430، الرقم الحدیث:1020، دارالمعرفۃ بیروت)

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ درمختار میں فرماتے ہیں

"ولا یقوم من فی المصلی لھا اذا رآھا قبل وضعھا ولا من مرت علیہ ھو المختار وما ورد فیہ منسوخ۔

یعنی جنازگاہ میں جنازے کو دیکھ کر اسے رکھنے سے پہلے کوئی کھڑا نہ ہو۔ اور نہ وہ شخص کھڑا ہو جس کے پاس سے جنازہ گزرے۔ یہی قول مختار ہے۔ اور جو کھڑے ہونے کے بارے میں روایت میں ہے، وہ منسوخ ہے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:122، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جنازہ اٹھانے کی اجرت

سوال: جنازہ اٹھانے کی اجرت لینا کیسا؟

جواب: جنازہ اٹھانے پر اجرت لینا دینا جائز ہے جب کہ اس کے علاوہ اور بھی اٹھانے والے موجود ہوں اور اگر یہ اکیلا ہے تو اس کیلئے جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویجوز الاستئجار علی حمل الجنازۃ۔

یعنی جنازہ اٹھانے کیلئے اجرت لینا جائز ہے"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:178، دارالکتب العلمیہ بیروت)

نفل نماز افضل یا پڑوسی کے جنازے میں شرکت

سوال: نفل نماز پڑھنا افضل ہے یا پڑوسی کے جنازے میں شرکت کرنا؟

جواب: میّت اگر پڑوسی یا رشتہ دار یا کوئی نیک شخص ہو تو اس کے جنازہ کے ساتھ جانا نفل نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"واتباع الجنائز أفضل من النوافل إذا كان لجوار أو قرابة أو صلاح مشهور۔

یعنی اگر جنازہ پڑوسی، رشتہ دار یا کسی مشہور نیک شخص کا ہے تو اس کے جنازے میں شرکت کرنا نفل پڑھنے سے افضل ہے"

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:178، دارالکتب العلمیة بیروت)

جنازہ پڑھ کر کب واپس لوٹیں

سوال: جنازے کے ساتھ جانے والا کب واپس آئے؟

جواب: جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اسے بغیر نماز پڑھے واپس نہ ہونا چاہئے اور نماز کے بعد اولیائے میّت سے اجازت لے کر واپس ہو سکتا ہے اور دفن کے بعد اولیاء سے اجازت کی ضرورت نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"لا ينبغي أن يرجع من جنازة حتى يصلى عليه وبعدما صلى لا يرجع إلا بإذن أهل الجنازة قبل الدفن وبعد الدفن يسعه الرجوع بغير إذنهم

یعنی جو جنازہ کے ساتھ ہو ضروری ہے کہ نماز پڑھے بغیر نہ لوٹے اور نماز پڑھنے کے بعد دفن سے پہلے بھی بغیر اولیاء میت کی اجازت کے نہ لوٹے اور بعد دفن بغیر اجازت لوٹ سکتا ہے"

(الفتاوی الھندیة، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:181، دار الکتب العلمیة، بیروت)

قبرستان چالیس قدم دوری سے کم ہے

سوال: اگر قبرستان چالیس قدم سے کم مسافت پر ہو تو جنازے کو گھما کر چالیس قدم پورے کرنا کیسا؟

جواب: اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ "جہالت وممنوع ہے"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:846، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

پانچواں باب

نمازِ جنازہ کا بیان

پہلی فصل:

نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ کا حکم

سوال: نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی گنہگار ہوا۔ اسکی فرضیت کا جو انکار کرے کافر ہے۔

علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں۔

"والصلاۃ علیہ صفتها فرض کفایۃ بالاجماع فیکفر منکرها لانہ أنکر الاجماع۔

یعنی نماز جنازہ بالاجماع فرض کفایہ ہے، جو اس کا انکار کرے کافر ہے۔ اسلئے کہ اس نے اجماع کا انکار کیا"

(الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص: 116، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نمازِ جنازہ کی جماعت

سوال: کیا نمازِ جنازہ کیلئے جماعت شرط ہے؟

جواب: اس کے لئے جماعت شرط نہیں ایک شخص بھی پڑھ لے فرض ادا ہو گیا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"والصلاۃ علی الجنازۃ تتأدی بأداء الإمام وحدہ ;لأن الجماعۃ لیست بشرط الصلاۃ علی الجنازۃ۔

یعنی نمازِ جنازہ اکیلے امام کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی اسلئے کہ نمازِ جنازہ کیلئے جماعت شرط نہیں"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:178، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وجوبِ نماز جنازہ کی شرائط

سوال: نماز جنازہ کس پر فرض ہے؟

جواب: کسی پر نمازِ جنازہ فرض ہونے کیلئے پانچ شرطیں ہیں۔ (1) مسلمان ہونا (2) بالغ ہونا (3) عاقل ہونا (4) قادر ہونا (5) موت کی خبر ہونا۔

فتاویٰ شامی ہے۔

"وأما شروط وجوبها فهی شروط بقیة الصلوات من القدرۃ والعقل والبلوغ والإسلام مع زیادۃ العلم بموته تأمل۔

یعنی نمازِ جنازہ واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی (1) قادر (2) بالغ (3) عاقل (4) مسلمان ہونا، ایک بات اس میں زیادہ ہے یعنی اس کی موت کی خبر ہونا"

(ردّ المحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ج: 3، ص: 121)

نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کی شرائط

سوال: نمازِ جنازہ کی کتنی شرائط ہیں؟

جواب: نمازِ جنازہ کے صحیح ہونے کیلئے دو طرح کی شرطیں ہیں۔

(1) نمازی کے متعلق (2) میت کے متعلق۔

نمازی کے متعلق شرائط: نمازی کیلئے چار شرطیں ہیں۔

(1) طہارت (2) سترِ عورت (2) منہ قبلہ کی طرف ہونا (4) نیت۔

میت کے متعلق شرائط: میت کے متعلق سات شرطیں ہیں۔

(1) میت کا مسلمان ہونا (2) میت کے بدن وکفن کا پاک ہونا (3) جنازہ کا وہاں موجود ہونا (4) جنازہ سواری پر لدا نہ ہو (5) جنازہ نمازی کے آگے قبلہ کی طرف ہونا (6) میت کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے چھپا ہونا (7) میت امام کے سامنے ہونا۔

(الماخوذ: ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ج: 3، ص: 121)

نمازِ جنازہ کے فرائض (رکن)

سوال: نمازِ جنازہ کے کتنے ارکان ہیں؟

جواب: نمازِ جنازہ میں دو رکن ہیں۔ (1) چار تکبیرات (2) کھڑا ہونا

ورکنها التكبيرات والقيام

ترجمہ: نمازِ جنازہ کے رکن دو ہیں۔ تکبیرات اور قیام

(تنویر الابصار معہ الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص: 119، دار الکتب العلمیہ بیروت)

نمازِ جنازہ کی سنتیں

سوال: نماز جنازہ میں کتنی سنتیں ہیں؟

جواب: و سنتها ثلاثة :التحميد، و الثناء ، و الدعاء فيها

نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں:۔

(1) اللہ عزوجل کی ثنا (2) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود (3) میت کے لئے دُعا

(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، ص :119، دار الكتب العلمية بيروت)

نمازِ جنازہ کی اردو میں نیت

سوال: نماز جنازہ کی اُردو میں نیت کیسے کریں؟

جواب: نیت دل کے پختہ ارادے کا نام ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں، ہاں اگر زبان سے بھی نیت کر لی جائے تو افضل ہے، پھر وہ چاہے کسی بھی زبان میں ہو اگرچہ اپنی مادری زبان میں جیسے اردو میں بھی نیت کر سکتے ہیں۔ عام طور پر نماز جنازہ کی نیت کیلئے یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور یہ بھی کافی ہیں۔

"میں نے اِس حاضر میت کی نمازِ جنازہ کی نیت کی، ثناء اللہ تعالیٰ کیلئے، درود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے، دعا اِس حاضر میت کیلئے۔ منہ میرا قبلہ شریف کی طرف۔ مقتدی یہ الفاظ بھی نیت میں زائد کریں کہ پیچھے اِس امام کے۔ یہ نیت کر کے "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع کر دیں"

نماز جنازہ کا طریقہ

سوال: نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَاۤ اِلٰهَ غَيْرُكَ. پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ دُرود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا درود پڑھا جب بھی حرج نہیں پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مومنین و مومنات کے لئے دُعا کرے اور بہتر یہ کہ وہ دُعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہیں اور ماثور دُعائیں اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے مگر وہ دُعا ایسی ہو کہ آخرت سے متعلق ہو۔ پھر چوتھی تکبیر کہے اور ہاتھ کھول دے اور دونوں طرف سلام پھیر دے۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:178، دار الکتب العلمیة بیروت)

بالغ مرد اور عورت کی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ط

یعنی اے اللہ تو بخش دے ہمارے زندہ اور مردہ اور ہمارے حاضر و غائب کو اور ہمارے چھوٹے اور بڑے کو مرد اور عورت کو اے اللہ ہم میں سے تُو جسے زندہ رکھے اُسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے تُو جس کو وفات دے اُسے ایمان پر وفات دے

نابالغ بچے کی دعا

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا"

یعنی اے اللہ تو اس کو ہمارے لئے پیش رو کر اور اسکو ہمارے لئے ذخیرہ کر اور اسکو ہماری شفاعت کرنیوالا اور مقبول الشفاعۃ کردے"

نابالغ بچی کی دعا

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّ مُشَفَّعَۃً

مجنون کی دعائے جنازہ

سوال: مجنون کی نمازِ جنازہ میں کیا پڑھیں؟

جواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاوی امجدیہ میں فرماتے ہیں

"اگر جنون اصلی ہے تو نابالغ والی دعا پڑھی جائے اور اگر جنون عارضی تھا اور بالغ ہونے کے بعد جنون ہوا تو دعائے مغفرت بھی کی جائے کہ قبل جنون وہ مکلف تھا۔"

درمختار میں ہے "لا یستغفر فیھا لصبی ومجنون و معتوہ لعدم تکلیفھم"

ردالمحتار میں ہے "ھذا فی الاصلی فان الجنون و العتہ الطارئین

بعد البلوغ لا یسقطان الذنوب السابقة"

(فتاوی امجدیہ، ج:1،ص:315)

دعا بعد از نمازِ جنازہ

سوال: نمازِ جنازہ کے بعد اجتماعی دعا کرنا کیسا؟

جواب: نمازِ جنازہ کے بعد کچھ فاصلہ کر کے دعا کرنا جائز ہے جیسا کہ آج کل مروج ہے کہ نمازِ جنازہ کی صفوں کو توڑ کر فاتحہ کے بعد میت کیلئے اجتماعی دعا کی جاتی ہے جائز و مستحسن ہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن الأشعث الأزدی السجستانی (المتوفی:275ھ) سنن ابو داؤد میں نقل فرماتے ہیں

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ

ترجمہ: جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کیلئے دعا کرو۔

(سنن ابو داود: کتاب الجنائز، باب :الدعاء للمیت، ج: 3،ص:275، الرقم الحدیث:3199 دار المعرفة بیروت)

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی:587ھ) بدائع الصنائع میں نمازِ جنازہ کے تکرار کی ممانعت پر کئی روایتیں ذکر کی ہیں جن سے دعا بعد نمازِ جنازہ کا ثبوت بھی ظاہر ہے۔

"ولنا: ما روی، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ، فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَمَعَهُ قَوْمٌ فَأَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ ثَانِيًا ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ عَلَى الْجِنَازَةِ لَا تُعَادُ، وَلٰكِنْ اُدْعُ لِلْمَيِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ وهذا نص في الباب وروي أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاتَتْهُمَا صَلَاةٌ عَلَى جِنَازَةٍ فَلَمَّا حَضَرَا مَا زَادَا عَلَى الْاِسْتِغْفَارِ لَهُ وروي عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ أَنَّهُ فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ عَلَى جِنَازَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا حَضَرَ قَالَ: إِنْ سَبَقْتُمُونِي بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالدُّعَاءِ لَهٗ۔

(یہ مسئلہ کہ نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں) اس میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی جب حضور ﷺ نماز جنازہ پڑھا کر فارغ ہو چکے تو اس وقت حضرت عمر کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور دوبارہ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا: دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ لیکن میت کیلئے دعا کرو اور اس کیلئے استغفار کرو۔ یہ اس باب (تکرار نماز جنازہ جائز نہیں) میں نص ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ایک نماز جنازہ نکل گئی پس جب میت کے پاس آئے تو صرف دعا پر اکتفاء کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نکل گئی، جب وہ آئے تو انہوں نے (جنازے پر موجود حاضرین سے) کہا اگر چہ تم نماز جنازہ میں مجھ سے پہل کر چکے ہو لیکن دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو"

(بدائع الصنائع فصل في بيان من يصلى عليه، ج2، ص337، دار الكتب العلمية بيروت)

امام مسلم بن الحَجاج القشیری النیسابوری (المتوفی 261ھ) صحیح مسلم میں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ :وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُثْنُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ وَأَنَا فِيهِمْ قَالَ :فَلَمْ يَرُعْنِي إِلَّا بِرَجُلٍ قَدْ أَخَذَ بِمَنْكِبِيْ مِنْ وَرَائِيْ. فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلَى عُمَرَ وَقَالَ :مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰه بِمِثْلِ عَمَلِهِ، مِنْكَ وَأَيْمُ اللّٰهِ !إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَ ذَاكَ إِنِّيْ كُنْتُ أُكَثِّرُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه و آله وسلم يَقُولُ جِئْتُ أَنَا وَ أَبُوبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَ دَخَلْتُ أَنَا وَ أَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ أَنَا وَ أَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ .فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو، أَوْ لَأَظُنُّ، أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور جنازہ اٹھائے جانے سے بھی پہلے ان پر صلوٰۃ (یعنی دعا) پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور کہا (اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ !) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو بخدا عزوجل! مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کر

دے گا، کیونکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا، میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے، میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما داخل ہوئے، میں اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نکلے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (اسی طرح) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا''

(الصحیح المسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عمر، ص:1105، الحدیث رقم:2389 دار المعرفۃ بیروت)

ان احادیث مبارکہ سے بالکل واضح ہو گیا کہ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور عہدِ صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین میں نمازِ جنازہ کے بعد دعا کا معمول تھا۔

مزید تفصیل و تحقیق کیلئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کے رسالہ **بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز** کا مطالعہ کریں جو فتاوی رضویہ جدید کی جلد نہم کے صفحہ 239 پر موجود ہے۔

مفسداتِ نمازِ جنازہ

سوال: نمازِ جنازہ کن چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے؟

جواب: جن چیزوں سے تمام نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں نماز جنازہ بھی اُن سے فاسد ہو جاتی ہے سوا ایک بات کہ عورت مرد کے محاذی ہو جائے تو نماز جنازہ فاسد نہ ہو گی۔

علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں۔

إنها تفسد بما تفسد به سائر الصلوات وهو ما ذكرنا من الحدث

العمد، والکلام، والقهقهة، وغیرها مما ینقض الصلاۃ إلا المحاذاۃ

یعنی نمازِ جنازہ بھی انہی چیزوں سے فاسد ہوتی ہے جن سے تمام نمازیں فاسد ہوتی ہیں حدث عمد، گفتگو، قہقہہ وغیرہ اور اسی طرح جن سے وضوء فاسد ہوتا ہے مگر ایک چیز کہ عورت اگر برابر کھڑی ہو تو نمازِ جنازہ فاسد نہیں ہوتی۔

(بدائع الصنائع، فصل فی بیان من یصلی علیہ، ج2، ص: 2228، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جنونِ اصلی اور عارضی میں فرق

سوال: جنونِ اصلی اور عارضی میں کیا فرق ہے؟

جواب: جنونِ اصلی سے مراد ہے کہ نابالغی کی حالت سے ہی مجنون ہو یہ بلوغ کے ساتھ ساتھ جنون بھی طاری ہوا ہو اور جنونِ عارضی جو بالغ ہونے کے بعد مجنون ہو گیا۔

(حاشیہ طحطاوی مصری، ج1، ص315)

وضو یا غسل کرنے سے نمازِ جنازہ جانے کا خوف ہے

سوال: وضو یا غسل کرنے سے نمازِ جنازہ جانے کا خوف ہے تو کیا کرے؟

جواب: جنازہ تیار ہے جانتا ہے کہ وضو یا غسل کرے گا تو نماز ہو جائے گی تیمم کر کے پڑھے۔

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: إِذَا خِفْتَ أَنْ تَفُوتَكَ الْجَنَازَةُ وَأَنْتَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ. عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ: إِذَا فَجَأَتْكَ الْجَنَازَةُ وَأَنْتَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ عَلَيْهَا. عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ:

إِذَا فَجَأَتْكَ الْجِنَازَةُ وَلَسْتَ عَلَى وُضُوءٍ ، فَإِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاء فَتَوَضَّأْ وَصَلِّ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَكَ مَاء فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ. عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ :يَتَيَمَّمُ إِذَا خَشِيَ الْفَوْتَ. عَنْ عَطَاءٍ ، قَالَ :إِذَا خِفْتَ أَنْ تَفُوتَكَ الْجِنَازَةُ فَتَيَمَّمْ وَصَلِّ.

حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب تجھے نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو اور تو بے وضو ہو تو تیمم کر کے نماز پڑ لیا کر۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اچانک جنازہ آ جائے اور تم اس وقت بے وضو ہو تو تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو جایا کر۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جنازہ آ جائے اور تم اس وقت بے وضو ہو تو اور اگر تیرے پاس پانی ہو تو وضو کر کے نماز پڑھ اور اگر پانی نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب تجھے خوف ہو کہ نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گا تو تیمم کر کے نمازِ جنازہ پڑھ لیا کرو''

(مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل یخاف أن تفوتہ الصلاۃ علی الجنازۃ، ج:3،ص:305)

در مختار میں ہے۔

"جاز لخوف فوت صلاۃ جنازۃ

یعنی نمازِ جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے''

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب التیمم، ص:37، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سواری پر نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: نماز جنازہ سواری پر پڑھنا کیسا؟

جواب: نماز جنازہ سواری پر پڑھی تو نہ ہوئی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولا تجوز الصلاة على الجنازة راكبا ـ

یعنی سوار ہوکر جنازہ پڑھنا جائز نہیں"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰۃ،الباب فی الجنائز، ج:1،ص:180،دار الکتب العلمیة بیروت)

نمازِ جنازہ میں رفع یدین

سوال: نمازِ جنازہ کی چاروں تکبیروں میں رفع یدین کرنا کیسا؟

جواب: نمازِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرنا ممنوع ہے۔

علامہ حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔

"یرفع یدیه فی الاولی فقط۔ یعنی صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اُٹھائیں گے"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،ص:120،دار الکتب العلمیة بیروت)

بے نمازی کا جنازہ

سوال: کیا بے نمازی کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟

جواب: بے نمازی سخت فاسق و گنہگار اور مستحقِ عذابِ نار ہے، مگر کافر نہیں، اس کی بھی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ

یعنی ہر مسلمان کی نمازِ جنازہ تم پر فرض ہے نیک ہو یا بد، اگر چہ اس نے گناہِ کبیرہ

کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا۔ (ابوداود باب فی الغزو)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"صحیح یہ ہے کہ ترکِ نماز سخت کبیرہ گناہ اشد کفرانِ نعمت ہے، مگر کفر وارتداد نہیں، جبکہ انکارِ فرضیت یا استخفاف واہانت نہ کرے، اور نماز ہر مسلمان کے جنازے کی فرض کفایہ ہے، اگر سب چھوڑیں گے سب گنہگار رہیں گے، نماز پنجگانہ اُس پر فرض تھی اُس نے چھوڑی، نماز جنازہ ہم پر فرض ہے ہم کیوں چھوڑیں، اُس نے وہ فرض چھوڑا جو خالص حق اللہ کریم غنی وعزوجل کا تھا، ہم وہ فرض چھوڑ دیں جس میں اللہ عزوجل کا بھی حق اور اس محتاج باشدّ الاحتیاج کا بھی حق العبد، یہ محض نادانی اورخود اپنی بھی بدخواہی ہے، علمائے کرام نے فرضیتِ نمازِ جنازہ سے صرف چند شخصوں کا استثناء فرمایا۔ باغی اورآپس کے بلوائی کہ فریقین بطور جاہلیت لڑیں اوراُن کے تماشائی اورڈاکو، اورؤہ کہ لوگوں کا گلہ دبا کر، پھانسی دے کر مارڈالا کرتا ہو، اورؤہ جس نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا۔ ظاہر ہے کہ بے نمازی ان سے خارج ہے تو اس کی نمازِ جنازہ مثل عام مسلمانوں کے فرض ہے۔

فی الدرالمختارھی فرض علٰی مسلم مات خلا بغاۃ وقطاع طریق اذاقتلوافی الحرب واھل عصبۃ ومکابرفی مصر لیلاو خناق وقاتل احدابویہ اھ ملخصا

یعنی درمختار میں ہے: ہرمرنے والے مسلمان کی نماز جنازہ فرض ہے سوا باغی، رہزن کے جب لڑائی میں مارے جائیں، اور جو براہ عصبیت آپس میں لڑیں، رات کو ہتھیار لے کر شہر میں لوٹ مار کرنے والا گلا دبا کر مارڈالنے والا، اپنے

والدین میں سے کسی کا قاتل اھ بتلخیص''

(العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه المخرجه، ج:9،ص:161،رضا فانڈیشن پاکستان)

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ

سوال: کیا خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی؟

جواب: خودکشی کرنے والا سخت گنہگار ہے لیکن اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور نمازِ جنازہ بھی ادا کی جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ومن قتل نفسه عمدا يصلى عليه عند أبي حنيفة ومحمد - رحمهما الله -وهو الأصح۔

یعنی خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا اس کی نمازِ جنازہ ادا کی جائے گی امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک یہی صحیح ہے''

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1،ص:179،دارالکتب العلمیة بیروت)

زانیہ عورت کا جنازہ

سوال: زانیہ طائفہ عورت کا جنازہ پڑھنا کیسا؟

جواب: صدر الشريعة بدر الطريقة المفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1367ھ) فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں۔

''نمازِ جنازہ ہر مسلمان کا پڑھنا فرضِ کفایہ ہے اگرچہ وہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہیں۔صحیح مسلم شریف میں ہے۔ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَصُلِّي عَلَيْهَا رجم کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا پھر اس کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی''

(فتاویٰ امجدیہ، ج:1، ص:307)

جن کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی

سوال: کیا کوئی ایسا مسلمان بھی ہے جس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی؟

جواب: ہر مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگر چہ وہ کیسا ہی گنہگار و مرتکب کبائر ہو مگر چند قسم کے لوگ ہیں کہ اُن کی نماز نہیں۔ (1) باغی جو امام برحق پر ناحق خروج کرے اور اُسی بغاوت میں مارا جائے (2) ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا نہ اُن کو غسل دیا جائے نہ اُن کی نماز پڑھی جائے مگر جبکہ بادشاہ اسلام نے اُن پر قابو پایا اور قتل کیا تو نماز و غسل ہے یا وہ نہ پکڑے گئے نہ مارے گئے بلکہ ویسے ہی مرے تو بھی غسل و نماز ہے (3) جو لوگ ناحق پاسداری سے لڑیں بلکہ جو اُن کا تماشہ دیکھ رہے تھے اور پتھر آ کر لگا اور مر گئے تو ان کی بھی نماز نہیں ہاں اُنکے متفرق ہونے کے بعد مرے تو نماز ہے (4) جو کسی شخص کا گلا گھونٹ کا مار ڈالے (5) شہر میں رات کو ہتھیار لے کر لوٹ مار کریں وہ بھی ڈاکو ہیں اس حالت میں مارے جائیں تو اُن کی بھی نماز نہ پڑھی جائے (6) جس نے اپنی ماں یا باپ کو مار ڈالا اُس کی بھی نماز نہیں (7) جو کسی کا مال چھین رہا تھا اور اس حالت میں مارا گیا اُس کی بھی نہیں۔

(الماخوذ: الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:179، دار الكتب العلمية بيروت)

جنازے والے وضو سے فرض نماز پڑھنا

سوال: جس وضو سے نمازِ جنازہ ادا کی کیا اسی سے فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب: عمدۃ المحققین حضرت مفتی حبیب اللہ نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی حبیب الفتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

"جنازے کیلئے جو وضو کیا اسی سے فرض نماز ادا کرنا جائز ہے دوبارہ دوسرا وضو کرنا ضروری نہیں۔ عوام میں یہ مسئلہ غلط مشہور ہو گیا ہے کہ جنازے والے وضو سے فرض نماز نہیں پڑھ سکتے"

(حبیب الفتاوی، کتاب الصلوۃ، باب الجنائز، ص575، شبیر برادرز، لاہور)

نمازِ جنازہ میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ کہاں ہوں

سوال: کیا نمازِ جنازہ میں سلام ہاتھ چھوڑنے کے بعد پھیرنا چاہئے یا قبل ہاتھ چھوڑے، افضل کیا ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"ہاتھ باندھنا سنّت اس قیام کی ہے جس کے لئے قراءۃ ہو۔

کما فی الدر المختار وغیرھا من الاسفار (جیسا کہ درمختار وغیرہ کتابوں میں ہے) سلام وقتِ خروج ہے اُس وقت ہاتھ باندھنے کی طرف کوئی داعی نہیں، تو ظاہر یہی ہے کہ تکبیر چہارم کے بعد ہاتھ چھوڑ دیا جائے۔"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف فتاوی رضویہ، ج9، ص194، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

دوسری فصل:

مسبوق کا بیان

مسبوق فوت شدہ تکبیروں میں کیا پڑھے گا

سوال: نمازِ جنازہ کا مسبوق یعنی جس کی چند تکبیریں رہ گئیں وہ فوت شدہ تکبیروں کو پُورا کرے تو ان میں کس کس تکبیر میں کیا کیا پڑھے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"اگر جنازہ اُٹھالیا جانے کا اندیشہ ہو جلد جلد تکبیریں بلا دُعا کہہ کر سلام پھیر دے ورنہ ترتیب وار پڑھے۔ مثلاً تین تکبیریں فوت ہوئیں تو چوتھی امام کے ساتھ کہہ کر بعد سلام پہلی تکبیر کے ثناء پھر درود پھر دعا پڑھے اور دو فوت ہوئیں تیسری امام کے ساتھ دُعا، چوتھی کے بعد سلام، پھر اول کے بعد ثناء دوم کے بعد درود، اور ایک ہی فوت ہوئی تو بعد سلام ایک تکبیر کے بعد ثناء۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، باب الجنائز، ج:9، ص:194، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

امام نے پانچویں تکبیر کہہ دی

سوال: اگر امام نے پانچویں تکبیر کہہ دی تو مقتدی کیا کرے؟

جواب: امام نے پانچ تکبیریں کہیں تو پانچویں تکبیر میں مقتدی امام کی پیروی نہ کرے بلکہ چُپ کھڑا رہے جب امام سلام پھیرے تو اُس کے ساتھ سلام پھیر دے۔

درمختار میں علامہ حصکفی فرماتے ہیں۔

"ولو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ھذا۔

یعنی اور اگر نمازی امام نے پانچویں تکبیر کہہ دی تو اس کی اتباع نہیں کرے گا اس لئے یہ منسوخ ہے، پس مقتدی خاموش کھڑا رہے گا یہاں تک کہ سلام پھیرے گا جب امام نے سلام پھیرا۔ اسی پر فتویٰ ہے"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص: 120، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعد میں نمازِ جنازہ میں شامل ہونے کا طریقہ

سوال: بعض تکبیریں فوت ہوگئیں تو نماز جنازہ میں کیسے شامل ہو؟

جواب: بعض تکبیریں فوت ہوگئیں یعنی اُس وقت آیا کہ بعض تکبیریں ہوچکی ہیں تو فوراً شامل نہ ہو اس وقت شامل ہو جب امام تکبیر کہے اور اگر انتظار نہ کیا بلکہ فوراً شامل ہوگیا تو امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اُس کا اعتبار نہیں اگر وہیں موجود تھا مگر تکبیر تحریمہ کے وقت امام کے ساتھ اللہ اکبر نہ کہا خواہ غفلت کی وجہ سے دیر ہوئی یا نیت ہی کرتا رہ گیا تو یہ شخص اس کا انتظار نہ کرے کہ امام دوسری تکبیر کہے تو اُس کے ساتھ شامل ہو بلکہ فوراً ہی شامل ہو جائے۔

علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں۔

"والمسبوق ببعض التکبیرات لا یکبر فی الحال بل ینتظر تکبیر الامام لیکبر معہ للافتتاح لما مر ان کل تکبیر کرکعۃ والمسبوق لا یبدأ بما فاتہ

یعنی اور جس کو بعض تکبیریں امام کے پیچھے نہ ملی ہوں تو وہ اس وقت تکبیر نہ کہے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے تا کہ امام کے ساتھ شروع کی تکبیر کہے کیونکہ بیشتر گزر چکا، ہر تکبیر ایک رکعت کی طرح ہے، اور بعد میں ملنے والا اپنی فوت شدہ رکعتوں سے شروع نہیں کرے گا"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص :120، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بعد میں ملنے والے کی جو تکبیریں رہ گئیں تھیں

سوال: جس کی تکبیریں فوت ہوگئیں وہ اپنی باقی تکبیریں کب کہے؟

جواب: ایسے شخص کو فقہ کی اصطلاح میں مسبوق کہتے ہیں، مسبوق اپنی باقی تکبیریں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ دُعائیں پڑھے گا تو پوری کرنے سے پہلے لوگ میت کو کندھے تک اٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے دُعائیں چھوڑ دے۔

علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں۔

"ثم یکبران ما فاتھما بعد الفراغ نسقا بلا دعا ان خشی رفع المیت علی الأعناق

یعنی پھر مسبوق امام کے فارغ ہونے کے بعد بغیر دعا کے باقی رہ جانے والی تکبیریں کہے گا جبکہ اسے خوف ہو کہ میت کو کندھوں پر اُٹھالیں گے"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص :120، دار الکتب العلمیہ بیروت)

چوتھی تکبیر کے بعد آیا

سوال: جو شخص چوتھی تکبیر کے بعد آیا وہ کیا کرے؟

جواب: چوتھی تکبیر کے بعد جو شخص آیا تو جب تک امام نے سلام نہ پھیرا شامل ہو جائے اور امام کے سلام کے بعد تین بار اللہ اکبر کہے۔

"وعند أبي يوسف يدخل لبقاء التحريمة فاذا سلم الامام كبر ثلاثا كما في الحاضر وعليه الفتوىٰ۔

یعنی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز میں شریک ہو جائے تحریمہ کے باقی ہونے کی وجہ سے پس جب امام سلام پھیرے تو یہ تین تکبیریں کہے جیسا کہ حاضر (یعنی جو تیسری تکبیر کے بعد آیا وہ چوتھی میں شریک ہوگا اور سلام کے بعد تین تکبیریں کہے گا) اور اسی (امام ابو یوسف کے قول) پر فتویٰ ہے"

(الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، ص: 120، دار الكتب العلمية بيروت)

ایک تکبیر رہتی تھی سلام پھیر دیا

سوال: نمازِ جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ ایک بار کہا اور یاد آ گیا پھر تکبیر کہی اور سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے بھول کر تیسری تکبیر کے بعد سلام پھیرا یاد آنے پر چوتھی تکبیر کہہ کر دوبارہ سلام پھیرا تو نماز ہو جائے گی۔ اور اگر اس کے علم میں تھا کہ نمازِ جنازہ کی تین ہی رکعتیں ہوتیں ہیں اور اس نے سلام پھیر دیا تو نماز نہ ہوگی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی: 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''دوسری صورت میں نماز ہو جانا بھی اُسی صورت میں ہے کہ اس نے بھول کر سلام پھیرا ہو، اور اگر قصداً پھیرا یہ جان کر کہ نمازِ جنازہ میں تین تکبیریں ہیں، تو یہ نماز بھی نہیں ہوگی''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز ج 9،ص 194، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تیسری فصل:

نمازِ جنازہ کی صفوں کا بیان

نمازِ جنازہ کی صفیں

سوال: کم از کم نمازِ جنازہ کی کتنی صفیں بنانی چاہیے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ نماز جنازہ میں تین صفیں کریں کہ مغفرت کی امید ہے۔ اگر کُل سات ہی شخص ہوں تو ایک امام بنے اور تین پہلی صف میں اور دو دوسری صف میں اور ایک تیسری صف میں کھڑا ہو۔

سیدنا مرثد بن عبداللہ الیزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ ثَلَاثَۃُ صُفُوفٍ فَقَدْ أَوْجَبَ

یعنی جس کی نماز تین صفوں نے پڑھی تو اللہ عزوجل اس کیلئے جنت واجب کر دے گا"

(الجامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصلاۃ علی الجنازۃ، ص:433، الرقم الحدیث:1028 دار المعرفۃ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں نقل فرماتے ہیں۔

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

"یستحب ان یصفوا ثلثۃ صفوف حتی لو کانوا سبعۃ یتقدم احدھم للامامۃ ویقف ورائہ ثلثۃ وورأھم اثنان ثم واحد۔

یعنی تین کرنا مستحب ہے یہاں تک کہ اگر سات آدمی ہوں تو ایک شخص امامت کے لئے آگے ہو اور اس کے پیچھے تین کھڑے ہوں، ان کے پیچھے دو، پھر ایک"

(المطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج 9، ص: 199 رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

پانچ افراد ہوں تو؟

سوال: اگر صرف پانچ افراد ہوں تو کیا کریں؟

جواب: بہتر ہے کہ تین صفیں بنائیں جائیں، کہ اس میں میت کیلئے حصولِ مغفرت کی کوشش ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''ہاں پانچ میں بھی کی جائے، ہمیں حدیث وفقہ نے بتایا کہ ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

من من مسلم یموت فیصلی علیہ ثلثۃ صفوف ماالمسلمین الااوجب۔

یعنی مسلمانوں میں سے کوئی فوت ہوگیا اور اس پر مسلمانوں کی تین صفوں نے نماز جنازہ پڑھا تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

(حدیث میں مذکور بشارت) کی برکت حاصل کرنے کو حتی الوسع کی تین صفیں کی جائیں، اگر صفِ اخیر میں صرف ایک شخص ہو۔ یہ بات پانچ مقتدیوں میں یقیناً حاصل۔ پہلی دو صفیں دو دو کی ہوں کہ دو آدمی صلوٰۃ مطلقہ میں بھی مستقل صف ہیں۔

موطائے امام مالک ومصنّف عبدالرزاق میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

قام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصففت اناوالیتیم من ورائہ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں نے اور یتیم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی۔

موطائے امام محمد میں عبداللہ بن عتبہ سے ہے:

قال دخلت علٰی عمر بن الخطاب بالهاجرة فو جدته يسبح فقمت ورائه فقربني فجعلني بحذائه عن يمينه فلما جاء يرفأ تاخرت فصففنا ورائه۔

یعنی فرمایا: میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہاں دوپہر کو گیا تو انہیں نفل پڑھتے ہوئے پایا، میں ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا انہوں نے مجھے قریب کر کے اپنے برابر دائیں کرلیا، پھر جب یرفا آگیا تو میں پیچھے ہو گیا، ہم دونوں نے ان کے پیچھے صف بنالی۔

(العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه المخرجه، ج:9،ص:205،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نمازِ جنازہ میں افضل صف

سوال: نمازِ جنازہ میں کون سی صف افضل ہے؟

جواب: جنازہ میں پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

درمختار میں ہے۔

افضل صفوفها آخر اظهار للتواضع۔

یعنی نمازِ جنازہ کی سب صفوں میں پچھلی صف افضل ہے بسبب تواضع۔

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:120، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

چوتھی فصل:

نمازِ جنازہ کی امامت کا بیان

نمازِ جنازہ میں امامت کا حق

سوال: نمازِ جنازہ میں امامت کا حق کس کو حاصل ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام محلہ پھر ولی کو۔ امام محلّہ کا ولی پر تقدیم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اُس وقت کہ امام محلّہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی بہتر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"أولى الناس بالصلاة عليه السلطان إن حضر فإن لم يحضر فالقاضي ثم إمام الحي ثم الولي ۔

"میت پر نماز پڑھانے میں اگر سلطان حاضر ہو تو وہ اولیٰ ہے۔ اگر نہ تو پھر قاضی پھر امام محلّہ پھر ولی"

(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب في الجنائز، ج1، ص179، دار الكتب العلمية بيروت)

ولی کون ہے

سوال: میت کے ولی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ولی سے مراد میّت کے عصبہ ہیں اور نماز پڑھانے میں اولیا کی وہی ترتیب

ہے جو نکاح میں ہے صرف فرق اتنا ہے کہ نماز جنازہ میں میّت کا باپ بیٹے پر مقدم ہے اور نکاح میں بیٹے باپ پر مقدم۔ البتہ اگر باپ عالم نہیں اور بیٹا عالم ہے تو نماز جنازہ میں بھی بیٹا مقدم ہے اگر عصبہ نہ ہوں تو ذوی الارحام غیروں پر مقدم ہیں۔

درمختار میں علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"بترتیب عصوبة الانکاح الاالاب فیقدم علی الابن اتفاقاالاان یکون عالماو الاب جاھلافالابن اولٰی۔

نکاح کرانے میں عصبہ ہونے کی جو ترتیب ہے وہی یہاں بھی ہوگی مگر باپ کہ وہ بیٹے پر یہاں بالاتفاق مقدم ہے لیکن اگر بیٹا عالم اور باپ جاہل تو بیٹا اولٰی ہے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص: 121، دارالکتب العلمیہ بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"ایں ولایت ہمچو ولایت نکاح بترتیب عصوبت و قرابت اقرب فالاقرب۔

یعنی یہ ولایت، ولایتِ نکاح کی طرح عصبہ ہونے اور قریبی ہونے کی ترتیب پر قریب تر پھر قریب تر کے لئے ہوتی ہے"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:177، رضا فانڈیشن پاکستان)

جس عورت کا ولی نہیں

سوال: اگر عورت کا ولی نہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو شوہر نماز پڑھائے وہ بھی نہ ہو تو پڑوسی یونہی مرد کا

ولی نہ ہوتو پڑوسی اوروں پر مقدم ہے۔

علامہ حصکفی رحمہ اللہ تعالٰی درمختار میں فرماتے ہیں۔

فان لم یکن له ولی فالزوج ثم الجیران۔

ترجمہ: اگر میت کا ولی نہ ہوتو عورت کیلئے شوہر زیادہ حق دار ہے پھر پڑوسی

(الدر المختار ،کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،ص : 121،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عورت کی ولایت

سوال: کیا عورت بھی میت کی ولی ہوسکتی ہے؟

جواب: عورتوں اور بچوں کونماز جنازہ کی حق ولایت حاصل نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"لا حق للنساء فی الصلاۃ علی المیت ولا للصغار ۔

یعنی میت پر نمازِ جنازہ میں عورتوں اور بچوں کوحق ولایت حاصل نہیں"

(الفتاویٰ الھندیۃ،کتاب الصلوٰۃ،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،ج:1،ص:179،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ولی اقرب کا ولی ابعد کی موجودگی میں کسی اور سے نمازِ جنازہ پڑھوانا

سوال: کیا ولی اقرب ولی ابعد کی موجودگی میں اپنے علاوہ کسی اور سے نمازِ جنازہ پڑھا سکتا ہے؟

جواب: میّت کے ولی اقرب اور ولی ابعد دونوں موجود ہیں تو ولی اقرب کو اختیار ہے کہ ابعد کے سوا کسی اور کو پڑھوائے ابعد کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور ولی اقرب غائب ہے اور اتنی دُور ہے کہ اُس کے آنے کا انتظار نہ کیا جاسکے اور کسی تحریر کے ذریعہ

سے ابعد کے سوا کسی اور سے پڑھوانا چاہے تو ابعد کو اختیار ہے کہ اُسے روک دے اور ولی اقرب موجود ہے مگر بیمار ہے تو جس سے چاہے پڑھوادے ابعد کو منع کا اختیار نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وللأقرب أن يقدم على الأبعد من شاء فإن غاب الأقرب في مكان تفوت الصلاة بحضوره فالأبعد أولى فإن قدم الغائب غيره بكتاب كان للأبعد أن يمنعه، والمريض في المصر بمنزلة الصحيح يقدم من شاء وليس للأبعد أن يمنعه

یعنی اقرب کو اختیار ہے کہ وہ ابعد پر کسی اور کو مقدم کردے اور اگر اقرب موجود نہ ہو اور خدشہ ہو کہ اس کے آنے تک نماز فوت ہو جائے گی تو پس ابعد بہتر ہے۔ اگر ولی اقرب اپنی غیر موجودگی میں کسی کو خط ذریعے نمازِ جنازہ کا کہے تو ابعد کو اختیار ہے کہ اس کو روک دے۔ اور اگر اقرب موجود ہے مگر بیمار ہے تو وہ بمنزلہ تندرست ہی ہے تو جسے چاہے نمازِ جنازہ کیلئے آگے کردے ابعد اسے نہیں روک سکتا"

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ج:1، ص:179، دار الكتب العلمية بيروت)

بیٹے اور شوہر میں ولایت کس کو

سوال: عورت مرگئی شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا تو ولایت بیٹے کو ہے یا شوہر؟

جواب: عورت مرگئی شوہر اور جوان بیٹا چھوڑا تو ولایت بیٹے کو ہے شوہر کو نہیں البتہ اگر یہ لڑکا اُسی شوہر سے ہے تو باپ پر پیش قدمی مکروہ ہے اسے چاہئے کہ نمازِ جنازہ باپ سے پڑھوائے اور اگر دوسرے شوہر سے ہے تو سوتیلے باپ پر تقدم کرسکتا ہے

کوئی حرج نہیں اور بیٹا بالغ نہ ہو تو عورت کے جو اور ولی ہوں اُن کا حق ہے شوہر کا نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ولو ماتت امرأة ولها زوج وابن عاقل بالغ منه فالولاية للابن دون الزوج لكن يكره للابن أن يتقدم أباه وينبغي أن يقدمه فإن كان لها ابن من زوج آخر فلا بأس بأن يتقدم؛ لأنه هو الولي وتعظيم زوج أمه غير واجب عليه۔

یعنی اگر عورت فوت ہو گئی اس نے شوہر اور عاقل بالغ بیٹا چھوڑا تو ولایت بیٹے کو حاصل ہے شوہر کو نہیں لیکن بیٹے کو اپنے والد سے آگے ہونا مکروہ ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے والد کو آگے کرے۔ پس اگر بیٹا دوسرے شوہر سے ہے تو پھر کوئی حرج نہیں کہ وہ مقدم ہو کیونکہ ولی ہے اور اس پر اپنے ماں کے شوہر کی تعظیم واجب نہیں“

(الفتاوى الهندية، كتاب الصلوة، الباب الحادي والعشرون في الجنائز، ج:1، ص:179، دار الكتب العلمية بيروت)

دو یا چند ایک درجہ کے ولی ہوں تو

سوال: اگر دو یا چند لوگ ایک درجہ کے ولی میت ہوں تو کیا کریں؟

جواب: دو یا چند شخص ایک درجہ کے ولی ہوں تو زیادہ حق اُس کا ہے جو عمر میں بڑا ہے مگر کسی کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے ہم مرتبہ ولی کے سوا کسی غیر سے بغیر اُس کی اجازت کے پڑھوا دے اور اگر ایسا کیا یعنی خود نہ پڑھائی اور کسی اور کو اجازت دے دی، تو دوسرے ولی کو منع کرنے کا اختیار ہے اگرچہ یہ دوسرا ولی عمر میں چھوٹا ہو اور اگر

ایک ولی نے ایک شخص کو اجازت دی دوسرے نے دوسرے کو تو جس کو بڑے نے اجازت دی وہ بہتر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"فإن تساوی ولیان فی درجة فأکبرهم سنا أولی ولیس لأحدهما أن یقدم غیر شریکه إلا بإذنه فإن قدم کل واحد منهما رجلا کان الذی قدمه الأکبر أولی۔

یعنی اگر دو ولی ہم مرتبہ ہوں تو جو عمر میں بڑا ہے اس کا حق ہے لیکن کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسرے ہم مرتبہ ولی کی اجازت کے بغیر کسی اور سے نماز جنازہ پڑھائے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کسی اور شخص کو اجازت دے دی تو جس کو بڑے نے کہا اس کا حق ہے"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:179، دار الکتب العلمیة بیروت)

ولی کی اجازت کے بغیر نمازِ جنازہ پڑھادی

سوال: ولی کے علاوہ کسی ایسے نے نماز پڑھائی جو ولی پر مقدم نہ تھا اور ولی نے اُسے اجازت بھی نہ دی تھی تو اس نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے اور کیا ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب: نماز تو ہوگئی لیکن چونکہ ولی کی اجازت سے نہیں پڑھی گئی اور نہ ولی اس میں شریک ہوا اس لئے ولی کو دوبارہ پڑھنے کی اجازت ہے۔ اور یہ اجازت بھی اس صورت میں کہ پہلے پڑھانے یا پڑھنے والوں میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ولی سے مقدم ہے۔ جیسے بادشاہ وقاضی وامام محلّہ کہ ولی سے افضل ہو تو اب ولی نماز کا اعادہ نہیں کر

سکتا یا پہلے پڑھانے والا بھی اولیاء میت میں سے تھا تو بھی اس ولی کو اعادہ کی اجازت نہیں۔

درمختار میں علامہ حصکفی فرماتے ہیں۔

"فان صلی غیرالولی من لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعادالولی ولوعلی قبره ان شاء لاجل حقه لا لاسقاط الفرض

یعنی اگر ولی کے علاوہ ایسے شخص نے جس کو ولی پر تقدم کا حق حاصل نہیں، نمازِ جنازہ پڑھ لی اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے خواہ قبر پر ہی پڑھے۔ اسے یہ اختیار اپنے حق کے سبب ہے اس لئے نہیں کہ فرضِ جنازہ ادا نہ ہوا تھا"

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں

"نماز ہوگئی جو نماز بے اجازت ولی پڑھی جائے ولی کو اختیار ہے کہ دوبارہ پڑھے۔ مگر جو پہلے پڑھ چکے ہیں وہ دوبارہ نہیں پڑھ سکتے۔ پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پہلی نماز کسی ایسے نے پڑھی جس پر ولی کو ترجیح تھی، ورنہ اگر مثلاً بادشاہِ اسلام یا قاضی شرع یا امام حی نے نماز پڑھا دی تو ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں کہ وہ اس بات میں ولی سے مقدم ہیں"

(العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه المخرجه، ج:9، ص:177، رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

نہ چاہتے ہوئے ولی نے کسی کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی

سوال: اگر ولی نے نہ چاہتے ہوئے کسی دوسرے کی امامت میں متابعت کی تو کیا

اس کو اعادہ کی اجازت ہے؟

جواب: صورتِ مذکورہ میں ولی کو اعادہ کا اختیار نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"رجل صلی صلاۃ الجنازۃ والولی خلفه ولم یرض به إن تابعه فصلی معه جاز ولا یعید الولی

"کسی شخص نے نمازِ جنازہ پڑھی اور ولی اس کی اقتداء کی لیکن دل سے راضی نہیں تو نماز جائز ہے اور اب ولی اعادہ نہیں کرسکتا"

(الفتاویٰ الھندیۃ،کتاب الصلوٰۃ فی الجنائز،ج:1،ص:180،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

چوتھی فصل:

اجتماعی نمازِ جنازہ

اجتماعی نمازِ جنازہ کا حکم

سوال: اگر جنازے ایک سے زیادہ جمع ہوں تو کیا سب کی نمازِ جنازہ ایک ساتھ پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب: کئی جنازے ایک ساتھ آجائیں تو ایک ساتھ سب کی اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یعنی ایک ہی نماز میں سب کی نیّت کر لی جائے، لیکن افضل یہ ہے کہ سب کی علیحدہ علیحدہ نمازِ جنازہ پڑھیں اور اس صورت میں یعنی جب علیحدہ علیحدہ پڑھیں تو اُن میں جو افضل ہے اس کی پہلے پڑھے اور اس کے بعد اس کی نماز پڑھے جو پہلے والے کے بعد سب میں افضل ہے وعلیٰ ھذا القیاس۔

علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں۔

واذا اجتمعت الجنائز فافراد الصلاۃ علی کل واحدۃ أولی من الجمع وتقدیم الأفضل أفضل وان جمع جاز۔

یعنی جب ایک ساتھ کئی جنازے آجائیں تو سب کا الگ الگ جنازہ پڑھنا اجتماعی طور پر پڑھنے سے بہتر ہے اور جب علیحدہ علیحدہ جنازہ پڑھیں تو جو افضل ہے اس کا پہلے جنازہ پڑھنا افضل ہے اور اگر سب کا اکٹھا نمازِ جنازہ پڑھا تب

جائز ہے۔

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص 120، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اجتماعی نمازِ جنازہ میں جنازوں کی ترتیب

سوال: اجتماعی نماز جنازہ میں جنازے کس ترتیب سے رکھیں؟

جواب: اگر اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھانی ہو تو ان کی صفوں کی ترتیب کے دو طریقے ہیں۔

(1) ایک میت کو امام کے سامنے رکھیں اور قبلہ کی طرف بڑھاتے جائیں۔

(2) یا پھر اس طرح رکھیں کہ ایک کی پائنتی یا سرہانے دوسرے کو اور اس دوسرے کی پائنتی یا سرہانے تیسرے کو وعلیٰ ھذا القیاس جیسے اگر قبلہ مغرب کی جانب ہے تو شمالا جنوبا اس طرح قطار میں رکھیں کہ سب کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو۔

اور ان میں افضل کو امام کے قریب رکھیں پھر اس کے بعد جو افضل ہے وعلیٰ ھذا القیاس اور اگر فضیلت میں برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو اسے امام کے قریب رکھیں۔ یہ اس وقت ہے کہ سب ایک جنس کے ہوں اور اگر مختلف جنس کے ہوں تو امام کے قریب مرد ہو اس کے بعد لڑکا پھر خنثیٰ پھر عورت پھر قریب البلوغ لڑکی یعنی نماز میں جس طرح مقتدیوں کی صف میں ترتیب ہے اس کا عکس یہاں ہے۔

درمختار میں ہے۔

"إن شاء جعل الجنائز صفا واحدا وقام عند أفضلهم، وإن شاء جعلها صفا مما يلي القبلة) واحدا خلف واحد (بحيث يكون

صدر کل) جنازة (مما یلی الامام) لیقوم بحذاء صدر الکل، و ان جعلها درجا فحسن لحصول المقصود (وراعی الترتیب) المعهود خلفه حالۃ الحیاۃ، فیقرب منه الافضل فالافضل :الرجل مما یلیه، فالصبی فالخنثی فالبالغة فالمراهقة

یعنی ایک ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں اگر چاہے تو سب جنازہ کی ایک صف بنالے اس طرح کہ ایک کا سر دوسرے کے پاؤں کی طرف ہو اور امام ان میں سب سے افضل کے سامنے کھڑا ہو۔ اور اگر چاہے تو ان کو قبلہ کی طرف ایک دوسرے کے پیچھے رکھ کر صف بنائے اس طرح کے ہر ایک کا سینہ امام کے مقابل ہو تا کہ امام سب کے مقابل کھڑا ہو۔ اس صورت میں صف کو درجۃً بنائے (یعنی ایک کا سر دوسرے کے کچھ نیچے بائیں جانب کرے اس طرح کہ ہر جنازہ بنسبت پہلے کے تھوڑا سا بائیں جانب ہو) تو بہتر ہے پس ان میں سے افضل کو امام اپنے قریب رکھے پھر جو اس سے کم ہو۔ مرد کو اپنے پاس رکھے پھر لڑکے کو پھر خنثیٰ کو پھر بالغہ عورت کو پھر قریب البلوغ لڑکی کو۔''

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص :120، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ

سوال: اجتماعی نمازِ جنازہ پڑھنے کا کیا طریقہ ہے جبکہ مختلف الجنس بالغ نابالغ میتیں ہوں تو کون سی میت کی دعا پڑھیں گے؟

جواب: امام اور مقتدی سب نیت کریں گے اور تیسری تکبیر کے بعد جو بالغ والی دعا ہے وہ مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک ہی ہے اور اس میں جمع کا صیغہ ہے اس

لئے اگر چہ بالغ اموات ایک سے زائد ہوں تو یہ سب کو شامل ہو جائے گی۔ البتہ اگر متعدد اموات میں نابالغ بچے بھی ہوں تو بالغ کی دعا کے بعد نابالغ بچے اور بچی کی دعا بھی پڑھ لینی چاہیے، اگر بچے دو ہوں تو ضمیر " ہٗ "یا" ھَا " کی جگہ " ھُمَا "اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو بچوں کی دعا میں ضمیر " ہ " کی بجائے " ھُمْ " اور بچیوں کی دعا میں ضمیر " ھا " کی بجائے " ھُنَّ " پڑھ لیں۔ لیکن اگر صرف بالغ کی دعا پڑھ کر سلام پھیر دیا تب بھی سب کا جنازہ صحیح ادا ہو جائے گا۔

طحطاوی میں ہے۔

ویکتفی لهم بدعاء واحد كما بحثه بعضهم ويؤيده أن الضمائر ضمائر جمع فی قوله اللهم اغفر لحينا الخ بقي ما إذا كان فيهم مكلفون وصغار و الظاهر أنه يأتي بدعاء الصغار بعد دعاء المكلفين

یعنی (اجتماعی نمازِ جنازہ میں) مردوں اور عورتوں کیلئے ایک ہی دعا کافی ہے جیسا کہ بعض علماء نے اس کی بحث فرمائی کہ قول اللھم اغفر لحینا کی ضمیریں جمع کی ہے جو اس کی طرف موید ہیں البتہ جب بڑوں کے ساتھ نابالغ بھی ہوں تو بالغوں کی دعا کے بعد نابالغ کی پڑھی جائے

(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب احکام الجنائز، ج:2ص:236)

پانچویں فصل :

نماز جنازہ کے متفرق مسائل

سب پہلی نمازِ جنازہ

سؤال: سب سے پہلے نمازِ جنازہ کس کی پڑھی گئی اور کس نے پڑھائی؟

جواب: سب سے پہلی نمازِ جنازہ حضرت سیدنا آدم علٰی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر پڑھی گئی، اور اسلام میں نماز جنازہ کے وجوب کا حکم ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں نازل ہوا، اور ہجرت کے بعد سب سے پہلے حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہجرت کے نویں مہینے شوال المکرّم میں ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اسلام میں یہ سب سے پہلی نمازِ جنازہ تھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

واما بدء صلاۃ الجنازۃ فکان من لدن سیّدنا ادم علیه الصّلاۃ والسلام، اخرج الحاکم فی المستدرك والطبرانی والبیهقی فی سننه عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قال اخر ما کبر النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم علی الجنازۃ اربع تکبیرات، وکبر عمر علی ابی بکر اربعا، وکبر ابن عمر علی عمر اربعا وکبر الحسن بن علیٍّ علی علیٍّ اربعا، وکبر الحسین بن علیٍّ علی الحسن بن علیٍّ اربعا،

وکبرت الملئکۃ علی ادم اربعا ، ولم تشرع فی الاسلام الا فی المدینۃ المنورۃ اخرج الامام الواقدی من حدیث حکیم بن حزام رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی ام المؤمنین خدیجۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا انہا توفیت سنۃ عشر من البعثۃ بعد خروج بنی ہاشم من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی حفرتہا ولم تکن شرعۃ الصلاۃ علی الجنائز اھ وقال الامام ابن حجر العسقلانی فی الاصابۃ فی ترجمۃ اسعد بن زرارہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ذکر الواقدی انہ مات علی راس تسعۃ اشہر من الہجرۃ رواہ الحاکم فی المستدرک وقال الواقدی کان ذلک فی شوال قال. البغوی بلغنی انہ اول من مات من الصحابۃ بعد الہجرۃ وانہ اوّل میّت صلی علیہ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اھ وبہ اتضح الجواب۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

یعنی جنازہ کی ابتدا سیّدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حاکم نے مستدرک، طبرانی اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازۂ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، اور ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازۂ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازۂ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازۂ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیّدنا آدم علیہ السلام پر چار تکبیریں کہیں اور اسلام

میں وجوبِ نمازِ جنازہ کا حکم مدینہ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال بعثت کے دسویں سال شعبِ ابی طالب سے خروج کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی لحد میں اترے اور اس وقت میت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا اھ اور امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہوا، اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا، اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھی اور اس سے جواب واضح ہوگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ کتاب الصلاۃ ج:5 ص:375 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

جوتا پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: جنازہ گاہ کے علاوہ جب سڑک یا میدان وغیرہ میں نمازِ جنازہ ادا کی جائے تو جوتے اتار دینے چاہیے یا نہیں؟

جواب: بعض لوگ جوتا پہنے اور بہت لوگ جوتے اتار کر ان پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھتے ہیں اگر جوتا پہنے پڑھی تو جوتا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے کہ جوتے سے متصل زمین یا جوتے ہی کے اوپر یا نیچے بقدر مانع نجاست ہوگی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ مذکورہ صورت میں جوتا لباسِ بدن ہے۔

لباس کی تعریف کرتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں۔

"ما لابس البدن ، فدخل القلنسوة و الخف و النعل۔

یعنی جو بدن سے ملا ہو پس اس میں ٹوپی، موزے اور جوتے داخل ہیں"

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب:شروط الصلاۃ، ج:2، ص:91، دارالمعرفۃ بیروت)

اور لباس نجاست کیلئے آڑ نہیں ہوسکتا کہ وہ بدن کے تابع ہوتا ہے لہٰذا اگر اس کے پہنے ہوئے جوتے کو نجاست لگی ہوگی تو نماز نہ ہوگی۔ اور اگر جوتے اتار کر اس کے اوپر کھڑے ہو کر پڑھی تو جوتے کے اوپر کا حصہ جو پاؤں سے متصل ہے اس کا پاک ہونا ضروری ہے، اگرچہ نچلی طرف جو حصہ زمین سے ملا ہوا ہے وہ نجس ہو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جب جوتوں کو اتار دیا جائے تو لباس نہیں رہتے بلکہ علیحدہ چیز ہو جاتے ہیں اور علیحدہ چیز نجاست کیلئے آڑ ہو سکتی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو خلع نعليه وقام عليهما جاز سواء كان ما يلي الأرض منه نجسا أو طاهرا إذا كان ما يلي القدم طاهرا۔

یعنی اگر جوتے اتار کر ان کے اوپر کھڑا ہو تو جائز ہے۔ برابر ہے کہ جو حصہ زمین سے ملا ہوا ہے وہ پاک ہے یا نہیں۔ جب کہ وہ حصہ (اوپر) جو پاؤں سے ملا ہوا ہے وہ پاک ہو"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب:شروط الصلاۃ، ج:1، ص:69، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

عموماً ایسی جگہوں کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور جوتوں کے تلوے بھی بعض اوقات ناپاک ہوتے ہیں۔ احتیاط اسی میں ہے کہ جوتا اتار کر اس کے اوپر پاؤں رکھ

کر نمازِ جنازہ ادا کی جائے، اگر زمین یا جوتے کا تلوا ناپاک ہوا تب بھی نماز میں کوئی خلل نہ ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''احتیاط یہی ہے کہ جوتا اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر نماز پڑھ لی جائے کہ زمین یا تلا ناپاک ہو تو نماز میں خلل نہ آئے۔

ردالمحتار میں ہے:

قد توضع فی بعض المواضع خارج المسجد فی الشارع فیصلی علیھا ویلزم منه فسادھا من کثیر من المصلین لعموم النجاسة وعدم خلعھم نعالھم المتنجسة۔

یعنی کبھی بعض مقامات میں بیرونِ مسجد سڑک پر جنازہ رکھ کر نماز پڑھی جاتی ہے اس سے بہت سے لوگوں کی نماز کا فساد لازم آتا ہے کیونکہ وہ جگہیں نجس ہوتی ہیں اور لوگ اپنے نجاست آلود جوتے اتارتے نہیں۔

اُسی میں ہے:۔

فی البدائع لو صلی علی مکعب اعلاہ طاھر وباطنه نجس عند محمد یجوز لانه صلی فی موضع طاھر کثوب طاھر تحته ثوب نجس اه وظاھرہ ترجیح قول محمد وھو الاشبه(ملخصاً)

یعنی بدائع میں ہے: اگر کسی ایسے مکعب پر نماز پڑھی جس کا بالائی حصہ پاک ہے اور اندرونی حصہ ناپاک ہے تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ نماز پاک جگہ ادا ہوئی جیسے کوئی پاک کپڑا ہو جس کے نیچے دوسرا ناپاک کپڑا ہو اھ۔ اس کا ظاہر امام محمد کے قول کی ترجیح ہے اور وہی اشبہ ہے (ملخصاً)

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9،ص:188،رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

نمازِ جنازہ میں اپنا خلیفہ بنانا

سوال: نمازِ جنازہ میں امام اگر بے وضو ہو جائے تو کیا کسی کو اپنا خلیفہ بنا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! بنا سکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو أحدث الإمام فی صلاۃ الجنازۃ فقدم غیرہ جاز ھو الصحیح ،
یعنی اور اگر امام نمازِ جنازہ میں بے وضو ہو گیا اور اس نے کسی دوسرے کو آگے کر دیا تو جائز ہے اور یہی صحیح ہے"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز،ج:1،ص:181،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

نمازِ جنازہ پڑھے بغیر میت دفن کردی

سوال: مُردہ کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی ہو تو کتنے دن تک پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اگر مٹی نہیں دی تو میت نکال لیں اور نماز پڑھ کر دفن کریں اور اگر مٹی دے چکے تو اس کی قبر پر نماز پڑھیں جب تک میت پھٹنے کا گمان نہ ہو۔قبر پر نماز پڑھنے میں دنوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں کہ کتنے دن تک پڑھی جا سکتی ہے کہ یہ موسم اور زمین اور میّت کے جسم و مرض کے اختلاف سے مختلف ہے گرمی میں میت کا جسم جلد پھٹے گا اور سردی میں دیر سے تر زمین میں جلد ،خشک میں دیر سے فربہ جسم جلد اور لاغر دیر سے۔لہٰذا جب تک جسم سلامت ہونے کا غالب ظن ہو پڑھ سکتے ہیں۔

درمختار میں ہے۔

"دفن و اھیل علیہ التراب بغیر صلٰوۃ او بھا بلاغسل صلی علی قبرہ مالم یغلب علی الظن تفسخہ من غیر تقدیر ھو الاصح ۔

بغیر نماز کے، یا بغیر غسل کے نماز پڑھ کر میّت کو دفن کر دیا گیا اور اس پر مٹی ڈال دی گئی تو اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے جب تک اس کے پھٹنے کا ظن غالب نہ ہو، اس میں کسی حد کی تعیین نہیں یہی اصح ہے"

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص: 121، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"جب تک بدن میت کا سالم ہونا مظنون ہو اور یہ امر اختلاف موسم و حال زمین و حال میّت سے جلدی و دیر میں مختلف ہو جاتا ہے، گرمی میں جلد بگڑ جاتا ہے سردی میں بدیر، زمین شور یا نمک میں جلد، سخت و غیر شور میں بدیر، فربہ مرطوب جلد، خشک و لاغر بدیر، تو اس کے لئے معین نہیں کر سکتے۔"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، باب الجنائز، ج:9، ص:195، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کوئیں یا سمندر میں ڈوب کر مر گیا

سوال: کوئیں یا سمندر میں ڈوب کر مر گیا اور مردہ نکالا نہ جا سکا تو کیا کریں؟

جواب: کوئیں میں گر کر یا کسی جگہ دب کر مر گیا اور میت نکالی نہ جا سکی تو اسی جگہ نمازِ جنازہ پڑھیں گے یہ ایسے ہی ہے کہ کسی کو نمازِ جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا تو اس کی قبر پر نماز پڑھیں گے اور اگر سمندر یا دریا وغیرہ میں ڈوب کر مر گیا اور نکالا نہ جا سکا تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کہ میت کا امام کے سامنے ہونا ضروری ہے۔

فتاویٰ شامی میں ہے۔

"ینبغي أن یکون في حکم من دفن بلا صلاة من تردی في نحو بئر أو وقع علیه بنیان ولم یمکن إخراجه بخلاف ما لو غرق في بحر لعدم تحقق وجوده أمام المصلي تأمل"

جو شخص کسی کنواں یا مکان میں دب گیا اور اس کا نکالنا ممکن نہیں تو وہ بلا نماز پڑھے دفن ہونے والے مردے کے حکم میں ہوگا۔ بخلاف اس کے جو سمندر میں غرق ہو گیا کیونکہ اس کا جسم نمازی کے سامنے ہونا متحقق نہیں"

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب تعظیم اولی الامر واجب، ج:3، ص:147)

تکرارِ نمازِ جنازہ

سوال: کیا ایک میت کی نمازِ جنازہ بار بار پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک نمازِ جنازہ کی تکرار جائز نہیں، البتہ اگر ولی اقرب (قریب ترین وارث) نے نہ پڑھی ہو اور دوسرے لوگوں نے پڑھ لی ہو تو ولی اقرب دوبارہ پڑھ سکتا ہے، ایسی صورت میں اس کے ساتھ ایسے اور لوگ بھی شریک ہو سکتے ہیں جنہوں نے پہلے نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ ولی اقرب نے نمازِ جنازہ پڑھ لی ہو یا اس کی اجازت سے کسی نے پڑھا لی ہو تو پھر دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھ سکتے۔ علماء کرام نے فرمایا کہ اگر نمازِ جنازہ میں تکرار مشروع ہوتی تو نبی اکرم ﷺ کے روضہ اطہر پر نماز جنازہ پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا کیونکہ وہ آج بھی اپنی قبر انور میں ویسے ہی تشریف فرما ہیں جیسے وقتِ تدفین۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"لو کان مشروعا لما اعرض الخلق کلھم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیه علیه الصلوٰة والسلام بانواع الطرق عنه فهذادلیل ظاهر علیه فوجب اعتباره

یعنی اگر نمازِ جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں علماء وصلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ تکرار کی عدم مشروعیت پر کھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا"

(فتح القدیر، فصل ف فی الصلاۃ علی المیت، ج:2، ص:84، نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ الاسلام برھان الدّین علی بن ابوبکر المرغینانی علیہ رحمۃ اللہ الہادی (المتوفی: 593ھ) الہدایہ میں فرماتے ہیں:

"رأینا الناس ترکوامن اخرهم الصلوٰة علی قبرالنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم وهوالیوم کماوضع۔

ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے قبر مبارک میں رکھنے کے دن تھے"

(الھدایھة شرح بدایة المبتدی، کتاب الجنائز، فصل فی الصلاۃ علی المیت، ج:1، ص:98، دارلکتب العلمیہ بیروت)

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی: 587ھ) بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں۔

"ولا یصلی علی میت إلا مرة واحدة لا جماعة ولا وحدانا عندنا

یعنی احناف کے نزدیک میت پر صرف ایک بار نماز پڑھی جائے گی دوبارہ نہ جماعت کے ساتھ جائز نہ ہی تنہا ''

(بدائع الصنائع :فصل فی بیان من یصلی علیہ: ج:2اص: 337:دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو بکر بن علی الحدادی الیمنی الزّبیدی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 800ھ) الجوہرۃ النیرۃ میں فرماتے ہیں۔

"وإن صلى عليه الولي لم يجز أن يصلي أحد بعده لأن الفرض يتأدى بالأولى والنفل بها غير مشروع

اگر میت کے ولی نے اس پر نماز پڑھ لی تو کسی دوسرے کو اس کے بعد پڑھنے کی اجازت نہیں کیونکہ فرض پہلی نماز کے ساتھ ادا ہو گیا اور نماز جنازہ میں نفل مشروع نہیں"

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

"ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع

یعنی میت پر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھی جائے گی اور نماز جنازہ میں نفل مشروع نہیں"

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں۔

"ليس لمن صلى عليها أن يعيد مع الولي لأن تكرارها غير مشروع

یعنی جو پہلے پڑھ چکا وہ ولی کے ساتھ بھی اعادہ کا اختیار نہیں رکھتا کہ اس کی تکرار مشروع نہیں"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز ونامشروع ہے، مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلا اذن و بلا متابعت ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کرسکتا ہے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز،ج:9،ص:270،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اور اسی میں فرماتے ہیں۔

''جب مانع مفقود اور مقتضی اس درجہ قوت سے موجود، تو اگر نمازِ جنازہ کی تکرار شرع میں جائز ہوتی تو صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک تمام جہان تمام طبقات کے تمام علماء اور اولیاء وصلحا اور عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اُس کے ترک پر اجماع کیا معنی، جن میں لاکھوں بندے خدا کے وُہ گزرے اور اب بھی ہیں جنھیں دن رات یہی فکر رہتی ہے کہ جہاں تک مِل سکیں وُہ طریقے بجالائیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تقرب پائیں، لاجرم تیرہ سو برس کا یہ اجماع کلی دلیل ظاہر ہے کہ تکرارِ نماز جنازہ جائز نہیں، اس لئے مجبوراً سب باقی ماندہ کو اس فضل عظیم سے محروم ہونا پڑا''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز،ج:9،ص:272،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

فقہاء کرام کی تصریحات سے واضح ہے کہ تکرار نماز جنازہ جائز نہیں۔

مزید تفصیل وتحقیق چاہیے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان کے رسالہ النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز کا مطالعہ کریں جو فتاویٰ رضویہ جدید جلد نہم کے صفحہ 269 پر موجود ہے۔

غائبانہ نمازِ جنازہ

سوال: غائبانہ نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: غائبانہ نماز جنازہ ناجائز و ممنوع ہے، اس کے عدمِ جواز پر ائمہ حنفیہ کا اجماع ہے۔ احناف کی تمام کتبِ فقہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ میت کا سامنے موجود ہونا شرط ہے۔

درمختار میں ہے:

"شرطها حضوره فلاتصح على غائب۔

جنازہ کا حاضر ہونا شرطِ نماز ہے لہذا کسی غائب پر نمازِ جنازہ صحیح نہیں"

(الدر المختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص 119، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام محققِ علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

وشرط صحتها اسلام الميت وطهارته و وضعه امام المصلى فبهذا القيد لاتجوز على غائب۔

یعنی صحتِ نماز جنازہ کی شرط یہ ہے کہ میت مسلمان ہو طاہر ہو، جنازہ نمازی کے آگے زمین پر رکھا ہو۔ اسی شرط کے سبب کسی غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں"

(فتح القدیر، فصل في الصلاة على الميت، ج 2، ص [illegible]، [illegible])

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ومن الشروط حضور الميت ووضعه وكونه أمام المصلى فلا تصح على غائب ۔

یعنی میت کا حاضر ہونا اور نمازی کے سامنے رکھنا نمازِ جنازہ کی شرط [illegible] سے

ہے"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ج:1، ص:180، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی غائبانہ نمازِ جنازہ (اس طرح کہ میت سامنے نہ ہو) ثابت نہیں۔ حالانکہ حضور پُرنور سیّد یوم النشور بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو نمازِ جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات اندھیری یا دوپہر کی گرمی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے: فَلَا تَفْعَلُوا فَادْعُونِي لِجَنَائِزِكُمْ۔

ترجمہ: ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلا لیا کرو۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث عامر بن ربیعہ، ج:3، ص:444، دار الفکر بیروت)

اور فرماتے: لَا تَفْعَلُوا لَا يَمُوتَنَّ فِيكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ أَلَا آذَنْتُمُونِي بِهِ فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ لَهُ رَحْمَةٌ

ترجمہ: ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں۔ ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم میں کوئی فوت ہو اور تم مجھے اطلاع نہ دو کہ اُس پر میری نماز موجبِ رحمت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث یزید بن ثابت، ج:4، ص:388، دار الفکر بیروت)

اور فرماتے:

"إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ۔

بیشک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور بیشک اللہ عزوجل میری

نماز کے سبب انہیں روشن فرما دیتا ہے''

(الصحیح المسلم کتاب الجنائز: باب الصلاۃ علی القبر: ص: 429: الرقم الحدیث: 2212، دار المعرفۃ بیروت)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

'' زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دوسرے مواضع (مقامات) میں وفات پائی، کبھی کسی حدیث صریح سے ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے ان کی غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاجِ رحمت والا نہ تھے، کیا معاذ اللہ حضور اقدس ﷺ کو ان پر یہ رحمت وشفقت نہ تھی، کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے، کیا جو مدینہ میں مرتے انہیں کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی۔ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں تو حضور اقدس ﷺ کا عام طور پر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا ہی دلیل روشن وبارز (ظاہر) رہتا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ ﷺ بے عذرِ مانع بالقصد احتراز فرمائیں (یعنی کسی روکنے والے عذر کے نہ پائے جانے کے باوجود نبی کریم ﷺ کا کسی عمل کو ارادۃً ترک فرما دینا) وہ ضرور امرِ شرعی (شریعت کا حکم) ومشروع (جائز) نہیں ہوسکتا۔''

مزید اسی میں فرمایا:

''اب واقعہ بیر معونہ ہی دیکھئے مدینہ طیبہ کے ستر 70 جگر پاروں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلّہ علمائے کرام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے دغا سے شہید کر دیا۔ مصطفیٰ ﷺ کو ان کا سخت وشدید غم والم ہوا۔ ایک مہینہ کامل خاص نماز کے اندر کفار نانجار پر لعنت فرماتے رہے، مگر ہرگز منقول نہیں کہ پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو

آخر ایں ترک وبایں مرتبہ بے چیزے نیست

یعنی آخر اجلہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے شہید ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی نماز جنازہ کو ترک فرمانا بغیر کسی وجہ کے نہیں ہوسکتا"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز، ج:9،ص:346،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

باقی رہی وہ احادیث جن میں بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین پر غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا بیان ہے وہ تین واقعات ہیں۔اس کی تفصیل یہ ہے۔

پہلا واقعہ: بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے کہ جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا وصال ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام) کو خبر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی صفیں بنائی اور چار تکبیریں پڑھیں۔

صحیح ابن حبان میں ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ أَخَاکُمْ النَّجَاشِیَّ تُوُفِّیَ فَقُومُوا فَصَلُّوا عَلَیْہِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَفُّوْا خَلْفَہُ فَکَبَّرَ اَرْبَعاً وَھُمْ لَایُظَنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَہُ بَیْنَ یَدَیْہِ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا،اٹھو اس پر نماز پڑھو۔پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پیچھے صفیں باندھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں،صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہی ظن تھا کہ ان کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہے"

(الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان،فصل فی الصلوۃ علی الجنائز،ج:5،ص:40،موسسۃ الرسالہ بیروت)

صحیح ابوعوانہ میں انہیں سے ہے:

"فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ ونحن لَانَرَى اِلَّا اَنَّ جَنَازَةَ قُدَّامنَا۔

ہم نے حضور کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے"

(فتح الباری بحوالہ ابی عوانہ،باب الصفوف علی الجنازہ،ج:3،ص:432 مصطفی البابی مصر)

امام واحدی نے اسبابِ نزولِ قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا:

"کشف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی راٰہ وصلّی علیہ۔

یعنی نجاشی کا جنازہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ظاہر کردیا گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اُس پر نماز پڑھی"

(شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ واحدی النوع الرابع فی صلوٰتہ الخ ،ج:8،ص:87دار المعرفۃ بیروت)

دوسرا واقعہ: معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مدینہ طیبہ میں انتقال کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں ان پر نماز پڑھی۔

اس واقعہ کے بارے میں طبرانی میں یہ تصریح موجود ہے۔

حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ طبرانی کے یہاں یہ ہیں: جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی نے مدینہ میں انتقال کیا۔

أَتُحِبُّ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ ؟ قَالَ :نَعَمْ فَضَرَبَ بِجَنَاحِهِ الْأَرْضَ فَلَمْ

تَبْقَ شَجَرَۃٌ ، وَلَا اَکَمَۃٌ اِلَّا تَضَعْضَعَتْ فَرُفِعَ سَرِیرُہٗ ، فَنَظَرَ اِلَیْہِ وَصَلّٰی عَلَیْہِ ، وَخَلْفَہٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ فِی کُلِّ صَفٍّ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَکٍ

یعنی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر نماز پڑھیں، فرمایا : ہاں، جبریل علیہ السلام نے اپنا پَر زمین پر مارا کوئی درخت یا ٹیلہ نہ رہا جو پست نہ ہوا ہو۔ اور ان کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند کیا گیا یہاں تک کہ پیش نظر اقدس ہو گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز پڑھی، اور فرشتوں کی دو صفیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھیں، ہر صف میں ستر ہزار فرشتے''

(المعجم الکبیر، باب: معاویۃ بن معاویۃ المزنی توفی، ج:19، ص: 428، ح:1040)

ابو احمد حاکم کے یہاں یوں ہے:

''فَوَضَعَ جَنَاحَہُ الْاَیْمَنَ عَلَی الْجِبَالِ فَتَوَاضَعَتْ، وَوَضَعَ جَنَاحَہُ الْاَیْسَرَ عَلَی الْاَرْضِ فَتَوَاضَعَتْ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی مَکَّۃَ وَالْمَدِینَۃِ، فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ، وَجِبْرِیلُ، وَالْمَلَائِکَۃُ،

یعنی جبریل علیہ السلام نے اپنا داہنا پَر پہاڑوں پر رکھا وہ جھک گئے بایاں زمینوں پر رکھا وہ پست ہو گئیں یہاں تک کہ مکہ و مدینہ ہم کو نظر آنے لگے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جبریل و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان پر نماز پڑھی''

(مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی، باب الصلوۃ علی الغائب، ج:3، ص:38 دار الکتاب العربی بیروت)

بطریق علاء کے لفظ یوں ہیں:

هل لك ان تصلي عليه فاقبض لك الارض قال نعم فصلى عليه ۔

ترجمہ: جبریل نے عرض کی حضور ﷺ ان پر نماز پڑھنی چاہیں تو میں زمین سمیٹ دوں، فرمایا: ہاں! جبریل نے ایسا ہی کیا، اُس وقت حضور ﷺ نے ان پر نماز پڑھی۔

(الاصابه في تمييز الصحابه ترجمه معاويه بن معاويه دار صادر بيروت)

واقعہ سوئم: واقدی نے مغازی میں عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کی:

"لما التقى الناس بموتة، جلس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على المنبر وكشف له مابينه وبين الشام، فهو ينظر الى معركتهم، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم اخذ الراية زيد بن حارثة، فمضى حتى استشهد، وصلى عليه ودعاله وقال استغفروا له وقد دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابى طالب فمضى حتى استشهد فصلى عليه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ودعا وقال استغفروا له وقد دخل الجنة فهو يطير فيهابجناحين حيث شاء۔ (ملخصاً)

یعنی جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی، رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور کے لئے پردے اٹھا دیئے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوئے، حضور نے انھیں اپنی صلوٰۃ ودعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو بیشک وہ دوڑتے ہوئے جنت میں داخل ہو گئے ہیں۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جعفر بن ابی طالب نے نشان اٹھایا اور لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی صلوٰۃ و دعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لئے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوئے اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتے پھرتے ہیں۔"

(کتاب المغازی بیان غزوہ موتۃ، ج:2،ص:762، موسسۃ العلمی بیروت)

خود اسی روایت میں صاف تصریح ہے کہ پردے اُٹھادئے گئے تھے، معرکہ حضرتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ تینوں واقعات میں میّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دی گئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں پڑھا۔

مزید تفصیل و تحقیق چاہیے تو میرے آقا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے رسالہ **الهادی الحاجب عن جنازة الغائب** کا مطالعہ کریں جس کو اعلیٰ حضرت نے 85 کتب اور 207 عبارات سے مزّین فرمایا۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مخرّجہ کی جلد نہم کے صفحہ 269 پر موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب سے دیکھ کر جنازہ کی دعا پڑھنا

سوال: نمازِ جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اگر امام نے کتاب سے دیکھ کر دعا پڑھی تو کیا حکم ہے؟

جواب: مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وقار الفتاویٰ میں فرماتے ہیں۔

''نمازِ جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتیں ہیں اگر یاد نہ تھیں تو ان کے علاوہ کوئی اور دعا پڑھ لیتا تو بھی نماز ہو جاتی۔ نماز میں کتاب کھول کر دعا پڑھی جائے تو نماز نہیں ہوتی لہٰذا یہ نماز جنازہ ادا نہیں ہوئی''

(وقار الفتاوی، ج:2، ص:361)

کھانا پہلے کھائیں یا جنازہ پڑھیں

سوال: اگر کھانا تیار ہے جنازہ بھی تیار ہے تو پہلے کھانا کھائے یا مُردے کو دفن کرے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح سے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''جنازہ آگیا تو پہلے اس کی نماز پڑھ لے کہ اس نماز میں ایسی دیر نہیں ہوتی، پھر اگر بھوک وغیرہ د ہی (کھانا سامنے آیا اور کھانے کے بعد جنازہ مل جائیگا، یا پہلے جنازہ میں شرکت کرے تو بھوک کی وجہ سے دل کھانے کی طرف رہے گا یا کھانا ٹھنڈا ہو کر بے مزا ہو جائے گا، یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو جائیگی اور چبائی نہ جائے گی) ضرورتیں لاحق ہیں تو دفن کے لئے بعد کھانا کھانے، کے جائے یا فقط نماز پر قناعت کرے، جبکہ لے جانیوالے موجود ہوں اور اس کے نہ جانے سے کوئی شرعی حرج لازم نہ آتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:186 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مسجد میں نمازِ جنازہ

سوال: مسجد میں نمازِ جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر، سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض، کہ حدیث میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی۔

فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ رحمۃ القوی فتاوی فیض الرسول میں فرماتے ہیں۔

"بے شک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ناجائز اور گناہ ہے، حدیث اور فقہ کی معتبر کتابوں سے یہی ثابت ہے جیسا کہ ھدایہ اولین صفحہ نمبر 161 میں ہے لا یصلی علی میت فی مسجد جماعۃلقولہ علیہ السلام من صلیٰ علی جنازۃ فی المسجد فلا اجر لہ ، یعنی جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے کوئی ثواب نہیں اور بحر رائق جلد دوم صفحہ 176 میں ہے و لا فی مسجد لحدیث ابی داود مرفوعاً من صلی علی میت فی المسجد فلا اجرلہ و فی روایۃ فلاشئی لہ ،یعنی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اس لئے کہ ابوداؤد کی مرفوع حدیث ہے کہ جس نے مسجد میں نماز پڑھی اس کیلئے کوئی ثواب نہیں۔اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس کیلئے کچھ نہیں۔اور فتاویٰ عالمگیری جلداول مصری ص:155 پر ہے صلاۃ الجنازۃ فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعۃ مکروھۃ یعنی جس مسجد میں جماعت قائم کی جاتی ہے اس میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔عنایۃ مع فتح القدیر جلددوم ص:90 میں ہے لایصلی علی میّت فی مسجد جماعۃ اذ کانت

الجنازۃ فی المسجد فالصلاۃ علیھا مکروھۃ باتفاق اصحابنا یعنی جماعت کی مسجد میں نمازِ جنازہ نہ پڑھی جائے جبکہ جنازہ مسجد ہوتو نماز مکروہ ہے یہ ہمارے اصحاب کا متفقہ مسئلہ ہے۔اور شامی جلداول،ص:593 میں ہے۔ کما تکرہ الصلاۃ علیھا فی المسجد یکرہ ادخالھا فیہ۔یعنی جیسا کہ نمازِ جنازہ مسجد میں مکروہ ہے جنازہ کا مسجد میں داخل کرنا بھی مکروہ ہے۔اسی طرح فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ صغریٰ،فتاویٰ بزازیہ،فتح القدیر،شرح وقایہ عمدۃالرعایہ،مراقی الفلاح،طحطاوی علی مراقی اور درمختار وغیرہ کتب معتبرہ میں تصریح ہے کہ نمازِ جنازہ مسجد میں مکروہ ہے ومنع ہے۔اور مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے نمازِ جنازہ کے مسجد میں مکروہ تحریمی ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔جیسا کہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ 57 میں ہے کہ "جنازہ مسجد میں رکھ کر اس پر نماز مذہب حنفی میں مکروہ تحریمی ہے۔اور صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکروہ تحریمی لکھا ہے۔جیسا کہ بہارِ شریعت حصہ چہارم صفحہ 158 میں ہے۔مسجد میں نمازِ جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض کہ احادیث میں نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔

ان تمام کتب معتبرہ کے حوالے سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔جو حرام کی مثل ہے۔لہٰذا بغیر عذرِ شرعی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں"

(فتاویٰ فیض الرّسول،ج:1،ص:445)

سخت سردی یا دھوپ کی صورت میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا

سوال: کیا دھوپ یا سخت سردی کی صورت میں مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ رحمۃ القوی فتاوی فیض الرسول میں تحریر فرماتے ہیں۔

''اور سخت سردی اور دھوپ کے سبب بھی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کہ جس طرح لوگ سخت سردی اور دھوپ میں اپنے کاموں کے لئے نکلتے ہیں جنازہ کے لئے بھی تھوڑی دیر سردی اور دھوپ برداشت کر سکتے ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان تحریر فرماتے ہیں۔''نمازِ جنازہ بہت ہلکی اور جلد ہونے والی چیز ہے اتنی دیر دھوپ کی تکلیف ایسی نہیں کہ مکروہ تحریمی گوارہ کیا جائے۔اور مسجد کی بے حرمتی روا رکھیں (فتاوی رضویہ جلد چہارم صفحہ 57) رہی تیز بارش تو جس طرح بارش میں جنازہ گھر سے لے کر مسجد اور مسجد سے لے کر قبرستان تک جائیں گے اسی طرح بارش میں مسجد سے باہر جنازہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔اور بارش میں جنازہ لے کر نکلنا اور دفن کرنا تو ممکن ہو مگر نمازِ جنازہ پڑھنا کسی طرح ممکن نہ ہو تو اس صورت میں ضرور مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی رخصت دے دی جائے گی۔بشرطیکہ شہر میں کہیں مدرسہ ،مسافر خانہ اور جماعت خانہ وغیرہ میں پڑھنا ممکن نہ ہو''

(فتاوی فیض الرّسول، ج:1،ص:446)

صحنِ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: مسجد میں جو صحن بنا ہوتا ہے، اکثر گرمیوں میں وہاں پر مغرب کی نماز پڑھی

جاتی ہے اُس جگہ جنازہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح سے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"صحنِ مسجد یقیناً مسجد ہے، فقہائے کرام اُسے مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی اور مسقف درجہ کو مسجد شتوی یعنی جاڑوں کی مسجد کہتے ہیں۔اور نمازِ جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے کما فی التنویر و الدر و غیرھما (جیسا کہ تنویرالابصار اور درمختار وغیرہما میں ہے)

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،ج:9،ص:265،رضا فاؤنڈیشن لاھور)

فنائے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: مسجد کے اطراف میں جوتے اتارنے کی جگہ اور اس طرح کی دیگر جگہوں میں نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کی جگہیں فنائے مسجد ہوتی ہیں، اس میں نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"حدِ مسجد سے باہر فنائے مسجد میں (نمازِ جنازہ پڑھنا) جائز ہے"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،ج:9،ص:265،رضا فاؤنڈیشن لاھور)

مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: مسجد الحرام اور مسجد نبوی میں تو نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی ہے؟

جواب: سیدی امام **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی: 1340ھ) اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

''وہاں شافعیہ کے طور پر ہوتی ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:266، رضا فانڈیشن لاہور)

علیحدہ کچی زمین کو پختہ کر کے مسجد سے ملا دیا

سوال: پہلے ایک حصہ خام تھا اب بالکل ملحقہ مسجد کر کے سب پختہ کر دیا گیا آیا یہ مسجد میں داخل ہے یا نہیں، اور یہاں نمازِ جنازہ جائز ہے یا نہیں اور صحن مسجد ہے یا نہیں؟

جواب: سیدی امام **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی: 1340ھ) اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''یہ جگہ مسجد سے خارج تھی اُسے پختہ کر کے صحنِ مسجد سے ملا دینا مسجد کے طور پر نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ جمعہ وعیدین میں نمازیوں کو آرام ہو تو وہ بدستور مسجد سے خارج ہے اور اس میں نمازِ جنازہ جائز ہے، اور اگر تمام مسلمانوں کی رائے سے اُسے مسجد کر لیا گیا تو اب اس میں نماز جنازہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:266، رضا فانڈیشن لاہور)

عیدگاہ اور مدرسہ میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: عیدگاہ یا مدرسہ کے احاطہ میں نمازِ جنازہ پڑھنا کیسا؟

جواب: سید العلماء سید احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ الکافی (المتوفی:1231ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"لا تكره في مسجد أعد لها و كذا في مدرسة و مصلى عيد لأنه ليس لها حكم المسجد في الأصح۔

یعنی نمازِ جنازہ جنازہ گاہ، اسی طرح مدرسہ اور عید گاہ میں مکروہ نہیں، کیونکہ صحیح قول کے مطابق یہ مسجد کے حکم میں نہیں"

(طحطاوی علی مراقی مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ: 326)

نمازِ جنازہ پڑھنے سے وضو پر اثر

سوال: کیا نماز جنازہ پڑھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: نمازِ جنازہ کی ادائیگی وضو توڑنے والے اسباب میں سے نہیں لہٰذا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں خلیلِ ملت **مفتی محمد خلیل خان** برکاتی رحمۃ اللہ الکافی فتاویٰ خلیلیہ میں فرماتے ہیں۔

''نمازِ جنازہ کی ادائیگی نواقضِ وضو میں سے نہیں''

(فتاویٰ خلیلیہ: ج:1، ص:432، ضیاء القرآن لاہور)

مقتدی کا نماز جنازہ میں دعا اور درود پڑھنا

سوال: کیا مقتدی نمازِ جنازہ میں دعا اور درود شریف پڑھے گا؟

جواب: جی ہاں! مقتدی درود شریف اور دعائے نمازِ جنازہ امام کی اقتداء میں

پڑھے گا۔ مقتدی کو امام کی اقتداء میں صرف قرائت قرآن عظیم منع ہے، جو نمازِ جنازہ میں مشروع نہیں، بقیہ دعا، درود شریف، اور تسبیحات تو پانچ وقتہ فرض نمازوں میں بھی مقتدی کو امام کی اقتداء میں پڑھنے کا حکم ہے۔

اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی: 1340ھ) **فتاویٰ رضویہ** میں فرماتے ہیں۔

"مقتدی بھی سب کچھ پڑھیں کہ نمازِ جنازہ میں صرف ذکر و دُعا ہے قراءتِ قرآن نہیں، اور مقتدیوں کو صرف قرأتِ قرآن عظیم ہی منع ہے باقی دُعا و اذکار میں وہ امام کے شریک ہیں۔

فی الرحمانیہ فی الطحطاوی یکبرون الافتتاح مع رفع الیدین ثم یقرء ون الثناء ثم یکبرون ویصلون علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یکبرون ویستغفرون للمیت ثم یکبرون ویسلمون، ولایرفعون ایدیھم فی التکبیرات الثلث ولاقرأۃ فیھا۔

رحمانیہ میں ہے: طحطاوی میں ہے کہ کانوں تک ہاتھ لے جانے کے ساتھ تکبیر افتتاح کہیں، پھر ثناء پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر تکبیر کہیں اور میت کے لئے استغفار کریں پھر تکبیر کہیں اور سلام پھیریں۔ بعد کی تینوں تکبیروں میں ہاتھ نہ اُٹھائیں۔ اور نمازِ جنازہ میں قرأتِ قرآن نہیں۔

خزانۃ المفتین میں ہے:

وان کان المیت غیر بالغ فان الامام ومن خلفہ یقولون اللھم اجعلہ

لنافرطا واجعله لناذخراشافعاومشفعاواللّٰہ تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

یعنی اگر میّت نابالغ ہوتو امام اور مقتدی سب کہیں گے اے اللہ! اسے ہمارے لئے آگے جانیولا کردے اوراسے ہمارے لئے ذخیرہ بنادے، اور شفاعت کرنے والا، مقبول الشفاعۃ کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز،ج:9،ص:193 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نمازِ جنازہ اورنمازِ ظہر میں کسے مقدم کریں

سوال: ظہر کی نماز کا وقت ابھی شروع ہُوا پھر جنازہ بھی آیا،اوروقت بہت ہے، اب کون سی نماز مقدم ہو،اورسنّت کس وقت پڑھے؟

جواب: اگر ظہر کا وقت وسیع ہے اور باآسانی نمازِ جنازہ پڑھ کرتدفین سے فارغ ہو کر ظہر کی جماعت میں شامل ہوسکتے ہیں تو نمازِجنازہ کو مقدم کریں۔اور اگر نمازجنازہ کے بعد تدفین کا وقت نہیں میت ایسے ہی جماعت ظہر کے بعد تک پڑی رہے گی اوراس کے پھولنے اورخراب ہونے کا بھی خوف نہیں تو نمازِظہر کے فرض اور سنتیں پہلے پڑھ لیں امید ہے کہ نمازی بھی بڑھ جائیں اور جنازہ میں کثرت ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"جب وقت ظہر وسیع ہے جنازے کی تقدیم کریں، ہاں اگر جنازہ لے جانے والے بھی اسی جماعت ظہر میں شریک ہوں گے کہ اگر جنازہ کی نماز پہلے

ہو جائے جب بھی جنازہ نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے لئے رکھا رہے گا اس کے تغیر کا اندیشہ نہ ہو تو ظہر کے فرض وسنت پہلے پڑھیں اس دیر میں شاید اور نمازی بھی آ جائیں اور جنازے پر تکثیر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز،ج:9،ص:184،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نمازِ جمعہ کے وقت جنازہ

سوال: جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا جنازہ اس وجہ سے روک رکھنا کیسا کہ جمعہ کے بعد نمازی زیادہ ہوں گے؟

جواب: جمعہ کے دن کسی کا انتقال ہوا تو اگر جمعہ سے پہلے تجہیز و تکفین ہو سکے تو پہلے ہی کر لیں اس خیال سے روک رکھنا کہ جمعہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے۔

"کرہ تأخیر صلاتہ و دفنہ لیصلی علیہ جمع عظیم بعد صلاۃ الجمعۃ إلا إذا خیف فوتھا بسبب دفنہ۔

یعنی (جمعہ کے دن) نمازِ جنازہ اور اس کی تدفین میں اس لئے تاخیر کرنا کہ نمازِ جنازہ کے بعد مجمع زیادہ ہوگا مکروہ ہے۔لیکن اگر تدفین سے نمازِ جمعہ فوت ہونے کا خوف ہو تو مکروہ نہیں"

(الدر المختار،کتاب الصلوۃ،باب صلوۃ الجنازۃ،ص:122،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"اگر روزِ جمعہ پیش از جمعہ جنازہ تیار ہو گیا جماعت کثیرہ کے انتظار میں دیر نہ

کریں پہلے ہی دفن کردیں۔ اس مسئلہ کا بہت لحاظ رکھنا چاہئے کہ آجکل عوام میں اس کے خلاف رائج ہے، جنہیں کچھ سمجھ ہے وہ تو اسی جماعت کثیر کے انتظار میں روکے رکھتے ہیں، اور نرے جُہال نے اپنے جی سے اور باتیں تراشی ہیں، کوئی کہتا میت بھی جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے، کوئی کہتا ہے نماز کے بعد دفن کریں گے تو میت کو ہمیشہ جمعہ ملتا رہے گا۔ یہ سب بے اصل وخلاف مقصد شرع ہیں"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز،ج:9،ص:310،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نمازِ مغرب میں جنازہ آجائے تو

سوال: نمازِ مغرب کے وقت جنازہ آیا تو کون سی نماز پہلے پڑھیں؟

جواب: نماز مغرب کے وقت جنازہ آیا تو فرض اور سنتیں پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں یونہی کسی اور فرض نماز کے وقت جنازہ آئے اور جماعت تیار ہو تو فرض و سنت پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں بشرطیکہ نماز جنازہ کی تاخیر میں جسم خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"نماز مغرب را تقدیم باید کما فی ردالمحتار بلکہ سنن راتبہ نیز بہ یفتی کمافی البحر وغیرہ اقول آرے اگر ضرورت داعیہ بتقدیم جنازہ است مثلاً شکمِ مُردہ منتفخ شدو اندیشہ است کہ اگر دیر کنند مش شود وہنوز درووقت سعتے ست کہ بتقدیم جنازہ فوت نہ شود آنگاہ لاجرم تقدیم جنازہ مے شاید بالاتفاق کما

لا یخفی، واللہ تعالٰی اعلم۔

یعنی پہلے نمازِ مغرب ادا کرنا چاہئے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے بلکہ مقررہ سُنّتوں کو بھی ادا کرلینا چاہئے۔ اسی پر فتوٰی ہے جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے اقول ہاں اگر ضرورت پہلے ادائے جنازہ کی طالب ہے مثلاً مُردہ کا پیٹ پھولا ہوا ہے اور اندیشہ ہے کہ اگر دیر کریں تو پھٹ جائے گا، اور ابھی وقت میں اتنی وسعت ہے کہ جنازہ پہلے ادا کرنے سے مغرب فوت نہ ہوگی تو ایسے وقت میں ناچار، بالاتفاق نماز جنازہ کی ادائیگی پہلے ہوگی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، باب الجنائز، ج:9، ص183، رضا فانڈیشن لاہور)

نمازِ عید کے وقت جنازہ آجائے تو

سوال: نماز عید کے وقت جنازہ آیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: پہلے عید کی نماز پڑھیں پھر جنازہ پھر خطبہ، اس لئے کہ نمازِ عید تمام کیلئے واجب ہے اور جنازہ کفایہ ہے کہ بعض کے پڑھنے سے بھی ادا ہو جائے گا۔

درمختار میں ہے۔

"وتقدم صلاتها على صلاة الجنازة إذا اجتمعا لأنه واجب عينا والجنازة كفاية

یعنی جب نمازِ عید اور نمازِ جنازہ جمع ہو جائیں تو نمازِ جنازہ کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ نمازِ عید واجب عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ العیدین، ص:112، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بچہ زندہ پیدا ہوا اور مر گیا

سوال: مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا اور مر گیا تو اس کے غسل، کفن اور نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اُس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی نماز پڑھیں گے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَوُرِثَ۔

یعنی جب بچہ پیدا ہوتے وقت رویا (زندگی کوئی علامت پائی گئی) تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی بنے گا"

(سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ماجاء في الصلاة على الطفل، ج:1 ص: 484، الرقم الحديث: 1508، دارالمعرفة بيروت)

علامہ حصکفی علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں۔

ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ويرث ويورث ويسمى إن استهل

یعنی جو پیدا ہو کر فوت ہو گیا اگر علامتِ زندگی پائی گئی تو غسل دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی، اور وہ وارث بھی بنے گا اور اس کی میراث تقسیم بھی ہو گی اور نام بھی رکھا جائے گا۔

(الدر المختار، كتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنازة، ص: 121، دارالكتب العلمية بيروت)

بچہ مردہ ہو

سوال: جو بچہ مردہ پیدا ہوا اس کی تجہیز و تکفین کا کیا حکم ہے؟

جواب: اُسے نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے غسل و دفن کیلئے سنت

طریقہ نہیں اور اس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ جب تک اکثر ولادت نہ ہوئی ہو، اگر اکثر سے کم ولادت کے وقت تو زندہ تھا لیکن اکثر ولادت سے قبل فوت ہوگیا تو نماز نہیں پڑھیں گے۔ اکثر کی مقدار یہ ہے کہ سر کی جانب سے ہو تو سینہ تک اکثر ہے اور پاؤں کی جانب سے ہو تو کمر تک۔

درمختار میں ہے۔

"وإن لا يستهل غسل وسمى وأدرج في خرقة ودفن ولم يصل عليه

اگر کوئی علامت زندگی نہ پائی جائے تو نہلایا جائے گا غسل دیا جائے گا کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا اور اس پر نماز نہیں پڑھی جائے گی"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص: 121، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مُردہ بچے کا نام رکھنا

سوال: کیا جو بچہ مُردہ پیدا ہوا اس کا نام رکھا جائے گا؟

جواب: صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی کتاب بے مثال بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں:

"بچہ زندہ پیدا ہوا یا مُردہ اُس کی خلقت تمام ہو یا ناتمام بہرحال اس کا نام رکھا جائے اور قیامت کے دن اُس کا حشر ہوگا"

(بہار شریعت، موت آنے کا بیان، ج: 1، ص: 841، مکتبۃ المدینہ کراچی پاکستان)

مردہ بچہ کو ہانڈی میں ڈال کر قبرستان سے باہر دفن کرنا

سوال: بعض لوگ مردہ پیدا ہونے والے بچے کو ہانڈی میں ڈال کر قبرستان سے

علیحدہ دفن کرتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ یہ پکّا مسان ہے، اس سے اہل ہنود کی طرح بچتے ہیں، یہ کیونکر ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمان اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''یہ شیطانی خیال ہے اسے مسلمانوں کے گورستان (قبرستان) ہی میں دفن کریں''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،باب الجنائز، ج:9،ص:390،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

چھٹا باب :

قبر و دفن کا بیان

میت کو دفن کرنے کا حکم

سوال: میت کو دفن کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: میّت کو دفن کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ میّت کو زمین پر رکھ دیں اور چاروں طرف سے دیواریں قائم کر کے بند کر دیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"دفن المیت فرض علی الکفایة ، والسنة هو اللحد دون الشق ۔

میت کو دفن کرنا فرضِ کفایہ ہے۔اور لحد بنانا سنت ہے شق یعنی صندوق کی طرح سنت نہیں"

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیة بیروت)

لحد کی تعریف

سوال: لحد کسے کہتے ہیں؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"صفة اللحد أن یحفر القبر بتمامه ثم یحفر فی جانب القبلة منه حفیرة فیوضع فیه المیت یجعل ذلك كالبیت المسقف۔

یعنی لحد کی تعریف یہ کہ قبر پوری کھود کر اس کے اندر قبلہ کی طرف گڑھا کھودا

جائے اور اس میں میت کو رکھ دیا جائے۔ جیسا کہ گھر میں گیلری بناتے ہیں"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اگر لحد بنانا ممکن نہ ہو

سوال: اگر لحد بنانا ممکن نہ ہو کہ زمین نرم ہو اور قبر کے گر جانے کا اندیشہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: لحد اگرچہ افضل ہے لیکن اگر کوئی صندوق والی قبر بنائے تو بھی ممنوع نہیں اور اگر زمین نرم ہو کہ لحد نہ بن سکے تو ایسی صورت میں صندوق نما قبر شق بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"إن كانت الأرض رخوة فلا بأس بالشق.

یعنی اگر زمین نرم ہو تو شق بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

صندوق نما قبر شق بنانے کا طریقہ

سوال: قبر شق کسے کہتے ہیں؟

جواب: شق کی معنی یہ ہے کہ اول ایک مستطیل زیادہ عریض وطویل کھودیں پھر اس کے وسط میں دوسرا مستطیل اُس سے چھوٹا اور طول میں میّت کے قد سے کچھ زائد اور عرض میں نصف قامت کے برابر اور عمق میں سینہ تک یا قد آدم کھودیں۔ اس دوسرے مستطیل میں میّت کو قبلہ رُو رکھیں اور اس کے اوپر مستطیل اول کے اندر تختوں وغیرہ

سے بند کر کے مستطیل اول کی جگہ مٹی سے بھر دیں اور سطح زمین سے پاؤ گز بلند مٹی رکھیں۔ یہی طریقہ شق کا ہے اور یہی پاک و ہند میں معمول ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"صفة الشق ان تحفر حفيرة كالنهروسط القبر ويبنى جانباه باللبن اوغيره ويوضع الميّت فيه ويسقف .

یعنی شق کی صورت یہ ہے کہ قبر کے بیچ میں نہر کی طرح مستطیل ایک گڑھا کھودا جائے جس کے دونوں کنارے کچی اینٹوں یا کسی اور چیز سے بنادیں اور اس میں میت کو رکھ کر اُوپر سے چھت کی طرح بند کر دیں"

(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الباب فى الجنائز، ج:1، ص:182، دارالكتب العلمية بيروت)

قبر کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی

سوال: قبر کی لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کیا ہو؟

جواب: قبر کی لمبائی میّت کے قد کے برابر ہو اور چوڑائی آدھے قد کی اور گہرائی کم سے کم نصف قد کی، اور بہتر یہ کہ گہرائی بھی قد برابر ہو اور متوسط درجہ یہ کہ سینہ تک ہو۔ اس سے مراد یہ کہ لحد، یا صندوق اتنا ہو، یہ نہیں کہ جہاں سے کھودنی شروع کی وہاں سے آخر تک یہ مقدار ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وينبغي أن يكون مقدار عمق القبر إلى صدر رجل وسط القامة وكلما زاد فهو أفضل -طول القبر على قدر طول الإنسان وعرضه قدر نصف قامته ۔

اوراور چاہیے کہ قبر کی گہرائی میانہ قد آدمی کے سینہ تک ہو جس قدر زیادہ ہو افضل ہے۔ قبر کی لمبائی انسان کے قد برابر ہو اور چوڑائی نصف قد ہو۔"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ،الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1،ص:182،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

گھر میں دفن کرنا

سوال: جس جگہ انتقال ہوا اسی جگہ گھر میں دفن کرنا کیسا؟

جواب: جس جگہ انتقال ہوا اس جگہ یعنی گھر ہی میں دفن نہ کریں کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کیلئے خاص ہے بلکہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، میّت بالغ ہو یا نابالغ۔

"لا ینبغی ان یدفن االمیت فی الدار ولو کان صغیرالاختصاص ھذہ السنة بالانبیاء.

یعنی میت کو گھر میں دفن نہیں کرنا چاہیے اگرچہ چھوٹا بچہ ہو۔ یہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے لئے خاص ہے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،ص :122،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

قبر میں چٹائی بچھانا

سوال: قبر میں چٹائی یا گدا بچھانا کیسا؟

جواب: قبر کے اندر چٹائی بچھانا ناجائز ہے کہ بے سبب مال ضائع کرنا ہے۔

"ولا یجوز أن یوضع فیه مضربة (قبر میں گدا رکھنا جائز نہیں)

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،ص :122،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

تابوت میں دفن کرنا

سوال: میت کوتابوت میں دفن کرنا کیسا؟

جواب: تابوت کہ میّت کوکسی لکڑی وغیرہ کے صندوق میں رکھ کردفن کریں یہ مکروہ ہے مگر جب ضرورت ہو مثلاً زمین بہت تر ہے یا نرم ہے تو حرج نہیں اوراس صورت میں تابوت کے مصارف اس میں سے لئے جائیں جو میّت نے مال چھوڑا ہے۔اگر تابوت میں رکھ کر دفن کریں تو سنت یہ ہے کہ اس میں مٹی بچھا دیں اور دہنے بائیں خام اینٹیں لگا دیں اوراوپر کہگل کردیں غرض یہ کہ اندر کا حصہ مثل لحد کے ہو جائے اور لوہے کا تابوت مکروہ ہے اورقبر کی زمین نم ہو تو دھول بچھا دینا سنت ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''تابوت میں دفن کرنا مکروہ وخلافِ سنت ہے مگر اُس حالت میں کہ وہاں زمین بہت نرم ہوتو حفاظت کے لئے حرج نہیں کمافی الہندیہ وغیرہا''

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:365،رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

قبر میں پکی اینٹیں لگانا

سوال: قبر میں میت کے جسم سے قریب پکی اینٹیں لگانا کیسا؟

جواب: قبر کے اس حصہ میں کہ میّت کے جسم سے قریب ہے پکی اینٹ لگانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کوآگ کے اثر سے بچائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویکرہ الآجر فی اللحد إذا کان یلی المیت

لحد میں میت سے متصل پکی اینٹیں لگانا مکروہ ہے"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قبر میں کون اترے

سوال: قبر میں کتنے اور کون سے افراد اُتریں؟

جواب: قبر میں اترنے والے دو تین ہوں جو مناسب ہوں کوئی تعداد اس میں خاص نہیں اور بہتر یہ ہے کہ قوی و نیک دامن ہوں کہ کوئی بات نامناسب دیکھیں تو لوگوں پر ظاہر نہ کریں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یستحب أن یکونوا أقویاء أمناء وصلحاء۔

یعنی مستحب ہے کہ قوی، امین اور صالح لوگ قبر میں اتریں"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میت کو قبر میں اتارنے کی سمت

سوال: میت کو قبر میں کس سمت سے اتاریں؟

جواب: مستحب یہی ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لے جائیں۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"یستحب ان یدخل من قبل القبلۃ بان یوضع من جھتھا

مستحب یہ ہے کہ میّت کو قبلہ کی طرف سے داخل کریں اس طرح کہ اسی سمت سے رکھیں"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:122، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عورت کا جنازہ کون اتارے؟

سوال: عورت کا جنازہ کون اتارے؟

جواب: عورت کا جنازہ اتارنے والے محارم ہوں یہ نہ ہوں تو دیگر رشتہ والے، یہ بھی نہ ہوں تو پرہیز گار اجنبی کے اتارنے میں مضائقہ نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وذو الرحم المحرم أولى بإدخال المرأة من غيرهم ,كذا في الجوهرة النيرة وكذا ذو الرحم غير المحرم أولى من الأجنبي فإن لم يكن فلا بأس للأجانب وضعها ,كذا في البحر الرائق ,ولا يدخل أحد من النساء القبر،

یعنی عورت کو قبر میں اتارنے کیلئے ذی رحم رشتہ دار اجنبی سے بہتر ہے، اگر ذی رحم نہ ہوں تو غیر ذی رحم رشتہ دار اتاریں، اور اگر وہ بھی نہ ہو تو اجنبی کے اتارنے میں بھی مضائقہ نہیں، اور عورت قبر میں نہیں اترے گی"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میّت کو قبر میں رکھتے وقت کی دعا

سوال: میّت کو قبر میں رکھتے وقت کیا پڑھیں؟

جواب: میّت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دُعا پڑھیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِاللّٰهِ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ.

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میت کو قبر میں لٹانے کا طریقہ

سوال: میت کو قبر میں کیسے لٹائیں؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویوضع فی القبر علی جنبه الأیمن مستقبل القبلة .

میّت کو دہنی طرف کروٹ پر لٹائیں اور اس کا منہ قبلہ کو کریں"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوٰة، فی الجنائز، ج:1،ص:182،دارالکتب العلمیة بیروت)

دہنی طرف لٹانے سے مراد

سوال: دہنی طرف لٹانے کی پانچ صورتیں بنتی ہیں جن کا حکم ان صورتوں سے نیچے مذکور ہے۔ وہ پانچ صورتیں یہ ہیں:

(1) میّت کو صندوقی قبر میں اس طرح سے دہنی کروٹ پر لٹائیں کہ تمام بدن کا بوجھ دہنی کروٹ پر اور دہنی کروٹ کا تمام بوجھ داہنے بازو پر گرے اور میّت کی پیشانی، ناک، گھٹنا صندوق کی داہنی طرف کی دیوار سے لگا کر پشت کی طرف پتھر اور ڈھیلے رکھ دیئے جائیں۔

(2) میّت کے بائیں پہلو کو اٹھا کر اس کے نیچے ڈھیلے دے کر میّت کو بائیں پہلو کے بل رکھیں۔

(3) میّت کو چت لٹایا جائے اور فقط منہ ہی قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

(4) قبر کھودتے وقت قبر کی داہنی طرف تھوڑا انیچا اور بائیں طرف تھوڑا اونچا کر کے کھودی جائے۔ لاش رکھنے کے بعد داہنے پہلو پر ہو کر قبلہ رُخ ہو جاتی ہے۔

(5) میت کا پاؤں قبلہ کی طرف اور منہ مشرق کی طرف کیا جائے جیسا کہ حالتِ نزع میں ہے۔

جواب: اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں

پانچویں صورت محض ناجائز ہے کہ سنت متواترہ مسلمین کے محض خلاف ہے اور افضل طریقہ یہ ہے کہ میت کو دہنی کروٹ پر لٹائیں۔ اس کے پیچھے نرم مٹی یا ریتے کا تکیہ سا بنادیں اور ہاتھ کروٹ سے الگ رکھیں، بدن کا بوجھ ہاتھ پر نہ ہو، اس سے میت کو ایذا ہوگی۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیّت یتاذی ممایتاذی به الحی۔

یعنی بے شک مُردے کو اس سے ایذا ہوتی ہے جس سے زندے کو ایذا ہوتی ہے۔

اور اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضاء دیوار قبر سے ملا دینے کی اجازت نہیں، نہ اس کی کوئی وجہ۔ اور جہاں اس میں دِقت ہو تو چت لٹا کر منہ قبلہ کو کردیں، اب اکثر یہی معمول ہے اور اگر معاذ اللہ معاذ اللہ منہ غیر قبلہ کی طرف رہا اور ایسا سخت ہوگیا کہ پھر نہیں سکتا تو چھوڑ دیں اور زیادہ تکلیف نہ دیں۔ چوتھی صورت بھی بالکل خلاف سنت ہے اور اس میں بھی میت کے لیے اذیت ہے کہ بیٹھنے میں دقت ہوگی۔ ملائکہ کہ سوال کے لئے آتے ہیں، میت کو بٹھاتے ہیں، ایسی ڈھلوان جگہ پر بیٹھنا بہت دشوار ہوگا۔ اور دوسری صورت بھی ناقص ہے، بہتر پہلی صورت ہے، مگر ان

اصلاحوں کے بعد جو ہم نے لکھیں (اینٹ پتھر کا تکیہ نہ چاہئے کہ بدن میں چبھیں گے اور ایذا ہوگی اور ناک وغیرہ اعضاء دیوار قبر سے ملا دینے کی اجازت نہیں)۔

دُرمختار میں ہے:

ویوجه الیها وجوباً وینبغی کونه علی شقه الایمن ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یعنی واجب ہے کہ اسے قبلہ رو کیا جائے اور اسے دہنی کروٹ پر ہونا چاہئے۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:371،رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

میت کا منہ قبلہ کی سمت کرنا بھول گئے

سوال: اگر میت کا منہ قبلہ کی طرف کرنا بھول گئے تو اب کیا کریں؟

جواب: اگر قبلہ کی طرف منہ کرنا بھول گئے تختہ لگانے کے بعد یاد آیا تو تختہ ہٹا کر قبلہ رو کردیں اور مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو نہیں یونہی اگر بائیں کروٹ پر رکھا یا جدھر سرہانا ہونا چاہیے ادھر پاؤں کر دیئے تو اگر مٹی دینے سے پہلے یاد آیا ٹھیک کر دیں ورنہ نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولو وضع المیت لغیر القبلة أو علی شقه الأیسر أو جعل رأسه موضع رجلیه وأهیل علیه التراب لم ینبش ولو سوی علیه اللبن ولم یهل علیه التراب نزع اللبن وروعی السنة ,کذا فی التبیین

یعنی اگر میت کو قبلہ کی طرف نہیں لٹایا، یا بائیں طرف لٹادیا، یا سر پاؤں کی طرف

رکھ دیا اور مٹی ڈال چکے تو اب قبر کو نہ کھودیں اور اگر ابھی صرف اینٹیں ہی بچھائی تھی مٹی نہیں ڈالی تو اینٹیں ہٹا کر سنت کے مطابق کر دیں''

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الصلوٰة،الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1،ص:183،دارالکتب العلمية بیروت)

کفن کی بندش

سوال: میت کو قبر میں اتارنے کے بعد کفن کی بندش کھولنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندش کھول دیں کہ اب ضرورت نہیں اور نہ کھولی تو بھی حرج نہیں۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"تحل العقدة للاستغناء عنها، یعنی کفن کی گرہ کھول دی جائے کہ اب ضرورت نہیں''

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ،باب صلوٰۃ الجنازۃ،ص:123،دارالکتب العلمیة بیروت)

قبر کو بند کرنا

سوال: میت کو قبر میں رکھنے کے بعد قبر کو بند کیسے کریں؟

جواب: قبر میں رکھنے کے بعد لحد کو کچی اینٹوں سے بند کریں اور زمین نرم ہو تو تختے لگانا بھی جائز ہے تختوں کے درمیان جھری رہ گئی تو اُسے ڈھیلے وغیرہ سے بند کر دیں صندوق کا بھی یہی حکم ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی

1088ھ)علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"ویسوی اللبن علیه والقصب لا الآجر المطبوخ والخشب لو حوله أما فوقه فلا یکره ابن ملك وجاز ذلك حوله بأرض رخوة كالتابوت

یعنی اس پر کچی اینٹیں اور بانس چُن دے، پکی اینٹیں اور لکڑی کا تختہ گرد نہ لگائے، اوپر ہو تو مکروہ نہیں، ابن الملک۔ اور نرم زمین ہو تو گرد بھی جائز ہے جیسے تابوت"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:123، دارالکتب العلمیة بیروت)

عورت کی میت کا پردہ

سوال: عورت کی قبر کو پردہ سے چھپانا چاہئے یا نہیں؟

جواب: عورت کا جنازہ ہو تو قبر میں اتارنے سے تختہ لگانے تک قبر کو کپڑے وغیرہ سے چھپائے رکھیں، مرد کی قبر کو دفن کرتے وقت نہ چھپائیں البتہ مینہ وغیرہ کوئی عذر ہو تو چھپانا جائز ہے عورت کا جنازہ بھی ڈھکا رہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ)علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"ویسجی أی یغطی قبرها ولو خنثی لا قبره إلا لعذر کمطر۔

یعنی جب عورت کو قبر میں اتاریں اس کی قبر کو ڈھانپا جائے گا اگرچہ خنثیٰ ہو اور مرد کی قبر کو نہیں ڈھانپا جائے گا مگر بارش وغیرہ کا عذر ہو تو ڈھانپ سکتے ہیں"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:123، دارالکتب العلمیة بیروت)

مٹی دینے کا طریقہ

سوال: مٹی دینے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: تختے لگانے کے بعد مٹی دی جائے مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف دونوں ہاتھوں سے تین بار مٹی ڈالیں۔

پہلی بار کہیں: مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ (اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا)

دوسری بار: وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ (اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے)

تیسری بار: وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى (اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے)

یا

پہلی بار: اَللّٰهُمَّ جَافِ الۡاَرۡضَ عَنۡ جَنۡبَيۡهِ

(اے اللہ زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ فرما)

دوسری بار: اَللّٰهُمَّ افۡتَحۡ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ لِرُوۡحِهٖ

(اے اللہ اس کی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھول دے)

تیسری بار: اَللّٰهُمَّ زَوِّجۡهُ مِنَ الۡحُوۡرِ الۡعِيۡنِ

(اے اللہ حور عین کو اس کی زوجہ کر دے)

اور میت عورت ہو تو **تیسری بار یہ کہیں:** اَللّٰهُمَّ اَدۡخِلۡهَا الۡجَنَّةَ بِرَحۡمَتِكَ

(اے اللہ اپنی رحمت سے تو اس کو جنت میں داخل کر دے)

باقی مٹی ہاتھ یا کُھرپی یا پھاوڑے وغیرہ جس چیز سے ممکن ہو قبر میں ڈالیں اور جتنی مٹی قبر سے نکلی اُس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔

(الجوھرۃ النیّرہ، کتاب الصلاۃ، باب مطلب فی حمل الجنازۃ و دفنھا، ج:1، ص:272، دارالکتب العلمیہ بیروت)

قبر سے جو مٹی نکلی

سوال: قبر سے جو مٹی نکلی کیا وہ سب ڈال دینی چاہیے؟

جواب: صرف ایک بالشت بھر ڈالیں (یعنی اتنی مٹی ڈالیں کے قبر زمین سے صرف ایک بالشت اونچی ہو)۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:372، رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

قبر کی اوپر سے بناوٹ

سوال: قبر کی اوپر سے بناوٹ کیسے چوکور، ہموار یا ڈھلوان والی؟

جواب: قبر نہ ہموار ہو، نہ چوکور بنائیں بلکہ اس میں ڈھلوان رکھیں جیسے اونٹ کا کوہان۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ویسنم القبر قدر الشبر ولا یربع ولا یجصص

قبر اونٹ کی کوہان کی طرح ایک بالشت اونچی بنائی جائے۔ اور نہ چوکور کی جائے اور نہ گچ کی جائے"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی و العشرون فی الجنائز، ج:1، ص:183، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بعدِ دفن قبر پر پانی چھڑکنا

سوال: تدفین کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا کیسا؟

جواب: صرف تدفین کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے، اس کے علاوہ نہیں بلکہ بلاضرورت ممنوع ہے۔

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُشَّ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ -صلى الله عليه وسلم- الْمَاءُ رَشًّا. قَالَ: وَكَانَ الَّذِي رَشَّ الْمَاءَ عَلَى قَبْرِهِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى رِجْلَيْهِ

یعنی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر پانی چھڑکا گیا اور جس نے قبر پر پانی چھڑکا وہ بلال بن رباح ہیں، مشک سے پانی چھڑکا سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور پاؤں کی طرف ختم کیا"

(سنن البیہقی الکبری: ج/3ص 411ح6534)

حضرت سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

"سَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا وَرَشَّ عَلَى قَبْرِهِ مَاءً

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ضرورتاً یا بیان جواز کیلئے) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سرہانے کی طرف سے قبر میں اتارا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم فرمایا"

(سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء في إدخال الميت، ج:2، ص:496، الرقم الحديث:1551، دار المعرفة بيروت)

علامہ بغوی شرح السنۃ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد ماجد امام باقر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کرتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَشَّ عَلَى قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ، وَوَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی

چھڑکا اور قبر پر سنگریزے رکھے۔

(مشکوٰۃ شریف، ص 148)

مسند بزاز میں ہے

"أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَامَ عَلَى قَبْرِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ بَعْدَمَا دَفْنِهِ، وَأَمَرَ بِرَشِّ الْمَاءِ

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعدِ دفن سیدنا عثمان بن مظعون کی قبر پر کچھ دیر کھڑے ہوئے اور پانی چھڑکنے کا حکم فرمایا"

شیخ محقق امام عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی لمعات حاشیہ مشکوٰۃ میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے تحت فرماتے ہیں۔

"و ذلك لمصلحة رآها أصحاب رسول الله (صلى الله عليه وسلم)، والعلة في رش قبر غيره (صلى الله عليه وسلم) التفاؤل باستنزال الرحمة وغسل الخطايا وتطهير الذنوب، وعلل أيضاً بأن يمسك تراب القبر عن الانتشار ويمنع من الدروس۔

یعنی یعنی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر پانی چھڑکا وہ کسی مصلحت کی وجہ سے ہوگا جو انہوں نے سمجھا ہو۔ رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں کی قبر پر پانی چھڑکنے کی علت تو نزول رحمت اور خطا دھلنے، گناہوں سے پاک صاف ہونے کی نیک فال ہے اور قبر کی مٹی منتشر ہونے سے بچانا قبر کو مٹنے سے محفوظ رکھنا بھی اس کی علت بیان کی گئی ہے۔"

(حاشیہ مشکوٰۃ، ص 149)

فتاویٰ شامی میں ہے۔

"ولا بأس برش الماء عليه بل ينبغي أن يندب لأنه صلى الله عليه وسلم فعله بقبر سعد كما رواه ابن ماجه وبقبر ولده إبراهيم كما رواه أبو داود في مراسيله (وأمر به في قبر عثمان بن مظعون) كما رواه البزار

یعنی قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ مستحب ہے اس لئے کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا، جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے، اور اپنے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر، جیسا کہ مراسیل ابوداود میں ہے اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ البزار کی روایت میں ہے"

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن میت، ج:3، ص:168)

بحری جہاز پر انتقال ہو گیا اور کنارہ قریب نہیں

سوال: بحری جہاز پر انتقال ہو گیا اور کنارہ قریب نہ ہو تو کیا کریں؟

جواب: غسل و کفن دے کر نماز پڑھ کر سمندر میں ڈال دیں۔

"مات في سفينة غسل و كفن وصلى عليه والقي في البحر ان لم يكن قريبا من البر۔

یعنی کوئی شخص کشتی میں فوت ہو گیا تو اسے غسل دیا جائے اور کفنایا جائے اور نماز جنازہ ادا کی جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے اگر خشکی قریب نہیں"

(الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، ص: 121، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

میت کس قبرستان میں دفن کریں

سوال: میت کو کس قبرستان میں دفن کرنا چاہئے؟

جواب: اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: صالحین کے قریب دفن کرنا چاہئے کہ ان کے قرب کی برکت اسے شامل ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ مستحقِ عذاب بھی ہو جاتا ہے وہ شفاعت کرتے ہیں، وہ رحمت کہ ان پر نازل ہوتی ہے اسے بھی گھیر لیتی ہے۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِدْفِنُوْا اَمْوَاتَکُمْ وَسْطَ قَوْمٍ صَالِحِیْنَ ۔

اپنے اموات کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم: هُمُ الْقَوْمُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ

ترجمہ: ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

اور اگر صالحین کا قرب میسر نہ ہو تو اس کے عزیزوں قریبوں کے قریب دفن کریں کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں آدمی اپنے اعزہ کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور ان کی جدائی سے ملول، اسی طرح بعد موت بھی۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ ج:9 ص:385 رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

بعدِ دفن قبر پر سورہ بقرہ کی بعض آیات پڑھنا

سوال: دفن کے بعد قبر پر سورۂ بقرہ کا اول و آخر پڑھنا سرہانے الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور پائنتی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورت تک پڑھنا کیسا؟

جواب: مستحب ہے۔

ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الیمنی الزَّبِیدِی رحمۃ اللہ القوی (المتوفی:800ھ) الجوھرۃ النیّرۃ میں فرماتے ہیں۔

"یستحب أن یقرأ علی القبر بعد الدفن أول سورۃ البقرۃ و خاتمتھا

یعنی مستحب کہ دفنِ میت کے بعد قبر پر سورہ بقرہ کے شروع اور آخر سے تلاوت کریں"

(الجوھرۃ النیّرہ، کتاب الصلاۃ، باب مطلب فی حمل الجنازۃ و دفنھا، ج:1، ص:273، دار الکتب العلمیہ بیروت)

دفن کے بعد مُردہ کو تلقین کرنا

سوال: دفن کے بعد مُردے کو تلقین کرنا کیسا؟

جواب: دفن کے بعد مُردہ کو تلقین کرنا اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

الامام ابو بکر بن علی بن محمد الحدادی العبادی الیمنی الزَّبِیدِیّ علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی:800ھ) الجوھرۃ النیّرۃ میں فرماتے ہیں۔

و أما تلقین المیت فی القبر فمشروع عند أھل السنۃ لأن اللہ تعالی یحییہ فی القبر۔

یعنی اہلسنت کے نزدیک قبر میں میت کو تلقین کرنا مشروع ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل میت کو قبر میں زندہ فرمادیتا ہے۔

(الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، 130)

مراقی الفلاح میں ہے۔

"تلقینہ بعدما وضع فی القبر مشروع"

"میت کو قبر میں رکھنے کے بعد تلقین کرنا مشروع ہے"

(مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، باب احکام الجنائز، ص:207، دار الکتب العلمیہ بیروت)

خاتم المحققین امام ابن عابدین، محمد امین بن عمر (المتوفی 1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

"إنما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن لأنه لا ضرر فيه بل فيه نفع فإن الميت يستأنس بالذكر على ما ورد في الآثار الخ

یعنی بعدِ دفن تلقین سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ فائدہ ہے۔ بے شک ذکر سے میت کا دل بہلتا ہے"

(ردالمحتار)

دفن کے بعد والی تلقین کا انکار اہلسنت کے مقابلہ میں فرقہ معتزلہ نے کیا۔

امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الہمام (المتوفی:861ھ) فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

"نسب إلى أهل السنة و الجماعة و خلافه إلى المعتزلة

اس تلقین کا مطلوب ہونا اہلسنت و جماعت کی طرف منسوب ہے اور اس کا انکار معتزلہ کی طرف"۔

(فتح القدیر، باب الجنائز، ج:2، ص:68، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

تلقین بعدِ دفن کا طریقہ

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنْ إِخْوَانِكُمْ فَسَوَّيْتُمْ عَلَيْهِ التُّرَابَ فَلْيَقُمْ رَجُلٌ مِنْكُمْ عِنْدَ رَأْسِهِ ثُمَّ لِيَقُلْ :يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَةٍ ،فَإِنَّهُ يَسْمَعُ وَلَكِنْ لَا يُجِيبُ، ثُمَّ لِيَقُلْ :يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَةٍ ،فَإِنَّهُ يَسْتَوِي جَالِسًا، ثُمَّ لِيَقُلْ:

يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَةٍ ! فَإِنَّهُ يَقُوْلُ : أَرْشِدْنَا رَحِمَكَ اللّٰهُ ! وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُوْنَ، ثُمَّ لِيَقُلْ : اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا . فَإِنَّهُ إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ أَخَذَ مُنْكَرٌ وَّنَكِيْرٌ أَحَدُهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ : اَخْرِجْ بِنَا مِنْ عِنْدَ هٰذَا، مَا نَصْنَعُ بِهٖ فَقَدْ لُقِّنَ حُجَّتَهُ ! ولكن الله عز وجل لقنه حجته دونهم قال رجل : يا رسول الله ! فإن لم أعرف أمه ! قال : انسبه إلى حواء ". طب، كر، الديلمي -عن أبي أمامة."

یعنی جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اُس کی مٹی دے چکو تو تم میں ایک شخص قبر کے سرہانے کھڑا ہو کر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ سُنے گا اور جواب نہ دے گا پھر کہے یا فلاں بن فلانہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے گا پھر کہے فلاں بن فلانہ وہ کہے گا ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم فرمائے گا مگر تمہیں اس کے کہنے کی خبر نہیں ہوتی پھر کہو! اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰه تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا

یعنی تو اُسے یاد کر جس پر تُو دنیا سے نکلا یعنی یہ گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تُو اللہ کے رب اور اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا"

نکیرین ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم اُس کے پاس کیا بیٹھیں جسے اس کی حجت سکھا چکے۔ اس پر کسی نے حضور ﷺ سے عرض کی اگر اُس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو فرمایا حوا کی طرف نسبت کرے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس پر اتنا اور اضافہ کیا:

وَ اعْلَمْ اَنَّ هٰذَیْنِ الَّذِیْنَ اَتَیَاكَ اَوْ یَاْتِیَانِكَ اِنَّمَا هُمَا عَبْدَانِ لِلّٰهِ لَا یَضُرَّانِ وَلَا یَنْفَعَانِ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ فَلَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَاشْهَدْ اَنَّ رَبَّكَ اللّٰهُ وَدِیْنَكَ الْاِسْلَامُ وَنَبِیَّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاكَ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الاٰخِرَةِ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمِ

(اور جان لے کہ یہ دو شخص جو تیرے پاس آئے یا آئیں گے یہ اللہ کے بندے ہیں بغیر خدا کے حکم نہ ضرر پہنچائیں نہ نفع پس نہ خوف کر نہ غم کر اور تُو گواہی دے کہ تیرا رب اللہ ہے اور تیرا دین اسلام ہے اور تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں اللہ ہم کو اور تجھ کو قول ثابت پر ثابت رکھے دنیا کی زندگی اور آخرت میں بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے)

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:222، رضا فاؤنڈیشن پاکستان)

بعدِ دفن قبر پر دعا کرنا

سوال: بعدِ دفن میت کیلئے قبر کے نزدیک کھڑے ہو کر دعا کرنا کیسا؟

جواب: مستحب و مستحسن بلکہ سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

دعاء ایسی خصوصی عبادت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے عبادت کا مغز فرمایا، اس کا

جوازِ زمان ومکان اور تعداد کی قید وبند سے آزاد ہے۔قرآن وحدیث،اجماع وقیاس کسی سے بھی بعد دفن میت کیلئے دعا کرنے کی ممانعت ہرگز ہرگز ثابت نہیں۔بلکہ مذکورہ صورت میں دعا کے متعلق تائید صریح ادلۂ شریعۃ سے ثابت ہے۔

امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی علیہ رحمۃ القوی (المتوفی:911ھ) شرح الصدور میں فرماتے ہیں۔

وقد نقل غير واحد الإجماع على أن الدعاء ينفع الميت ودليله من القرآن قوله تعالى ﴿الَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ﴾

یعنی متعدد حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا کہ بے شک دعا میت کو نفع دیتی ہے۔اس کی دلیل قرآن پاک سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے۔

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور،باب ماینفع المیت فی القبر،ص:305،دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الکافی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

ان دعاء الاحياء للاموات نفع لهم

بے شک زندوں کی دعائیں مردوں کیلئے نفع بخش ہیں۔

وقد توارث السلف واجمع عليه الخلف

اتفق أهل السنة أن الأموات ينتفعون من سعي الأحياء

بے شک زندوں کی دعائیں مردوں کیلئے نفع بخش ہیں۔سلف صالحین اور خلف

راشدین سب کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے۔(استدلال کثیرہ کے بعد فرمایا) اہلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ کوشش (یعنی دعاء واستغفار) سے نفع اٹھاتے ہیں۔

(شرح فقہ اکبر،ص:118)

امام ابو داود سلیمان بن الأشعث الأزدی السِّجِسْتانی (التوفی:275ھ) سنن ابوداؤد میں نقل کرتے ہیں کہ

حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ۔

یعنی نبی کریم ﷺ جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو اس پر کچھ دیر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو۔اور اس کے ثابت القول رہنے کیلئے خداعزوجل سے سوال کرو! اس لئے کہ وہ ابھی سوال کیا جائے گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز،باب الاستغفار عند القبر للمیت،ج:3،ص:282،رقم الحدیث:3221،دار المعرفۃ بیروت)

امام مسلم بن الحَجاج القشیری النیسابوری (التوفی:261ھ) صحیح مسلم میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص نے اپنے فرزند سے فرمایا:

فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّى أَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّي۔

یعنی جب تم مجھے دفن کرو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے اردگرد اس قدر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے تا کہ تم سے مجھے

انس ہو اور میں دیکھوں کہ میں ربّ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(الصحیح المسلم، کتاب الجنائز، باب کون الاسلام یهدم ماقبله، ص:106، الرقم الحدیث:121، دار المعرفة بیروت)

علامه علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

ويستحب جلوس ساعة بعد دفنه لدعاء وقراء ة بقدر ما ينحر الجزور ويفرق لحمه۔

مستحب ہے میت کے دفن کے بعد ٹھہرنا دعا اور قرأت کیلئے اتنی دیر جتنی دیر میں اونٹ ذبح ہو کر اس کا گوشت تقسیم ہو جاتا ہے۔

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:123، دار الکتب العلمیة بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

يستحب إذا دفن الميت أن يجلسوا ساعة عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمها يتلون القرآن ويدعون للميت ۔

مستحب ہے کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر اتنی دیر بیٹھیں کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کریں، اور قرآن پڑھتے رہیں اور اس میت کیلئے دعا کرتے رہیں۔

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیة بیروت)

آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اقوالِ ائمہ وعلماء سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بعد دفن میت کیلئے دعا کرنا نافع و مفید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کا دستورِ مسلّم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعد دفن قبر پر ذکر ونعت

سوال: بعد دفن قبر پر ٹھہرنا اور ذکر ونعت کرنا کیسا؟

جواب: دفن کے بعد قبر ٹھہرنا اور ذکر ونعت میں مشغول رہنا مستحب ہے، اس سے میت کو انس پہنچتا ہے فرشتوں کے سوالات میں آسانی ہوتی ہے، گھبراہٹ کم ہوتی ہے اور کثیر منافع پہنچتے ہیں۔

امام مسلم بن الحَجّاج القشیری النیسابوری (المتوفی:261ھ) صحیح مسلم میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص نے اپنے فرزند سے فرمایا:

فَإِذَا دَفَنْتُمُونِی فَشُنُّوا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِیمُوا حَوْلَ قَبْرِی قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ وَیُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتَّی أَسْتَأْنِسَ بِکُمْ وَأَنْظُرَ مَاذَا أُرَاجِعُ بِهِ رُسُلَ رَبِّی۔

یعنی جب تم مجھے دفن کر دو تو مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے ارد گرد اس قدر کھڑے رہنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے تا کہ تم سے مجھے انس ہو اور جان لوں کہ میں رب کے فرشتوں کو کیا جواب دوں گا۔

(الصحیح المسلم، کتاب الجنائز، باب کون الاسلام یھدم ماقبلہ، ص:106، الرقم الحدیث:121، دار المعرفۃ بیروت)

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

”آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کا منشاء یہ ہے کہ بعد دفن قبر کا گھیراڈال کر ذکر اللہ کرنا تا کہ تمہاری موجودگی سے مجھے انس حاصل ہو اور تمہارے ذکر سے نکیرین کو جوابات دینے میں آسانی ہو“

(مرآۃ مناجیح، کتاب الجنائز، باب دفن میت، ج:2، ص485، مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور)

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"ویستحب جلوس ساعۃ بعد دفنہ لدعاء وقراءۃ بقدر ما ینحر الجزور ویفرق لحمہ۔

یعنی مستحب ہے کہ میت کے دفن کے بعد ٹھہرنا دعا اور قرأت کیلئے اس قدر کہ اونٹ ذبح ہوکر اس کا گوشت تقسیم ہوجائے"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:123، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یستحب إذا دفن المیت أن یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا یتلون القرآن ویدعون للمیت۔

یعنی مستحب ہے کہ میت کے دفن سے فارغ ہوکر اتنی دیر بیٹھیں کہ جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کریں، اور قرآن پڑھتے رہیں اور اس میت کیلئے دعا کرتے رہیں"

(الفتاویٰ الهندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد اجمل قادری علیہ رحمۃ اللہ القوی فتاویٰ اجملیہ میں فرماتے ہیں۔

"اس وقفہ میں میں عوام سے تلاوت بعض سور قرآن واذکار کا پڑھوانا اور لوگوں کی واپسی کے بعد خواص کا تلاوت واذکار میں مشغول رہنا اور اذان وتلقین کرنا مستحب ہے اور ان امور سے میت کو انس اور کثیر منافع حاصل ہوتے ہیں"

(اجمل الفتاویٰ، کتاب الجنائز، باب تلقین میت، ج:2، ص:525، شبیر برادرز لاہور)

بعدِ دفن قبر پر اذان

سوال: کیا دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں،؟

جواب: بعدِ دفن قبر پر اذان دینا جائز بلکہ باعثِ نزول رحمت و برکت ہے۔اس میں عموماً جو اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ اذان تو صرف نمازِ پنجوقتہ کیلئے ہوتی ہے، یقیناً اذان نمازِ پنجوقتہ کیلئے مشروع ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے مواقع پر اذان کہنا علماء نے مستحب لکھا ہے۔

خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (التوفی:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

وفی حاشية البحر للخير الرملی رأيت فی كتب الشافعية أنه قد يسن الأذان لغير الصلاة كما فی أذان المولود والمهموم والمصروع والغضبان ومن ساء خلقه من إنسان أو بهيمة وعند مزدحم الجيش وعند الحريق قيل وعند إنزال الميت القبر قياسا على أول خروجه للدنيا

یعنی بحر الرائق کے حاشیہ میں علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں۔کہ میں نے شوافع کی کتب میں لکھا دیکھا ہے کہ اذان نماز کے علاوہ بھی مسنون ہے جیسا کہ بچے، مغموم، مرگی والے غضبناک اور بدمزاج اور بدمزاج جانور کے کان میں، لڑائی کی شدّت کے وقت، آتش زدگی کے وقت، اور کہا گیا ہے دفن میت کے وقت قیاس کرتے ہوئے جسے دنیا میں آتے وقت اس کے کان میں آذان دی تھی اسی طرح دنیا جاتے وقت بھی قبر پر آذان دینا مستحب ہے۔

(ردالمحتار، ج:2،ص50)

اذان کے میت کو کیا فوائد ہوتے ہیں تفصیل درجہ ذیل ہے۔

(1) جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور منکر نکیرین سوالات پوچھتے ہیں تو شیطان لعین اس وقت بھی مردے کو صحیح جواب دینے سے بہکاتا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن علی بن الحسن ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی (المتوفی360ھ) نوادر الأصول فی آحادیث الرسول ﷺ میں امام اجل سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں:

"اذاسئل المیّت من ربك ترأی له الشیطٰن فی صورة فیشیر الی نفسه ای انا ربك فلهذا ورد سوال التثبیت له حین یسئل۔

یعنی جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہُوں، اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں"

(نوادر الاصول فی معرفة احادیث الرسول، الاصل التاسع والاربعون والمائتان ج:2،ص:221،دار الکتب العلمیه بیروت)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضور اقدس سیّد عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ"

یعنی جب مؤذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر ہوا خارج کرتے ہوئے بھاگتا ہے"

(الصحیح المسلم، کتاب الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشیطان، ص:207، الرقم الحدیث 857، دار المعرفة بیروت)

(2) جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو مُردے کو اُس نئے تنگ وتاریک مکان میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے، مگر جس پر اللہ عزوجل رحم فرمائے۔ اور اذان دافعِ وحشت وباعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا عزوجل ہے۔

اور اللہ عزّ وجل فرماتا ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝

ترجمہ: سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔

(پارہ:13،سورۃ:13،آیت:28)

ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الأصبھانی (التوفی:430ھ) حلیۃ الاولیاء میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"نزل ادم بالھند فاستوحش فنزل جبرئیل علیه الصلاۃ والسلام فنادی بالاذان۔

یعنی جب سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جنّت سے ہندوستان میں اُترے اُنہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اُتر کر اذان دی"

(حلیۃ الاولیاء مرویات عمرو بن قیس الملائی نمبر مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت)

مسند الفردوس میں حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی

رآنی النبی حزینا فقال یا ابن أبی طالب إنی أراك حزینا فمر بعض أهلك یؤذن فی أذنك فإنه درء الهم۔ قال فجربته فوجدته كذلك وقال كل من رواته إلى علی انه جربه فوجده كذلك

یعنی مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے غمگین دیکھا ارشاد فرمایا : اے علی ! میں تجھے غمگین پاتا ہوں اپنے کسی گھر والے سے کہہ کہ تیرے کان میں اذان کہے، اذان غم و پریشانی کی دافع ہے۔

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا:

فجربته فوجدته كذلك۔ یعنی ہم نے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔

(3) اذان مردے کو آگ کے عذاب سے بچاتی ہے۔

ابو یعلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: أَطْفِؤُوا الْحَرِيقَ بِالتَّكْبِيرِ. (آگ کو تکبیر سے بجھاؤ)

(المعجم الأوسط: ج/8ص 258-8569)

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"إذا رَأَيْتُمُ الحَرِيقَ فَكَبِّرُوا فَإِنَّهُ يُطْفِيءُ النَّارَ"

یعنی جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو وہ آگ کو بجھا دیتا ہے"

(الكامل فى الضعفاء الرجال از من اسمه عبدالله بن لهيعه، ج:4،ص:1469)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

"فكبروا اى قولو الله اكبر، الله اكبر و كرروه كثيرا ۔

"فکبروا" سے مراد یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کثرت کے ساتھ بار بار کہو"

(التيسير شرح جامع الصغير، ج:1،ص:100)

مولٰینا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس دیر تک اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں:

التکبیر علی ھذا لاطفاء الغضب الالٰھی ولھذا ورد استحباب التکبیر عندرؤیۃ الحریق۔

یعنی اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الٰہی کے بُجھانے کو ہے ولہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر مستحب ٹھہری۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثالث من باب عذاب القبر، ج ۱ص ۲۰۲)

وسیلۃ النجاۃ میں حیرۃ الفقہ سے منقول:

"حکمت در تکبیر آنست بر اہلِ گورستان کہ رسول علیہ السلام فرمودہ است اذا رأیتم الحریق فکبروا چوں آتش در جائے افتد و از دست شما بر نیاید کہ بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش بہ برکت آں تکبیر فرونشیند چوں عذاب قبر بآتش است و دست شما بر آں نمی رسد تکبیر میباید گفت تامردگان از آتش دوزخ خلاص یابند"

"یعنی اہلِ قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے "اذا رأیتم الحریق فکبروا" یعنی جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہوئی دیکھو اور تم اسے بجھانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائیگی چونکہ عذابِ قبر بھی آگ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجھانے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تا کہ فوت ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں"

خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا ثابت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"لَمَّا دُفِنَ سَعْدٌ وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحَ النَّاسُ مَعَهُ طَوِيلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرَ النَّاسُ ثُمَّ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِمَّ سَبَّحْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَى هَذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهُ حَتَّى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ

"جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تسبیح کہتے رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہتے رہے، پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی"

(مسند احمد بن حنبل مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ج:3،ص:360،دار الفکر بیروت)

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

أي ما زلت أكبر وتكبرون وأسبح وتسبحون حتى فرجه الله اھ

یعنی حدیث کے معنیٰ یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے انھیں نجات بخشی۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، الفصل الثالث من اثبات عذاب القبر، ج:1،ص:211)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود نبی کریم ﷺ نے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنّت ہُوا، غایت یہ کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں۔ سو اُن کا زیادہ ہونا نہ معاذ اللہ عزوجل کچھ مضر نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید ومؤید مقصود ہے کہ رحمتِ الٰہی اتارنے کے لئے ذکرِ خدا کرنا تھا۔

ہدایہ میں ہے:

"ولا ینبغی أن یخل بشیء من هذه الکلمات لأنه هو المنقول باتفاق الرواة فلا ینقص عنه ولو زاد فیها جاز.

یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ یہی نبی ﷺ سے منقول ہیں تو اُن سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کلمے زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں"

(الهدایة شرح بدایة المبتدی، باب الاحرام، ج:1، ص:139، دار الکتب العلمیة بیروت)

بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی اجمل قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ اجملیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ میت کو قبر میں اتارنے کے بعد قبر پر اذان کہنا یقیناً جائز ہے، اذان سے میّت کے سات فائدے ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں،

(1) میّت اذان کی وجہ سے شیطان کے شر سے محفوظ رہیگی۔

(2) کلمہ اللہ اکبر کہنے سے میت نار (آگ) سے مامون رہے گی۔

(3) میت کو کلمات اذان سے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات یاد آئیں گے۔

(4) اذان میں ذکرُ اللہ عزوجل ہونے کے باعث میت عذابِ قبر سے نجات

پائے گی۔

(5) اذان میں ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی وجہ سے میّت پر نزولِ رحمت ہوگی۔

(6) میّت کو اس تنگ و تاریک گڑھے میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اذان کی بدولت دفعِ وحشت ہوگی اطمینان خاطر ہوگا۔

(7) میّت قبر میں غمگین و پریشان ہوتی ہے اذان کے سبب سے غم و پریشانی دفع ہوگی اور سرور و فرحت حاصل ہوگی۔

(فتاوی احملیه، ج:2، ص:484)

ایک قبر میں ایک سے زیادہ میتیں

سوال: ایک قبر میں ایک سے زیادہ بلا ضرورت دفن کرنا کیسا؟

جواب: بلا ضرورت ناجائز ہے اور ضرورت ہو تو کر سکتے ہیں مگر دو میتوں کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں اور کون آگے ہو کون پیچھے یہ نیچے مذکور ہوا۔

لا يدفن اثنان أو ثلاثة في قبر واحد إلا عند الحاجة فيوضع الرجل مما يلي القبلة ثم خلفه الغلام ثم خلفه الخنثى ثم خلفه المرأة ويجعل بين كل ميتين حاجز من التراب

یعنی دو یا تین افراد ایک قبر میں دفن نہ کئے جائیں لیکن حاجت کے وقت جائز ہے ایسی صورت میں مرد کو قبلہ کی طرف رکھیں اس کے پیچھے لڑکے کو اس کے پیچھے خنثیٰ اس کے پیچھے عورت کو، اور ایک دوسرے کے بیچ میں مٹی سے آڑ کر دیں۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیة بیروت)

میت کو دوسری جگہ لے جانا

سوال: میت کہاں دفن کرنا چاہیے کیا میت کو دوسری جگہ لے جانا جائز ہے؟

جواب: جس شہر یا گاؤں وغیرہ میں انتقال ہوا وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے اگرچہ وہاں نہ رہتا ہو بلکہ جس گھر میں انتقال ہوا اس گھر والوں کے قبرستان میں دفن کریں اور دو ایک میل باہر لے جانے میں حرج نہیں کہ شہر کے قبرستان اکثر فاصلے پر ہوتے ہیں اور اگر دوسرے شہر کو اس کی لاش اٹھا لے جائیں تو اکثر علماء نے منع فرمایا اور یہی صحیح ہے، یہ دوسرے شہر لے جانا بھی اس صورت میں ہے کہ دفن سے پہلے لے جانا چاہیں اور دفن کے بعد تو مطلقاً نقل کرنا ممنوع ہے سوا بعض صورتوں کے جو مذکور ہوں گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

یستحب فی القتیل والمیت دفنه فی المکان الذی مات فی مقابر أولئك القوم وإن نقل قبل الدفن إلی قدر میل أو میلین فلا بأس به ,وکذا لو مات فی غیر بلده یستحب ترکه فإن نقل إلی مصر آخر لا بأس به

یعنی: مقتول اور میت کیلئے مستحب ہے کہ اسے وہاں کے قبرستان میں دفن کیا جائے جہاں اس کا انتقال ہوا ہے۔ اور اگر دفن سے پہلے میل دو میل منتقل کیا تو کوئی حرج نہیں، اور اسی طرح اگر اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر فوت ہوا مستحب ہے کہ وہیں دفن کریں پس اگر دوسرے شہر لے گئے تو مضائقہ نہیں۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیة بیروت)

امانتاً دفن کرنا

سوال: یہ جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ زمین کو سپرد کرتے ہیں پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بلاضرورت شرعی تدفین کے بعد میت کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا مطلقاً ممنوع اور ناجائز ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

ولا يخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي كأن تكون الأرض مغصوبة أو أخذت بشفعة ويخير المالك بين إخراجه ومساواته بالأرض كما جاز زرعه والبناء عليه إذا بلي وصار ترابا

یعنی قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد میت کو قبر سے نکالا نہیں جائے گا، مگر جب کہ دوسرے آدمی کا حق ہو خواہ وہ زمین غصب کی گئی ہو یا شفعہ لی گئی ہو تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے وہ میت کو نکال دے اور چاہے زمین برابر کر دے۔

(الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة الجنازة، ص :123، دار الكتب العلمية بيروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی :1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

ایں حرام ست، بعد از دفن کشودن حلال نیست، و نقل بمسافت بعیدہ روانیست، واللہ تعالی اعلم

یعنی یہ حرام ہے، دفن کے بعد کھولنا جائز نہیں، اور دور مسافت تک لے جانا بھی

روانہیں، اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:406،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بلا اجازت مالک زمین میت دفن کردی

سوال: اگر بلا اجازتِ مالکِ زمین میت دفن کردی تو مالک زمین کو کیا اختیار ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''بے اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گنہگار ہیں، میّت اگر اس کی وصیّت یُوں کر گیا کہ چاہئے مالک اجازت دے یا نہ دے مجھے وہیں دفن کرنا تو وہ بھی سخت گنہگار ہے۔ میّت یا پسماندگان کے لئے ثواب کیسا! اس میں استحقاقِ عذاب ہے، مالک کو اختیار ہے کہ میّت کی نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کرلے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کرکے اس پر جو چاہے بنائے، چلے پھرے، تصرف کرے کہ قبر کی جو حدیثیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس لعرق ظالم حق (کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں)

درمختار میں ہے:

لا یخرج منہ بعد اہالۃ التراب الالحق ادمی کان تکون الارض مغصوبۃ ویخیر المالك بین اخراجہ ومساواتہ بالارض

یعنی مٹی ڈالنے کے بعد میّت کو قبر سے نہ نکالا جائے گا مگر کسی آدمی کے حق کے باعث مثلاً یہ کہ زمین غصب کی ہوئی ہو اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مُردہ کو باہر نکالے یا قبر زمین کے برابر کردے۔

یہ اصل حکم فقہی ہے، مگر مسلمان نرم دل اور دوسرے مسلمان خصوصا میت پر رحم دل ہوتا ہے، قال اللہ تعالیٰ رحماء بینھم (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ آپس میں رحم دل ہیں) اگر وہ درگزر کرے گا اللہ عزوجل اسکی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا الاتحبون ان یغفر اللہ لکم (کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ خدا تمھیں بخشے؟) اگر وہ اپنے مردہ بھائی پر احسان کرے گا اللہ اس پر احسان کرتے گا کما تدین تدان (جیسا تم کروگے ویسا ہی تمھارے ساتھ کیا جائے گا) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کا پردہ فاش نہ کرے گا اللہ اس کی پردہ پوشی کرے گامن ستر سترہ اللہ (جو کسی کی پردہ پوشی کرے خدا اس کی پردہ پوشی کرے گا) اگر وہ اپنے مردہ بھائی کی قبر کا احترام کرے گا اللہ اس کی زندگی وموت میں اسے احترام بخشے گا۔ اللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ (اللہ بندے کی مدد فرماتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے) واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، باب الجنائز ج:9،ص 379 برضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسرے کی کھدوائی ہوئی قبر میں اپنا مردہ دفن کرنا

سوال: وقفی قبرستان میں کسی نے قبر تیار کرائی اُس میں دوسرے لوگ اپنا مردہ دفن کرنا چاہتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: قبرستان میں اور جگہ ہے تو مکروہ ہے اور اگر اور جگہ نہیں تو جائز ہے۔ اور اگر دفن کر دیا تو قبر کھودنے والا مردہ کو نہیں نکلوا سکتا جو خرچ ہوا ہے لے لے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

رجل حفر قبرا فأرادوا دفن میت آخر فیه إن کانت المقبرة واسعة یکره وإن کانت ضیقة جاز ولکن یضمن ما أنفق صاحبه فیه

یعنی کسی شخص نے قبر کھودی تھی دوسرے لوگوں نے اس میں دوسری میت دفن کرنے کا ارادہ کیا اگر قبرستان وسیع ہے تو مکروہ ہے۔ اور اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے لیکن جو پہلے شخص نے خرچ کیا وہ دینا پڑے گا"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:182، دار الکتب العلمیة بیروت)

عورت زیور سمیت دفن کر دیا

سوال: عورت کو کسی وارث نے زیور سمیت دفن کر دیا اور بعض ورثاء موجود نہ تھے تو اب کیا کریں؟

جواب: ان ورثاء کو قبر کھودنے کی اجازت ہے اسی طرح کسی کا کچھ مال قبر میں گر گیا مٹی دینے کے بعد یاد آیا تو قبر کھود کر نکال سکتے ہیں اگر چہ وہ ایک ہی درہم ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وإن وقع فی القبر متاع فعلم بذلك بعد ما أهالوا علیه التراب ینبش, قالوا ولو کان المال درهما ,

ترجمہ: اور اگر قبر میں کچھ مال رہ گیا اور مٹی دینے کے بعد علم ہوا تو قبر کھودیں گے اور انہوں نے کہا اگر چہ ایک درہم ہو۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوٰة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیة بیروت)

کفن اور قبر پیشگی بنوانا

سوال: اپنے لئے کفن اور قبر پیشگی بنوانا کیسا؟

جواب: اپنے لئے کفن تیار رکھے تو حرج نہیں اور قبر کھدوا رکھنا بے معنی کیا معلوم کہاں مرے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفٰی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے بنانا نہ چاہئے۔ کما فی الدرالمختار وغیرہ قال اللّٰہ تعالٰی وما تدری نفس بایّ ارض تموت۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کوئی جان نہیں جانتی کہ اس کی موت کس زمین میں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، باب الجنائز، ج:9، ص:265، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

قبر پر بیٹھنا

سوال: قبر پر بیٹھنا اور قبرستان کے نئے راستے سے گزرنا کیسا؟

جواب: قبر پر بیٹھنا سونا چلنا پاخانہ پیشاب کرنا حرام ہے قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا اس سے گزرنا ناجائز ہے خواہ نیا ہونا اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ''

یعنی تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور

(جلن) چمڑے تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے۔

(الصحیح المسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر، ص:434، الرقم الحدیث:2245 دار المعرفة بیروت)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَأَنْ أَمْشِيَ عَلَى جَمْرَةٍ أَوْ سَيْفٍ أَوْ أَخْصِفَ نَعْلِي بِرِجْلِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمْشِيَ عَلَى قَبْرٍ

یعنی مجھے آگ یا تلوار پر چلنا یا پاؤں سے اپنے جوتے گانٹھنا (یعنی شدید تکلیف اٹھانا) کسی مسلمان کی قبر پر چلنے سے زیادہ پسند ہے"

(سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النھی عن المشی، ج:1، ص:500، الرقم الحدیث:1567، دار المعرفة بیروت)

امام ابو بکر بن مسعود الکاسانی علیہ رحمۃ اللہ الباری (المتوفی:587ھ) بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں۔

وكره أبو حنيفة أن يوطأ على قبر، أو يجلس عليه، أو ينام عليه أو تقضى عليه حاجة من بول أو غائط

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر پر چلنا، بیٹھنا سونا، قضائے حاجت کرنا مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی سنة الدفن، ج:2، ص:355، دار الکتب العلمیه بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"قبور مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں، یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا اس میں چلنا حرام ہے"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج 9، ص 480 رضافاؤنڈیشن لاہور)

رشتہ دار کی قبر تک جانے کیلئے قبروں پر گزرنا

سوال: اپنے کسی رشتہ دار کی قبر تک جانا چاہتا ہے مگر قبروں میں گزرنا پڑے گا تو کیا کرے؟

جواب: وہاں تک جانا منع ہے دور ہی فاتحہ پڑھ دے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''جن کے اقربا ایسی جگہ دفن ہوں کہ ان کے گرد اور قبریں ہو گئیں اور اسے ان قبور تک اور قبروں پر پاؤں رکھے بغیر جانا ممکن نہ ہو، دور ہی سے فاتحہ پڑھے اور پاس نہ جائے''

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، باب الجنائز، ج: 9، ص: 480 رضافاؤنڈیشن لاہور)

قبر پر قرآن پڑھانے کیلئے حافظ مقرر کرنا

سوال: قبر پر قرآن پڑھانے کیلئے حافظ مقرر کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے جب کہ پڑھنے والے اجرت پر نہ پڑھتے ہوں کہ اجرت پر قرآن مجید پڑھنا اور پڑھوانا ناجائز ہے اگر اجرت پر پڑھوانا چاہے تو وقت کا اجارہ کر کے پھر اسے تلاوت پر لگادیں۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"لا یکرہ الدفن لیلا و لا إجلاس القارئین عند القبر وھو المختار

یعنی نہ رات کو دفن کرنا مکروہ اور نہ ہی تلاوت قرآن کیلئے قبر پاس قاریوں کو بٹھانا مکروہ، یہی مختار ہے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:123، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"ثواب رسانی کے لیے قرآن مجید پڑھنے پر اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہے"

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:644، رضافاؤنڈیشن لاھور)

شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا

سوال: شجرہ یا عہد نامہ قبر میں رکھنا کیسا؟

جواب: جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ میّت کے منہ کے سامنے قبلہ کی جانب طاق کھود کر اس میں رکھیں

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"کتب علی جبهته المیت او عمامته او کفنه عهد نامه ترجی ان یغفر الله للمیت۔

یعنی میت کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھا تو امید ہے کہ اللہ عزوجل میت کو بخش دے"

(الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:124، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

میت کی پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھنا

سوال: میّت کے سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا کیسا؟

جواب: جائز بلکہ مستحسن ہے۔ عورت کی پیشانی پر محارم میں سے کوئی لکھنا چاہے تو لکھ سکتا ہے۔ نامحرم اجنبی کو لکھنا جائز نہیں۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"اوصی بعضهم ان یکتب فی جبهته و صدره -بسم الله الرحمن الرحیم -ففعل ثم رئی فی المنام فسئل فقال : لما وضعت فی القبر جاء تنی ملائکة العذاب ، فلما روا مکتوبا علی جبهتی بسم الله الرحمن الرحیم قالوا : امنت من عذاب الله۔

یعنی ایک شخص نے اس کی وصیّت کی تھی انتقال کے بعد سینہ اور پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھ دی گئی پھر کسی نے انہیں خواب میں دیکھا حال پوچھا کہا جب میں قبر میں رکھا گیا، عذاب کے فرشتے آئے فرشتوں نے جب پیشانی پر بسم اللہ شریف دیکھی تو کہا: تو عذاب سے بچ گیا"

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص :124، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سینے پر کلمہ طیبہ لکھنا

سوال: پیشانی پر بسم اللہ شریف ساتھ ساتھ سینے پر کلمہ طیبہ لکھنا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔ پیشانی پر بسم اللہ شریف لکھیں اور سینہ پر کلمہ طیّبہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا

اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مگر نہلانے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے کلمہ کی انگلی سے لکھیں روشنائی سے نہ لکھیں۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فیما یکتب علی کفن المیت، ج:3، ص:186)

خواب میں دیکھا کہ قبر میں بچہ پیدا ہوا

سوال: حاملہ عورت مرگئی اور دفن کردی گئی کسی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے بچہ پیدا ہوا ہے تو کیا کریں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''محض اس خواب کی بنا پر قبر کھودنی جائز نہیں۔

لا، الا بدلیل جائز والستر مصون والرؤیا فنون، فی السراجیة ثم الھندیة حامل اتت علی حملها سبعة اشهر و کان الولد بتحرك فی بطنها ماتت فدفنت ثم رؤیت فی المنام انها قالت ولدت لاینبش القبر اه واللّٰه تعالٰی اعلم

یعنی بغیر کسی واضح دلیل کے جائز نہیں اور خواب کا اعتبار نہیں کیونکہ خواب طرح طرح کے ہوتے ہیں، سراجیہ پھر ہندیہ میں ہے ایک عورت کے حمل کو سات مہینے ہوئے بچہ اس کے پیٹ میں حرکت کرتا تھا وہ مرگئی اور اسے دفن کردیا گیا، پھر کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہتی ہے میں نے بچہ جنا ہے، تو قبر نہ کھودی جائے گی۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے''

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، باب الجنائز، ج:9، ص:405، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قبر کھل گئی

سوال: قدیم قبر اگر کسی وجہ سے کھل جائے یعنی اس کی مٹی الگ ہو جائے اور مردہ کی ہڈیاں وغیرہ ظاہر ہونے لگیں تو اس صورت میں قبر کو مٹی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کس صورت سے دینا چاہئے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''اس صورت میں اُسے مٹی دینا فقط جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے کہ سترِ مسلم لازم ہے۔

وقد انکشفت قدم لما انهدم جدر الحجرة الشريفة فی زمان الوليد ففزع الناس وظنوا نها قدم النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فما وجدوا احد یعلم ذٰلك حتی قال لهم عروة لا واللّٰه ماهی قدم البنی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ماهی الاقدم عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه کما فی صحیح البخاری عن هشام عن ابیه واخرج ابن زبالة وغیره انه قال عمربن عبدالعزیز رضی اللّٰه تعالٰی عنه لمن امره ببناء الحائط ان غلط مارأیت ففعله۔

یعنی ولید کے زمانے میں جب روضۂ پاک کی دیوار منہدم ہوئی تو ایک قدم کھل گیا جس سے لوگ گھبرا اٹھے، انھیں گمان ہوا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ کسی ایسے آدمی کو تلاش کی جو اس سے آگاہ ہو یہاں تک کہ حضرت عروہ نے کہا بخدا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قدم نہیں، یہ حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قدم ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہشام بن عروہ سے مروی ہے وہ اپنے والد سے راوی ہیں اور ابن زبالہ وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کو دیوار تعمیر کرنے کا حکم دیا تھا اس سے فرمایا جو تم نے دیکھا اُسے چھپا دو، اس نے تعمیل کی۔
اور اس بارے میں کوئی صورت بیان میں نہ آئی ستر لازم ہے اور کشف ممنوع، اس طرح چھپائیں کہ زیادہ نہ کھولنا پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، باب الجنائز، ج:9، ص:403، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قبر پر نشان کیلئے تختی لگانا

سوال: قبر پر بطور نشان لکھ کر تختی لگانا کیسا؟

جواب: اگر ضرورت ہو تو قبر پر نشان کے لئے کچھ لکھ سکتے ہیں مگر ایسی جگہ نہ لکھیں کہ بے ادبی ہو۔

آبو داود سلیمان بن الأشعث الأزدی السِّجِسْتانی علیہ رحمۃ اللہ الباری (المتوفی:275ھ) سنن ابوداؤد میں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب ابن وداعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُونٍ أُخْرِجَ بِجَنَازَتِهِ فَدُفِنَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا أَنْ يَأْتِيَهُ بِحَجَرٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ حَمْلَهُ فَقَامَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَالَ كَثِيرٌ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِي يُخْبِرُنِي ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ ذِرَاعَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ حَسَرَ عَنْہُمَا ثُمَّ حَمَلَہَا فَوَضَعَہَا عِنْدَ رَأْسِہِ وَقَالَ أَتَعَلَّمُ بِہَا قَبْرَ أَخِی وَأَدْفِنُ إِلَیْہِ مَنْ مَاتَ مِنْ أَہْلِی۔

یعنی جب عثمان بن مظعون نے وفات پائی تو ان کا جنازہ لا کر دفن کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم فرمایا مگر وہ اسے اُٹھا نہ سکا تو پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر تشریف لے گئے۔اور اپنی آستینیں چڑھائیں۔راوی کہتے ہیں کہ جس شخص نے مجھے اس واقعہ کی خبر دی وہ کہتے تھے گویا کہ میں ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنیوں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں۔جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا۔پھر اس پتھر کو خود ہی اٹھالائے اور قبر کے سرہانے رکھ دیا۔اور فرمایا:اس کے ذریعے میں اپنے بھائی کی قبر کا نشان لگاتا ہوں،اور انہیں کے پاس اپنے فوت ہونے والے گھر والوں کو دفن کروں گا۔

(سنن ابو دؤود،کتاب الجنائز،باب فی جمع الموتی فی قبر والقبر یعلم،ج:3،ص:278،رقم الحدیث:3206،دار المعرفۃ بیروت)

روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون ہی کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شہزادے ابراہیم اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما کو دفن فرمایا۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"وفی جنائزھا لا بأس بالکتابۃ إن احتیج إلیھا حتی لا یذھب الأثر ولا یمتھن

یعنی اور باب الجنائز میں کہ ضرورتاً قبر پر لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں تاکہ نشان نہ جاتا رہے اور پامال نہ ہو"

(الدر المختار،کتاب الصلوۃ،باب صلوۃ الجنازۃ،ص:123،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

قبرستان کی لکڑی واینٹیں مسجد میں استعمال کرنا

سوال: قبرستان کی کوئی چیز مثلاً لکڑی و اینٹیں وغیرہ مسجد میں صرف کرنا یا اُن کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے ان کی لکڑی اور مقبرہ جس نے بنایا اس کی اینٹیں اس لگانے بنوانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے، اور اگر مالک کا پتا نہیں یا درخت خود رَو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة،باب الجنائز،ج:9،ص:412،رضافاؤنڈیشن لاہور)

پرانی قبر پر پانی چھڑکنا

سوال: پرانی قبر پر پانی چھڑکنا کیسا اور دس محرم کی تخصیص کرنا کیسا؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مسنون ہے اور اگر مرورِ زمان سے اس کی خاک منتشر ہوگئی ہو اور نئی ڈال دی گئی یا منتشر ہو جانے کا احتمال ہو تو اب بھی پانی ڈالا جائے کہ نشانی باقی رہے اور قبر کی توہین نہ ہونے پائے بہ علل فی الدر غیرہ ان لا یذھب الاثر فیمتھن (درمختار وغیرہ میں یہ علّت بیان فرمائی ہے کہ نشانی مٹ جانے کے سبب بے حرمتی نہ ہو) اس کے لئے کوئی دن معین نہیں ہو سکتا

ہے جب حاجت ہو اور بے حاجت پانی کا ڈالنا ضائع کرنا ہے اور پانی ضائع کرنا جائز نہیں، اور عاشورہ کی تخصیص محض بے اصل و بے معنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9،ص:372،رضافاؤنڈیشن لاہور)

قبر پر پھول ڈالنا

سوال: قبر پر پھول ڈالنا کیسا؟

جواب: قبر پر پھول ڈالنا مستحب و مستحسن ہے بلکہ علماء نے سنت بھی لکھا ہے، جب تک تر رہیں گے تسبیح کریں گے میت کو انس پہنچے گا اس کا دل بہلے گا۔ اور اگر معاذ اللہ میت عذاب میں مبتلا ہے تو امید ہے کہ جب تک تر رہیں گے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری (المتوفی 256ھ) صحیح بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

أَنَّهُ مَرَّ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَقَالَ إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ الْبَوْلِ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ ثُمَّ أَخَذَ جَرِيدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِي كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَ صَنَعْتَ هَذَا فَقَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا

یعنی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دو قبروں پر گذرے فرمایا: ان دونوں میتوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات میں عذاب نہیں ہے ان میں ایک چغل خور تھا اور دوسرا پیشاب سے بچتا نہیں تھا۔ اس کے بعد کھجور کی ایک تر شاخ کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر نصب کر دیا اور فرمایا: مجھے امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں عذاب میں تخفیف ہوگی۔

اس حدیث کے پیش نظر سیّد احمد بن محمد بن اسماعیل الطحطاوی الحنفی (المتوفی 1231ھ) طحطاوی شریف میں فرماتے ہیں۔

وقد أفتى بعض الأئمة من متأخرى أصحابنا بأن ما اعتيد من وضع الريحان والجريد سنة لهذا الحديث۔

یعنی اس حدیث کی وجہ سے بعض ائمہ متاخرین نے یہ فتوی دیا کہ پھول یا تر شاخ قبروں پر جو رکھنے کی عادت ہے یہ سنت ہے۔

(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الجنائز ،فصل فی زيارة القبور، ج:1، ص:284)

خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی 1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

"يكره أيضا قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس كما فی البحر والدرر وشرح المنية وعلله فی الإمداد بأنه ما دام رطبا يسبح الله -تعالى- فيؤنس الميت وتنزل بذكره الرحمة اهـ ونحوه فی الخانية .أقول :ودليله ما ورد فی الحديث (من وضعه عليه الصلاة والسلام الجريدة الخضراء بعد شقها نصفين على القبرين اللذين يعذبان). وتعليله بالتخفيف عنهما ما لم ييبسا :أی يخفف

عنهما ببركة تسبيحهما ؛ إذ هو أكمل من تسبيح اليابس لما في الأخضر من نوع حياة ؛ وعليه فكراهة قطع ذلك ، وإن نبت بنفسه ولم يملك لأن فيه تفويت حق الميت .ويؤخذ من ذلك ومن الحديث ندب وضع ذلك للاتباع ويقاس عليه ما اعتيد في زماننا من وضع أغصان الآس ونحوه ، وصرح بذلك أيضا جماعة من الشافعية ، وهذا أولى مما قال بعض المالكية من أن التخفيف عن القبرين إنما حصل ببركة يده الشريفة صلى الله عليه وسلم أو دعائه لهما فلا يقاس عليه غيره .وقد ذكر البخاري في صحيحه أن بريدة بن الحصيب رضي الله عنه أوصى بأن يجعل في قبره جريدتان ،

یعنی قبروں سے سبزہ اور تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے اور اس کی علت امداد میں یہ بیان کی کہ جب تک یہ تر رہے گی تسبیح بھی کرے گی جس سے میت کو انس ہوگا اور اس پر رحمت نازل ہوگی۔ ایسا ہی خانیہ میں ہے۔ میں کہتا ہوں اور دلیل اس کی وہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر شاخ کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر نصب کر دیا جن پر عذاب ہو رہا تھا اور علت یہ فرمائی کہ جب تک یہ خشک نہیں نہ ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ یعنی ان کی تسبیح سے دونوں میتوں سے عذاب کی تخفیف ہوگی۔ اس لئے ہر تر کی تسبیح خشک کی تسبیح سے بڑھ کر ہے کہ تر میں ایک قسم کی حیات ہے اس سے اور حدیث سے اس کے رکھنے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور اسی پر قیاس ہوگا پھول وغیرہ رکھنے کا جس کی اس زمانہ میں عادت ہے۔ اور شافعیہ کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی

ہے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ ذکر کیا کہ بریدہ بن خصیب رضی اللہ عنہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں رکھ دی جائیں"

(ردالمحتار، کتاب صلاۃ الجنازۃ مطلب فی وضع الجرید ونحو الآس علی القبور، ج:3، ص: 184)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"میت کی قبر پر پھول چڑھانا مفید ہے، وہ جب تک تر ہے رب العزت کی تسبیح کرتا ہے اور میت کا دل بہلتا ہے"

(العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص: 597 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

پختہ قبر

سوال: قبر کا پختہ کرانا بہتر ہے یا نہ کرانا؟ اگر پختہ بنانا بہتر ہے تو اس کی تعمیر میں کن خاص اور ضروری باتوں کا لحاظ رکھنا چاہئے، مثلاً طول عرض بلندی اور صورت وغیرہ۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے، اور کریں تو اندر سے کڑا کچا رہے، اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں، طول وعرض موافق قبر میت ہو، اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو، اور صورت ڈھلوان بہتر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص: 425 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

قبر کی لپائی کرنا

سوال: قبر کو مٹی سے لیپ کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت بحوالہ درمختار فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

قدمنا فی الکراھیة انه لایکره تطیین القبور فی المختار الخ

ہم باب الکراہیۃ میں ذکر کر چکے ہیں کہ قول مختار میں قبروں کی لپائی مکروہ نہیں

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25،ص:423،رضافائنڈیشن لاھور)

قبر کی بلندی

سوال: قبر کی بلندی کس قدر ہونی چاہیے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

ایک بالشت یا کچھ زائد۔

فی الدرالمختار یسنم قدر شبر فی ردالمختار او اکثر شیًا قلیلا بدائع۔

ایک بالشت کی مقدار کوہان کی طرح بنادی جائے (درمختار) یا کچھ زیادہ کردی جائے، بدائع (ردالمحتار)

زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے۔ حلیہ میں ہے:

تحمل الکراھة علی الزیادة الفاحشة وعدمها علی القلیلة المبلغة له مقدار اربع اصابع اوما فوقه قلیل۔ واللّٰه تعالٰی اعلم

کراہت بہت زیادہ اونچی کرنے پر محمول ہے، اور عدمِ کراہت قلیل زیادتی پر جو ایک بالشت کی مقدار ہو یا اس سے کچھ زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

([illegible] ج9، ص527، [illegible] لاہور)

قبریں ہموار کر کے زراعت کرنا

سوال: قبریں ہموار کر کے زراعت کرنا کیسا؟

جواب: قبریں ہموار کر کے اس پر زراعت کرنا یا کوئی عمارت بنانا سخت حرام جبکہ قبریں غیر کی زمین پر نہ ہوں کہ اس سے میت کو سخت اذیت پہنچتی ہے، اس کی تذلیل ہوتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ فَتَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ"

تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور (جلن) چمڑے تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے"

(الصحیح لمسلم، کتاب الجنائز، باب النهی عن الجلوس علی القبر، ص434، رقم الحدیث 2245، دار المعرفة بیروت)

فتح القدیر میں ہے۔

"الاتفاق على ان حرمة المسلم ميتا كحرمته حيا"۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت و حرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے"

(فتح القدیر، کتاب الجنائز، فصل فی الدفن، ج2، ص102، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

"الميت يتاذى بما يتاذى به الحى

جس بات سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں"

(ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، فصل الاستنجاء، ج 1، ص 229، ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر)

قبریں منہدم کر کے زراعت کرنا یا عمارت بنانا تو درکنار علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ قبرستان سے جو نیا راستہ بنے اس سے گزرنا حرام ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

"نصوا علی أن المرور فی سکۃ حادثۃ فیھا حرام

یعنی علماء نے تصریح فرمائی قبرستان سے جو نیا راستہ بنے اس سے گزرنا حرام ہے"

(ردالمحتار)

میت کو بغیر تختے کے دفن کرنا

سوال: میت کو بغیر تختے یا سلیٹ وغیرہ کے ویسے ہی مٹی ڈال کر دفن کرنا کیسا؟

جواب: صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ المفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1367ھ) فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں۔

"بغیر تختہ یا کسی ایسی چیز جو حائل ہو دفن کرنا درست نہیں۔ مجبوری اگر ہو کہ ایسی چیز دستیاب نہ ہو تو معذور ہے"

(فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، ج 1، ص 331، مکتبہ رضویہ کراچی)

قبرستان سے تر گھاس کاٹنا

سوال: قبرستان سے جانوروں کیلئے یا ویسے ہی تر گھاس کاٹنا کیسا؟

جواب: قبرستان سے سبز گھاس کاٹنا ممنوع ہے کہ جب تک رہے گی تسبیح کرتی رہے اور اس سے میت کو راحت ملے گی، ہاں اگر خشک ہو چکی تھی تو کاٹ سکتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویکرہ قطع الحطب و الحشیش من المقبرۃ فإن کان یابسا لا بأس بہ۔

یعنی قبرستان سے تر لکڑی اور گھاس کاٹنا مکروہ ہے، اگر خشک ہو چکی تھی تو مضائقہ نہیں"

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

چرنے کیلئے جانور چھوڑنا

سوال: قبرستان میں چرنے کیلئے جانور چھوڑنا کیسا؟

جواب: قبرستان میں چرنے کیلئے جانور چھوڑنا ناجائز و ممنوع ہے کہ اس سے میت کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے اور اس کو اذیت پہنچتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَأَنْ یَجْلِسَ أَحَدُکُمْ عَلَی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہُ فَتَخْلُصَ إِلَی جِلْدِہِ خَیْرٌ لَہُ مِنْ أَنْ یَجْلِسَ عَلَی قَبْرٍ"

تم میں سے کسی کا آگ پر اس طرح بیٹھنا کہ اس کے کپڑے جل جائیں اور (جلن) چمڑے تک پہنچے اس سے بہتر ہے کہ کوئی قبر پر بیٹھے"

(الصحیح المسلم، کتاب الجنائز، باب النھی عن الجلوس علی القبر، ص:434، الرقم الحدیث:2245 دار المعرفۃ بیروت)

فتح القدیر میں ہے۔

"الاتفاق علی انّ حُرمۃ المسلم میّتا کحرمتہ حیّا۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت و حرمت زندہ مسلمان کی طرح ہے"

(فتح القدیر، کتاب الجنائز، فصل فی الدفن، ج:2ص:102، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

علامہ شامی فرماتے ہیں۔

" المیّت یتاذی بما یتاذی به الحی

جس بات سے زندہ کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں"

(ردالمحتار، کتاب الطهارة، فصل الاستنجاء، ج:1، ص:229 ادارۃ الطباعة المصریة مصر)

''مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے، ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں، اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں''۔

فی جنائز ردالمحتار یکره ایضا قطع النبات الرطب و الحشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحر و الدرر و شرح المنیة و علله فی الامداد بانه مادام رطباً یسبح اللّٰه تعالٰی فیونس المیّت و تنزل بذکره الرحمة و نحوه فی الخانیة انتهی۔ و فی العلمگیریة عن البحر الرائق لو کان فیها حشیش یحش و یرسل الی الدواب و لا ترسل الدواب فیها اه۔

یعنی ردالمحتار کے جنائز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک گھاس کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے، خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتہی، اور عالمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جا سکتی ہے

مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں اھ۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:443 رضافاؤنڈیشن لاہور)

قبر پر گلاب کا عرق چھڑکنا

سوال: قبر پر گلاب کا عرق چھڑکنا کیسا؟

جواب: وقتِ دفن قبر کے اندر میت کے کفن وغیرہ پر چھڑکنے میں حرج نہیں تدفین کے بعد قبر کے اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ

یعنی بے اللہ عزجل کو تمھارے لئے تین چیزیں سخت ناپسند ہیں، فضول بکواس کرنا، مال ضائع کرنا اور سوال کی کثرت۔

(الصحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالیٰ لا یسألون، ص:412، الرقم الحدیث:1477، دار المعرفۃ بیروت)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"قبر میں گلاب وقت دفن کے چھڑکنے میں حرج نہیں اور اوپر چھڑکنا فضول اور مال کا ضائع کرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:613 رضافاؤنڈیشن لاہور)

جنازے کے ساتھ کھانا لے جانا

سوال: جنازے کے ساتھ کھانا لے جانا کیسا؟

جواب: اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں

ارشاد فرماتے ہیں۔

''مردہ کی طرف سے تصدق کرنا چاہیئے اور ساتھ لے جانا فضول ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے اسے بدعت لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:613، رضافاؤنڈیشن لاہور)

ساتواں باب:

تعزیت کا بیان

تعزیت کرنا

سوال: تعزیت کرنا کیسا؟

جواب: تعزیت مسنون ہے۔

امام ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی: 279ھ) جامع ترمذی میں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَزَّى مُصَابًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهٖ

ترجمہ: جو کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے اُسے اُسی کے مثل ثواب ملے گا۔

(الجامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی اجر من عزی مصابا، ص: 449، الرقم الحدیث: 1073، دار المعرفۃ بیروت)

امام ابن ماجۃ ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی (المتوفی: 273ھ) سنن ابن ماجہ میں نقل فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّي أَخَاهُ بِمُصِيبَةٍ إِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مِنْ حُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

یعنی جو اپنے بھائی مسلمان کی مصیبت پر تعزیت کرے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ

اُسے کرامت کا جوڑا پہنائے گا۔

(سنن ابن ماجۃ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی ثواب من عزی مصابا، ج:1، ص:511، الرقم الحدیث:1601، دار المعرفۃ بیروت)

تعزیت کس سے کریں

سوال: تعزیت کس سے کرنی چاہئے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ میّت کے تمام اقارب کی تعزیت کریں چھوٹے بڑے مرد وعورت سب کو مگر بالغ عورت کو اُس کے محارم ہی تعزیت کریں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"یستحب أن یعم بالتعزیة جمیع أقارب المیت الکبار و الصغار و الرجال و النساء إلا أن یکون امرأة شابة فلا یعزیها إلا محارمها ۔

یعنی مستحب یہ ہے کہ میت کے تمام اقارب سے تعزیت کریں۔ چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہو یا عورت لیکن اگر عورت بالغ ہو تو صرف اس کے محارم تعزیت کریں"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلوٰۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تعزیت کے الفاظ

سوال: تعزیت میں کیا کہیں؟

جواب: تعزیت میں یہ کہے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اس کو اپنی رحمت میں ڈھانپے اور تم کو صبر عطا فرمائے اور مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔

(مذکورہ الفاظ یا اس مفہوم کے دوسرے الفاظ سے بھی تعزیت کر سکتے ہیں)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی:

"لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَاَعْطیٰ وَ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی
یعنی اللہ عزوجل ہی کا ہے جو اُس نے لیا اور عطا کیا اور اُس کے نزدیک ہر چیز ایک مقررہ مدت کے ساتھ ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

تعزیت کے دن

سوال: تعزیت کتنے دن تک کی جاسکتی ہے؟

جواب: تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے کہ غم تازہ ہوگا مگر جب تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جاتی ہے وہ وہاں موجود نہ ہو یا موجود ہے مگر اُسے علم نہیں تو بعد میں تعزیت کرنے میں بھی حرج نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وقتها من حين يموت إلى ثلاثة أيام ويكره بعدها إلا أن يكون المعزى أو المعزى إليه غائبا فلا بأس بها

یعنی تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہ ہے۔لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جس کی تعزیت کی جاتی ہے وہ غائب ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوٰۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دفن سے قبل تعزیت

سوال: دفن سے قبل تعزیت کرنا کیسا؟

جواب: دفن سے پہلے بھی تعزیت جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو یہ

افضل بھی اُس وقت ہے کہ لواحقینِ میّت جزع وفزع نہ کرتے ہوں ورنہ ان کو تسلی دینے کے لئے دفن سے پہلے ہی کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ھی بعد الدفن أولی منھا قبله وھذا إذا لم یر منھم جزع شدید فإن رئی ذلك قدمت التعزیة

یعنی دفن سے پہلے تعزیت کرنے سے بعد میں کرنا افضل ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اہل مصیبت اس صدمہ سے بے قرار نہ ہوں اور اگر ایسی حالت ہو تو پہلے تعزیت کریں۔

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الصلوٰۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:183، دار الکتب العلمیة بیروت)

بار بار تعزیت کرنا

سوال: کیا بار بار تعزیت کر سکتے ہیں؟

جواب: جو ایک بار تعزیت کر آیا اسے دوبارہ تعزیت کے لئے جانا مکروہ ہے۔

علامہ حصکفی درمختار میں فرماتے ہیں۔

" تکرہ التعزیة ثانیا" یعنی دوسری بار تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

(الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص:123، دار الکتب العلمیة بیروت)

میت کے اعزہ کا گھر میں بیٹھنا

سوال: میّت کے اعزّہ کا گھر میں بیٹھنا تا کہ لوگ ان کی تعزیت کو آئیں کیسا؟

جواب: گھر میں یا کسی ایسی جگہ یہاں حقوقِ عامہ تلف نہ ہوتے ہوں بیٹھنا تا کہ

لوگ آکر تعزیت کریں اس میں حرج نہیں، اور مکان کے دروازہ یا شارع عام پر بچھونے بچھا کر بیٹھنا بُری بات ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ولا بأس لأهل المصيبة أن يجلسوا في البيت أو في مسجد ثلاثة أيام والناس يأتونهم ويعزونهم ويكره الجلوس على باب الدار وما يصنع في بلاد العجم من فرش البسط والقيام على قوارع الطرق من أقبح القبائح ۔

یعنی اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اہل مصیبت تین دن کسی گھر یا مسجد میں بیٹھیں رہیں تا کہ لوگ آکر تعزیت کرلیں۔ گھر کے دروازے پر بیٹھنا مکروہ ہے اور یہ جو عجم کے شہروں میں چٹائی بچھاتے ہیں راستے میں کھڑے رہتے ہیں یہ بہت بری بات ہے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلوة، الباب في الجنائز، ج:1،ص:183،دار الكتب العلمية بيروت)

میت کے گھر کھانا پکانا

سوال: میت کے گھر میں کھانا پکانا کیسا؟

جواب: میت کے گھر میں روٹی پکانا شرعاً منع نہیں، لیکن موت کی پریشانی میں عموماً پکاتے نہیں ہیں۔ پہلے دن میت کے گھر کھانا بھیجنا اور اہلِ میت کو باصرار کھلانا سنت ہے، لیکن رشتہ دار یا پڑوسی جو بھی کھانا بھیجنے والے ہیں ان پر لازم ہے کھانا صرف اتنا ہی بھیجیں جو اہل میت کو کافی ہو اس سے زیادہ کی اجازت نہیں نہ دوسرے دن بھیجنے کی اجازت۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''موت کی پریشانی کے سبب وُہ لاگ پکاتے نہیں ہیں، پکانا کوئی شرعاً منع نہیں، یہ سنت ہے کہ پہلے دن صرف گھر والوں کے لئے کھانا بھیجا جائے اور انہیں بااصرار کھلایا جائے، نہ دوسرے دن بھیجیں، نہ گھر سے زیادہ آدمیوں کے لئے بھیجیں، واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:90، رضافاؤنڈیشن لاہور)

میت کے اوصاف بیان کرکے بلند آواز سے رونا

سوال: میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کرکر کے بلند آواز سے رونا کیسا؟

جواب: اسی کو بین اور نوحہ کہتے ہیں، یہ بالاجماع حرام ہے۔ اسی طرح بےصبری کا مظاہرہ کرنا مصیبتاہ کہہ کر چلانا، سینہ پیٹنا، چہرہ نوچنا حرام اور سخت حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وشق الجیوب وخدش الوجوہ ونشر الشعور ونثر التراب علی الرءوس والضرب علی الفخذ والصدر وإیقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاھلیۃ والباطل والغرور۔

یعنی گریبان پھاڑنا، مونھ نوچنا، بال کھولنا، سر پر خاک ڈالنا، سینہ کوٹنا، ران پر ہاتھ مارنا یہ سب زمانہ جاہلیت کے کام ہیں اور حرام ہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:184، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

آنسو آنا اور دل میں غم کی کیفیت

سوال: آنسو آنا اور غم کی کیفیت ہونا کیسا؟

جواب: اس میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اَلَا تَسْمَعُونَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ

خبردار ہو کر سن لو کہ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم کے سبب خدائے تعالیٰ عذاب نہیں فرماتا۔

(الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض، ص:369، الرقم الحدیث:1304، دار المعرفۃ بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والبکاء مع رقۃ القلب لا بأس بہ

دل میں غم کی کیفیت کے ساتھ بے آواز رونے میں کوئی حرج نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:184، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نوحہ کا میت پر عذاب

سوال: کیا نوحہ کرنے سے میت کو بھی کوئی اذیت پہنچتی ہے؟

جواب: جی ہاں! میت کو سخت اذیت ہوتی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا تَسْمَعُونَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَیْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰکِنْ یُعَذِّبُ بِھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ اَوْ یَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَیِّتَ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ اَھْلِہٖ عَلَیْہِ

یعنی خبردار ہو کر سن لو! کہ آنکھ کے آنسو اور دل کے غم کے سبب خدائے تعالیٰ

عذاب نہیں فرمایا اور زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لیکن اس کے اور گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت پر عذاب ہوتا ہے جبکہ اس نے رونے کی وصیت کی ہو یا وہاں رونے کا رواج ہو اور اس نے منع نہ کیا ہو یا یہ مطلب ہے کہ ان کے رونے سے میت کو تکلیف ہوتی ہے۔

(الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض، ص:369، الرقم الحدیث:1304، دار المعرفة بیروت)

قبرستان میں تعزیت کرنا

سوال: قبرستان میں تعزیت کرنا کیسا؟

جواب: قبرستان میں تعزیت کرنا بدعت ہے۔

خاتم المحققین امام ابن عابدین، محمد امین بن عمر (المتوفی :1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

یشهدله ما اخرج ابن شاهین عن ابراهیم التعزیة عندالقبر بدعة ۔

یعنی اس پر شاہد اثر ہے جو ابن شاہین نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ قبر کے پاس تعزیت بدعت ہے۔

(ردالمحتار، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ الجنازۃ، مطلب فی کراهیة الضیافة من اهل المیت، ج:3، ص:177)

بعدِ دفن میت گھر آکر بیٹھنا

سوال: تدفین کے بعد میت کے مکان پر آکر بیٹھنا کیسا؟

جواب: دفن کے بعد میّت کے مکان پر آنا اور تعزیت کر کے اپنے اپنے گھر جانا اگر اتفاقاً ہو تو حرج نہیں اور اس کی رسم نہ کرنا چاہیے اور میّت کے مکان پر تعزیت کے لئے لوگوں کا مجمع کرنا دفن کے پہلے ہو یا بعد اسی وقت ہو یا کسی اور وقت خلاف اولیٰ

ہے اور کریں تو گناہ بھی نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''بہتر یہ ہے کہ منتشر ہو جائیں، پھر میت کے گھر جانے کو لازم نہ سمجھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:372، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

سیاہ لباس یا سیاہ بلّے باندھنا

سوال: سوگ کی وجہ سے مردوں کو سیاہ کپڑے پہننا اور سیاہ بلّے باندھنا کیسا؟

جواب: سوگ کے لئے سیاہ کپڑے پہننا مردوں کو ناجائز ہے۔ یونہی سیاہ بلّے بھی ناجائز ہے کہ اس میں نصاریٰ کی مشابہت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ویکرہ للرجال تسوید الثیاب و تمزیقھا للتعزیۃ

مردوں کو تعزیت کیلئے سیاہ لباس پہننا اور کپڑے پھاڑنا مکروہ ہے''

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب فی الجنائز، ج:1، ص:184، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

آٹھواں باب:

موت کی عدت کا بیان

عدت کی تعریف

سوال: عدت کسے کہتے ہیں؟

جواب: طلاق یا شوہر کی موت کے بعد شریعت کے مقرر کردہ اوقات تک دوسرے نکاح سے باز رہنے کو عدت کہتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

هى انتظار مدة معلومة يلزم المرأة بعد زوال النكاح حقيقة أو شبهة المتأكد بالدخول أو الموت

یعنی عدت ایک مدت معلومہ تک اس انتظار کو کہتے ہیں جو عورت نکاحِ صحیح یا فاسد کے زوال کے بعد لازم ہوتا ہے جو قربت یا شوہر کی موت سے پختہ ہو جاتا ہے۔

(الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق، الباب العدة، ج:1، ص:552، دار الكتب العلمية بيروت)

موت کی عدت

سوال: جس کا شوہر فوت ہو گیا کتنے دن عدت گزارے گی؟

جواب: اگر شوہر فوت ہو گیا اور عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اگر شوہر کی موت کے وقت حاملہ ہو تو اس کی وضع حمل ہے۔

جیسا کہ سورہ بقرہ میں ہے۔

وَالَّذِینَ یُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَیَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا یَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ○

ترجمہ کنزالعرفان: اورتم میں سے جو مرجائیں اور بیویاں چھوڑیں وہ چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں.

(پارہ:2،سورۃالبقرۃ،آیت: 234)

سورہ طلاق میں ہے۔

وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ۔

ترجمہ: اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

(پارہ: 28،سورۃ الطلاق ایت :4)

چار ماہ دس دن قمری یا عیسوی

سوال: چار ماہ دس دن چاند کے اعتبار سے ہے یا عیسوی مہینے کے اعتبار سے؟

جواب: چاند ہی کا اعتبار ہے لیکن اس میں دو صورتیں ہیں۔

(1) اگر شوہر چاند کی پہلی تاریخ کو فوت ہوا خواہ رات ہو یا دن، تو چاند کے اعتبار سے چار ماہ اور پانچویں کے دس دن گزارے تو چار ماہ دس دن عدت پوری ہو جائے گی۔

(2) اور اگر شوہر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو فوت ہوا تو عدت 130 دن ہوں۔

سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت، چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوا اور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیں 130 دن کامل لئے جائیں''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،ج:13،ص:294،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

رخصتی سے قبل شوہر فوت ہو گیا

سوال: اگر کسی عورت کا شوہر رخصتی سے قبل ہی فوت ہو گیا تو کیا عدت ہے اگر عدت ہے تو کہاں گذارے گی؟

جواب: وفات کی صورت میں عدت مطلقا چار ماہ دس دن واجب ہوتی ہے قربت ہو یا نہ ہو کیونکہ عدتِ وفات کا مقصد صرف برأتِ رحم ہی نہیں بلکہ شوہر کی موت کا سوگ بھی ہے جو اس پر واجب ہے۔ اور جہاں یہ شوہر کی وفات کے وقت رہ رہی تھی عدت وہیں گزارے گی۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقارالدین قادری علیہ رحمۃ اللہ الباری (المتوفی 1413ھ) وقارالفتاوی میں فرماتے ہیں۔

''موت کی عدت بہر صورت واجب ہوتی ہے۔ میاں بیوی کی ملاقات تنہائی میں ہوئی ہو یا نہیں صورت مسئولہ میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور اسے عدت وہیں گزارنی چاہیے جہاں یہ شوہر کے قتل کے وقت تھی''

(وقارالفتاوی، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:3،ص:209،بزم وقارالدین کراچی)

نابالغہ بیوی

سوال: نابالغہ بچی جس کا شوہر فوت ہوگیا وہ بھی عدت گزارے گی؟

جواب: جی ہاں! درمختار میں ہے:

والعدة للموت اربعة اشھرو عشر مطلقا وطئت اولاولو صغیرة او کتابیة تحت مسلم ولو عبد افلم یخرج عنھا الاالحامل۔

یعنی موت کی عدت مطلقا چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگر چہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔

(الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ص:246، دارالکتب العلمية بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

”وفات کی عدت عورت غیر حاملہ پر مطلقا چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ“

العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، باب الجنائز، ج:13، ص:293، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

عدت وفات کا نفقہ

سوال: عدتِ وفات کا نفقہ کس پر ہے؟

جواب: عدت وفات کا نفقہ کسی پر نہیں۔عورت اپنے پاس سے کھائے اور اگر پاس نہ ہو تو کوئی جائز کام کرے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ فتاوٰی رضویہ میں فرماتے ہیں۔

’’عدت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت و مزدوری کیلئے باہر جا سکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزارنا فرض ہے، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں واللہ یعلم من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے) اگر اندیشہ واقعی وصحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم‘‘

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، باب الجنائز، ج:13، ص:330، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

طلاق رجعی دی تھی دوران عدت شوہر فوت ہو گیا

سوال: عورت کو طلاق رجعی دی تھی اور عدت میں شوہر فوت ہو گیا تو کیا کرے؟

جواب: اس صورت میں موت کی عدت پوری کرے اور طلاق کی عدت جاتی رہی خواہ صحت کی حالت میں طلاق دی ہو یا مرض میں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

رجل طلق امرأته طلاقا رجعيا فاعتدت بثلاث حيض إلا يوما فمات الزوج يلزمها أربعة أشهر وعشر۔

یعنی کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاقِ رجعی دی اور تین حیض عدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ شوہر فوت ہو گیا تو اب اس پر چار ماہ دس دن عدت لازم ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:1، ص:556، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

طلاق بائن یا مغلظہ میں دوران عدت شوہر فوت ہو گیا

سوال: بائن طلاق دی تھی یا تین طلاقیں دیں اور عدت کے دوران شوہر فوت ہو گیا تو عورت کون سی عدت پوری کرے؟

جواب: بائن طلاق دی تھی یا تین طلاقیں دیں اور عدت کے دوران شوہر فوت ہو گیا تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(1) عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت بہر صورت وضع حمل ہے۔

(2) شوہر نے طلاق صحت میں دی یا شوہر نے طلاق مرضِ الموت میں دی مگر عورت کی رضامندی سے دی تو عدت تین حیض ہوگی۔

(3) اگر شوہر نے طلاق مرض الموت میں بغیر بیوی کی رضامندی کے دی تو موت اور طلاق میں سے جو عدت مدت میں دراز ہو اس کا اعتبار ہوگا۔ یعنی مذکورہ صورت میں اگر تین حیض تو مکمل ہو گئے لیکن چار ماہ دس دن مکمل نہیں ہوئے تو چار ماہ دس دن پورے کرے، اسی طرح اگر شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن مکمل ہو گئے لیکن تین حیض مکمل نہیں ہوئے تو تین حیض کی عدت پوری کرے گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"یہ مطلقہ اگر حاملہ تھی تو عدت وضع حمل ہے مطلقاً، اور اگر حمل نہ تھا تو طلاق مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدت تین حیض ہے، موت شوہر سے نہ بدلے گی، اور اگر طلاق بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض، اور چار مہینے دس دن سے جو مدت درازتر ہے وہ عدت ہے یعنی چار ماہ و دہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہو جائیں تو بعد مرگ چار ماہ دس یوم انتظار

کرے، اور اگر مرگ شوہر پر چار مہینے دس دن ہو گئے اور ہنوز بعد طلاق تین حیض کامل نہ ہوئے تو تین حیض کامل ہونے تک منتظر رہے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:13، ص:313، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

خوف کی وجہ سے عدت والدین کے گھر گزارنا

سوال: کیا عورت دورانِ عدت کسی مجبوری یا کسی خوف کی وجہ سے دوسرے شہر اپنے والدین کے گھر میں عدت گزارنے آسکتی ہے۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''اوّلاً یہاں شرعاً واقع عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے و اللّٰہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے) خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے اگر ایام عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوف صحیح و اندیشہ واقعی ہندہ کے مال یا جان ناموس پر نہیں، کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اس کا علاج اسے ممکن ہے مثلاً اسکے بعض اعزّہ محارم اس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورات کو ساتھ کیلئے رکھ سکتی ہے اگر چہ اجرت دے کر، تو اسے ہرگز اجازت نہیں ہو سکتی، خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا۔ خوف صحیح منشاء صحیح سے ناشئی ہونا چاہئے نہ اس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے علم کی حالت میں جب تک وہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔

ثانیاً اور اگر واقعی حالت مجبوری ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان

سکونت سے قریب تر کون سا مکان ایسا ہے جس میں وہ اندیشہ وخطرہ نہ ہو، اگر اسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابل اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے، شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابلِ اطمینان ہوں ایک دور ایک پاس، تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں، اور اگر اس شہر میں نہ ہو مگر دوسرے شہر کہ بہ نسبت شہر والدین اور اس شہر سکونت سے قریب تر ہے میں کوئی مکان قابلِ اطمینان ہے تو وہیں جائے، ہاں اگر سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالت ضرر صریح و مجبوری محض اجازت ہے"

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، کتاب الطلاق، باب العدة، ج:13، ص:333، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بقدرِ کفالت مال کیلئے باہر جانا

سوال: اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال نہیں اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائیگی تو کام چلے گا تو کیا اسے باہر جانے کی اجازت ہے؟

جواب: موت کی عدت میں اگر باہر جانے کی حاجت ہو کہ عورت کے پاس بقدر کفایت مال نہیں اور باہر جا کر محنت مزدوری کر کے لائے گی تو کام چلے گا تو اسے اجازت ہے کہ دن میں اور رات کے کچھ حصّے میں باہر جائے اور رات کا اکثر حصّہ اپنے مکان میں گزارے مگر حاجت سے زیادہ باہر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ اور اگر بقدر کفایت (جس سے گزر بسر ہو سکتا ہے) اس کے پاس خرچ موجود ہے تو اسے بھی گھر سے نکلنا مطلقاً منع ہے اور اگر خرچ موجود ہے مگر باہر نہ جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا مثلاً زراعت کا کوئی دیکھنے بھالنے والا نہیں اور کوئی ایسا نہیں جسے اس کام پر مقرر

کرے تو اس کے لیئے بھی جاسکتی ہے مگر رات کو اُسی گھر میں رہنا ہوگا۔ یو ہیں کوئی سوزالانے والا نہ ہو تو اس کے لئے بھی جاسکتی ہے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

معتدة موت تخرج فی الحدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج، حتی لو کان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلایحللها الخروج فتح اه اقول فکذااذا قدرت علی الکسب فی البیت من دون خروج فان المبیح هی بالضرورة فبحیث لاضرورة فلااباحة وهذا واضح جدا۔

یعنی موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتی کہ اگر اپنی کفایت اور ضرورت کیلئے اس کے پاس نفقہ ہو تو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے، فتح اھ اقول (میں کہتا ہوں) یونہی اگر وہ گھر میں رہ کر کوئی محنت کر کے اپنا خرچہ بنا سکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ص :250، دار الکتب العلمیہ بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) ایک سوال کا جواب

دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''تاختمِ عدت عورت پر اسی مکان میں رہنا واجب ہے، شاہجہان پور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پینے کو نہیں اور ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خورد ونوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کرسکتی تو وہ صبح و شام باہر نکلے اور شب اسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہرگز جائز نہیں''

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، کتاب الطلاق، باب العدة، ج:13، ص:327، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

عورت میکے رہنے کیلئے گئی تھی کہ شوہر فوت ہوگیا

سوال: عورت اپنے میکے گئی تھی یا کسی کام کے لئے کہیں اور گئی تھی اُس وقت شوہر فوت گیا تو عدت کہاں گزارے۔؟

جواب: فوراً بلاتوقف وہاں سے واپس آئے۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"طلقت أو مات وهي زائرة في غير مسكنها عادت إليه فورا لوجوب عليها

شوہر نے طلاق دے دی یا شوہر فوت ہوگیا اس وقت یہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں رہنے گئی تھی تو فوراً لوٹ آئے اس لئے کہ اس کا لوٹ آنا واجب ہے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ص:250، دار الکتب العلمیة بیروت)

جان ومال کے نقصان کا اندیشہ

سوال: حاملہ عورت اپنے بیمار شوہر کو اس کی رضا سے چھوڑ کر میکے آئی دوسرے دن اس نے بلایا تو نہیں گئی بعد تین دن شوہر فوت ہو گیا اب وہ ڈرتی ہے کہ شوہر کے متعلقین مجھے مار ڈالیں یا میرا مال واسباب چھین لیں تو اب کیا حکم ہے۔

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبر مرگ سنتے ہی فوراً اس کے گھر چلی جائے اور وضع حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے، ایسا خیال بہت ناقابل قبول ہے کہ قتل کر دی جائے گی، رہا مال اسے ساتھ نہ لے جائے، اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو، ہاں اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اس کے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لئے عذر صحیح ہے، اور اللہ تعالیٰ صحیح وغلط سب کو خوب جانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:13، ص:308، رضا فاونڈیشن لاہور)

کوٹ میں وراثت وغیرہ کا اہم کیس کیلئے جانا

سوال: کوٹ میں وراثت وغیرہ کا اہم کیس چل رہا تو کیا عورت کوٹ میں جا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

سائل نے ظاہر کیا کہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اس کے

شوہر نے اسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں اور اگر نہ جائے تو وہ جائداد اس کے نام نہ ہوگی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اس کے مکان عدت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آ کر رات مکان عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

قال النهر و لا بدان يقيد ذلك بان تبيت زوجها۔ و الله تعالٰی اعلم۔

نہرالفائق میں کہا ہے یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر میں واپس آئے اور وہاں رات گزارے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطايا النبوية في الفتاوی الرضوية، كتاب الطلاق، باب العدة، ج:13،ص:329،رضا فاؤنڈیشن لاهور)

مکان کا کرایہ نہیں

سوال: شوہر کرائے کے مکان میں رہتا تھا فوت ہو گیا بیوہ کے پاس کرایہ دینے کیلئے پیسے نہیں کیا وہ اپنے میکے جا کر عدت گزار سکتی ہے؟

جواب: جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے۔ اور واقعی بیوہ کی حیثیت ایسی نہیں کہ وہ کرایہ ادا نہ کر سکے تو اس کے قریب جو کم کرائے کا مکان دستیاب ہو یا قریب میں کسی عزیز کا مکان ہو جس میں بے کرایہ رہ سکتی ہے تو اس قریب تر مکان میں چلی جائے اور وہاں عدت کے دن پورے کرے، عزیز کا مکان یا کم کرایہ والا دونوں میں جو نزدیک ہو اس میں جا سکتی ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

"وھی فی دار باجرۃ قادرۃ علی دفعھا فلیس لھا ان تخرج بل تدفع۔
اگرموت کی عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہواور کرایہ دینے پر قادر ہوتو اس
کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے"

(ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الحداد، ج:2،ص:620)

علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

تعتدان معتدۃ طلاق و موت فی بیت وجبت فیه و لاتخرجان منه الاان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامه او تلف مالھا او لا تجد کراء البیت و غیر ذلك من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیه۔

یعنی موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کوگھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں عدت بسر کریں جہاں عدت واجب ہوئی ہے الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو، یا مکاں کرایہ پر تھا عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو، یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہو جائے۔

(الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدۃ،ص:250،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

شوہر کو علاج کیلئے میکے لے کر گئی تھی کہ شوہر فوت ہو گیا

سوال: بیمار شوہر کو علاج کیلئے اپنے باپ کے گھر لے گئی کہ شوہر فوت ہو گیا اب عورت اپنے باپ کے گھر میں عدت پوری کرے گی یا شوہر کے گھر میں؟

جواب: صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ المفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1367ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ امجدیہ میں فرماتے ہیں۔

''عدت اس مکان میں واجب ہے جو بوقتِ وفات اس کی جائے سکونت ہے۔ لہٰذا اگر وہاں جانا محض عارضی ہوتو شوہر کے مکان پر واپس آکر عدت گذارے اور اگر کچھ دنوں کیلئے وہیں سکونت کر لی ہے تو وہیں عدت گذارے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(فتاوی امجدیہ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:2ص: 291، مکتبہ رضویہ کراچی)

دوران عدت نکاح کیلئے دریافت کرنا

سوال: کیا عدت کے دوران عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت کرنا کیسا ہے؟

جواب: عدت کے دوران عدت والی عورت سے نکاح کا دریافت کرنا ناجائز وحرام ہے، ہاں اگر گھر والے پیغام نکاح ویسے ہی معلوم کریں کہ کیا دوسرے نکاح کا ارادہ ہے؟ تو حرج نہیں؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً اس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا کیا، تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ

اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:13، ص:332، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

دورانِ عدت نکاح کرلیا

سوال: عدت موت میں نکاح ہو جائے تو ازخود فسخ ہے یا طلاق کی ضرورت ہوگی عدت پہلی ہی رہی یا جدید، کیا حکم ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے مرد وزن (مرد وعورت) دونوں پر اس کا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس نکاح کو ترک کیا خواہ اس سے کہہ دے، اور دونوں نہ مانیں تو حاکمِ شرع جبراً تفریق کردے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں، اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہے گی پوری کرلی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:13، ص:317، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

ڈاکٹر سے دوائی لینے جانا

سوال: علاقے میں کوئی ڈاکٹر نہیں تو کیا اپنی یا اپنے بچوں کی دوسرے علاقے میں دوائی لینے جاسکتی ہے اور ڈاکٹر کو نبض دکھا سکتی ہے یا نہیں؟

جواب: اگر اسی مکان میں دوائی منگوانا ممکن ہو کہ کوئی دوسرا فرد لاکردے دے یا ڈاکٹر خود آکر دے جائے تو اس کا مکان سے نکلنا ناجائز، کہ عورت کو عدت کے دوران

بغیر کسی شدید حاجت کے گھر سے نکلنا جائز نہیں۔ ہاں اگر خود جائے بغیر کوئی صورت ممکن نہیں تو دن کو جائے اور رات کا اکثر شوہر کے مکان میں گزارے۔ ضرورتاً نبض بھی دکھا سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''نبض بضرورت دکھا سکتی ہے اور دوسری جگہ اس طور پر جا سکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے، اور اگر اسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:13، ص:317، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عدت والے گھر کو چھوڑنے کے اعذار

سوال: عدت والے مکان کو کن صورتوں میں چھوڑنا جائز ہے؟

جواب: جس مکان میں عدت گزارنا واجب ہے اُس کو چھوڑ نہیں سکتی مگر اُس وقت کہ اسے کوئی نکال دے مثلاً کرایہ کا مکان ہے اور عدّت عدتِ وفات ہے مالک مکان کہتا ہے کہ کرایہ دے یا مکان خالی کر اور اس کے پاس کرایہ نہیں یا وہ مکان شوہر کا ہے مگر اس کے حصّہ میں جتنا پہنچا ہو قابل سکونت نہیں اور ورثہ اپنے حصّہ میں اسے رہنے نہیں دیتے یا کرایہ مانگتے ہیں اور پاس کرایہ نہیں۔ یا مکان گر رہا ہو یا گرنے کا خوف ہو یا چوروں کا خوف ہو مال تلف ہو جانیکا اندیشہ ہے یا آبادی کے کنارے مکان ہے اور مال وغیرہ کا اندیشہ ہے تو ان صورتوں میں مکان بدل سکتی ہے۔ اور اگر

کرایہ کا مکان ہو اور کرایہ دے سکتی ہے یا ورثہ کو کرایہ دے کر رہ سکتی ہے تو اُسی میں رہنا لازم ہے۔ اور اگر حصہ اتنا ملا کہ اس کے رہنے کے لئے کافی ہے تو اُسی میں رہے اور دیگر ورثہ، شوہر جن سے پردہ فرض ہے اُن سے پردہ کرے اور اگر اُس مکان میں نہ چور کا خوف ہے نہ پڑوسیوں کا مگر اُس میں کوئی اور نہیں ہے اور تنہا رہتے خوف کرتی ہے تو اگر خوف زیادہ ہو مکان بدلنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحنفی الحصکفی (المتوفی 1088ھ) علیہ رحمۃ اللہ القوی درمختار میں فرماتے ہیں ہے۔

"وتعتدان ای معتدة طلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولاتخرجان منه الاان تخرج او ینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها او لاتجد کراء البیت ونحو ذلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیه۔

یعنی وفات اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں الا یہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکا کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طلاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے"

(الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ص :250، دارالکتب العمیة بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکانِ مکان نے جبراً نکال دیا، یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو اس میں چلی جائے ورنہ ہرگز نہیں"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:13، ص:327، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

عدت میں کمی کرنا

سوال: اگر کوئی عدت نہ گذارنا چاہے یا کمی کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: بلا اجازتِ شرعیہ مقرر کردہ حکم الٰہی عزوجل میں تغیر و تبدل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں، لہٰذا عدت گزارنا اور مقررہ مدت تک گذارنا لازم ہے۔ جو اس میں کمی کرے یا کرنے کا حکم کرے سخت گنہگار اور حرام قطعی کا مرتکب ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"احکام الٰہی میں چون و چرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن (اسلام، سر تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا) بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من وتو کی (میری اور تمھاری) سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کو دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں، تعرف برائت رحم کیلئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطاً رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم

فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے۔

سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير۔

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے"

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، کتاب الطلاق، باب العدة، ج:13، ص:297، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم و برکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے۔

سمعنا واطعنا غفرانك ربنا اليك المصير۔

ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج: 13، ص: 297، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نواں باب:

سوگ کا بَیان

سوگ کی تعریف

سوال: سوگ سے کیا مراد ہے؟

جواب: سوگ زینت کو ترک کرنے کا نام ہے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الاحداد، ص:250، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سوگ کا حکم

سوال: اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جس کا شوہر فوت ہو جائے اس پر بلا اختلاف سوگ واجب ہے۔

امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود الکاسانی علیہ رحمۃ اللہ الباری (المتوفی :587ھ) بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں۔

لا خلاف بين الفقهاء أن المتوفى عنها زوجها يلزمها الإحداد.

یعنی فقہاء کرام رحمہم اللہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس کا شوہر فوت ہو جائے اس پر سوگ لازم ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل فی سنۃ الدفن، ج:3، ص:461، دار الکتب العلمیہ بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرۃ

البخاری (المتوفی 256ھ) صحیح بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں۔

ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

ترجمہ: اللہ اور آخر پر ایمان رکھنے والی عورت کیلئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کے موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔

(الصحیح البخاری ،کتاب الطلاق ،باب تحد المتوفی عنها زوجها الخ،ص:1368،الرقم الحدیث:5334،دار المعرفة بیروت)

دیگر قریبی رشتہ داروں کی وفات کا سوگ

سوال: کیا شوہر کے علاوہ دیگر قریبی رشتہ داروں کی وفات کا سوگ بھی کر سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں! دیگر قریبی رشتہ داروں کی وفات پر بھی سوگ کر سکتی ہے لیکن صرف تین دن اس زائد نہیں اور وہ بھی واجب نہیں مباح ہے۔

يباح الحداد على قرابة ثلاثة أيام فقط

یعنی اہلِ قرابت کی موت پر سوگ کرنا مباح ہے فقط تین دن تک۔

(الدر المختار ،کتاب الطلاق ،باب الاحداد ،ص:250،دار الکتب العلمیة بیروت)

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرة البخاری (المتوفی 256ھ) صحیح بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں کہ ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَا یَحِلُّ لِامْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَیَالٍ اِلَّا عَلٰی زَوْجٍ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا

یعنی اللہ اور آخر پر ایمان رکھنے والی عورت کیلئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کے موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔

(الصحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنھا زوجھا الخ، ص:1368، الرقم الحدیث: 5334، دار المعرفۃ بیروت)

شوہر کا سوگ کرنے سے منع کرنا

سوال: کیا شوہر قریبی رشتہ داروں کی وفات کے سوگ سے منع کر سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! عورت شوہر والی ہو تو شوہر قریبی رشتہ داروں کی وفات کے سوگ سے منع کر سکتا ہے کیونکہ زینت اس کا حق ہے اور یہ سوگ واجب نہیں بلکہ مباح ہے۔

للزوج منعها لأن الزينة حقه

شوہر کو بیوی کو سوگ سے منع کرنے کا اختیار ہے کیونکہ زینت اس کا حق ہے۔

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الاحداد، ص:250، دار الکتب العمیۃ بیروت)

سوگ میں جو چیزیں ممنوعہ ہیں

سوال: عدت میں عورت پر کون سی چیزیں منع ہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں: ہر قسم کا گہنا (زیور) یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی

خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہو اگرچہ پڑیہ گیرو کا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ، ج:13، ص:331، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ممنوعہ چیزوں کے استعمال کے اعذار

سوال: کیا عذر ہو تو ممنوعہ چیزوں کو استعمال کیا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! عذر کی وجہ سے اِن چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مگر اس حال میں کہ اُس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو مثلاً درد سر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے جانتی ہے کہ نہ لگانے میں درد سر ہو جائیگا تو لگانا جائز ہے۔ یا درد سر کے وقت کنگھا کر سکتی ہے مگر اُس طرف سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں اُدھر سے نہیں جدھر باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لئے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے۔ یا سُرمہ لگانیکی ضرورت ہے کہ آنکھوں میں درد ہے۔ یا خارشت ہے تو ریشمی کپڑے پہن سکتی ہے۔ یا اُس کے پاس اور کپڑا نہیں ہے تو یہی ریشمی یا رنگا ہوا پہنے مگر یہ ضرور ہے کہ ان کی اجازت ضرورت کے وقت ہے لہٰذا بقدر ضرورت اجازت ہے ضرورت سے زیادہ ممنوع مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانیکی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اُس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمہ سے کام نہ چلے اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانے کی اجازت نہیں۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب فی الحداد، ج:1، ص:558، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نابالغہ یا مجنونہ کا سوگ

سوال: کیا نابالغہ اور کافرہ پر بھی سوگ کرنا واجب ہے؟

جواب: نابالغہ و مجنونہ و کافرہ پر سوگ نہیں۔ ہاں اگر اثنائے عدت میں نابالغہ بالغہ ہوئی مجنونہ کا جنون جاتا رہا اور کافرہ مسلمان ہوگئی تو جو دن باقی رہ گئے ہیں اُن میں سوگ کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"لا یجب الحداد علی الصغیرۃ و المجنونۃ الکبیرۃ و الکتابیۃ و ھذا عندنا لو أسلمت الکافرۃ فی العدۃ لزمھا الإحداد فیما بقی من العدۃ

نابالغہ، مجنونہ اور کافرہ پر سوگ واجب نہیں، احناف کے نزدیک ہے اور اگر کافرہ نے اسلام قبول کرلیا تو عدت کے جو دن باقی رہ گئے اس میں سوگ لازم ہوگا"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطلاق، الباب فی الحداد، ج:1، ص:558، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

دورانِ عدت چارپائی پر سونا

سوال: کیا دورانِ عدت چارپائی پر سوسکتی ہے یا نہیں؟

جواب: عدت کے اندر چارپائی پر سوسکتی ہے کہ یہ زینت میں داخل نہیں۔

"چارپائی پر سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں"

(ملخصاً بہارِ شریعت، سوگ کا بیان، ج:2، ص:244، مکتبۃ المدینہ کراچی)

دسواں باب:

ایصالِ ثواب

ایصالِ ثواب کا شرعی حکم

سوال: مُردوں کو ایصالِ ثواب کرنا کیسا؟

جواب: ایصالِ ثواب مسنون ہے۔ جو آیاتِ متکاثرہ، احادیث متظافرہ اور اقوالِ ائمہ وعلماءِ کرام متوافرہ سے روزِ روشن کی طرح نمایاں وعیاں ہے۔

جن میں سے چند بیان کی جائیں گی۔

وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ۝

ترجمہ کنزالعرفان: اور ان کے بعد آنے والے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

(سورۃ الحشر، پارہ:28، آیت:10)

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

"فأی الصدقة أفضل أی لروحها قال الماء إنما كان الماء أفضل لأنه أعم نفعا فی الأمور الدينية والدنيوية خصوصا فی تلك البلاد الحارة ولذلك من الله تعالى بقوله وأنزلنا من السماء ماء طهورا

یعنی کون سا صدقہ ام سعد کیلئے افضل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: پانی! اور پانی کو اس لئے افضل صدقہ فرمایا کہ اس کا نفع دینی اور دنیاوی سب کاموں میں عام ہے خصوصا ان گرم ممالک میں اور اس لئے اللہ عزوجل نے اپنے قول اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا میں پانی اتارے پر احسان رکھا"

حدیث نمبر 2: حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا فَأُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا

ترجمہ: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا ان کو اس کا فائدہ پہنچے گا؟ ارشاد فرمایا: ہاں (فائدہ ہوگا)، اس نے عرض کیا: میرا ایک باغ ہے میں حضور ﷺ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔

(الجامع الترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، ص: 301، الرقم الحدیث: 669، دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر 3: ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ عرض کیا: کہ میری ماں کا اچانک انتقال

ہو گیا اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کلام کر سکتیں تو ضرور صدقہ کرتیں۔تو کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو ثواب پہنچے گا؟ارشاد فرمایا:''ہاں''

(الصحیح البخاری ،کتاب الوصایا،باب ما یستحب لمن توفی الخ،ص:717،الرقم الحدیث:2760،دارالمعرفة بیروت)

اس حدیث کے تحت امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں۔

”وفی هذا الحديث أن الصدقة عن الميت تنفع الميت ويصله ثوابها وهو كذلك باجماع العلماء وكذا أجمعوا على وصول الدعاء وقضاء الدين بالنصوص الواردة فی الجميع

یعنی اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مردہ کی طرف سے صدقہ دینا مردہ کو فائدہ بخش ہے،اور اس کا ثواب مردے کو ملتا ہے اس کو پہنچتا ہے،اس پر علماء کا اجماع ہے اور اسی طرح اجماع ہے دعا کے پہنچنے،دَین کے ادا ہونے پر،ان نصوص سے جو وارد ہوئیں''

علامہ عینی شرح بخاری میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

”ویستفاد منه أن الصدقة عن الميت تجوز وأنه ينتفع بها

یعنی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردہ کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور اس سے مردہ کو نفع پہنچتا ہے''

حدیث نمبر 4: حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔

أَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ أَوْصَى أَنْ يُعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَأَعْتَقَ ابْنُهُ هِشَامٌ خَمْسِينَ رَقَبَةً فَأَرَادَ ابْنُهُ عَمْرٌو أَنْ يُعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِينَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ

حَتّٰی أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ إِنَّ أَبِی أَوْصَی بِعَتْقِ مِائَۃِ رَقَبَۃٍ وَإِنَّ ھِشَامًا أَعْتَقَ عَنْہُ خَمْسِینَ وَبَقِیَتْ عَلَیْہِ خَمْسُونَ رَقَبَۃً أَفَأُعْتِقُ عَنْہُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِنَّہُ لَوْ کَانَ مُسْلِمًا فَأَعْتَقْتُمْ عَنْہُ أَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْہُ أَوْ حَجَجْتُمْ عَنْہُ بَلَغَہُ ذٰلِکَ

ترجمہ: عاص بن وائل نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے سوغلام آزاد کئے جائیں تو اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کردیئے۔اس کے دوسرے بیٹے عمرو نے باقی پچاس کو آزاد کرنا چاہا تو کہا کہ پہلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے باپ نے سوغلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور ہشام نے پچاس آزاد کردیئے کیا میں بھی آزاد کردوں ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر وہ مسلمان ہوتا تو تم اس کی طرف سے آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یا حج کرتے اسے پہنچتا۔

(سنن ابوداؤد: کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی وصیۃ الحربی: ج:3، ص:157، الرقم الحدیث:2883، دار المعرفۃ بیروت)

شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی:1082ھ) اس حدیث کے تحت لمعات میں فرماتے ہیں۔

”قوله لو كان مسلما، دل على أن الصدقة لا تنفع الكافر و لا تنجيحه وعلى المسلم ينفعه العبادة المالية و البدنية ۔

یعنی معلوم ہوا کہ کافر کو نہ صدقہ نفع دیتا ہے نہ نجات دیتا ہے اور مسلمان کو

ترجمہ کنزالایمان: رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، آپ کے رب کی رحمت سے اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا یہ پھیر ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

حضرت خضر علیہ السلام جوان کی مدد کو پہنچے وہ ان کے آباء واجداد کے اعمال کی وجہ سے تھا یعنی اعمال کسی نے کئے اور فائدہ دوسروں کو بھی ملا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

حدیث نمبر 1: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ قَالَ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُم سعد کا انتقال ہو گیا ہے۔ کون سا صدقہ ان کے لئے بہتر ہوگا؟ ارشاد فرمایا: پانی۔ انہوں نے کھواں کھودوا اور کہا: یہ اُم سعد کیلئے ہے۔

(سنن ابو داؤد: کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء: ج: 2: ص: 176، الرقم الحدیث: 1681 دار المعرفۃ بیروت)

ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری اسی حدیث کے تحت مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

عبادتِ مالی اور بدنی دونوں سے نفع پہنچتا ہے''

حدیث نمبر5: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّہُ سَاَلَ رَسُولَ اللّٰہِ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ! اِذَا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْھُمْ وَنَدْعُو لَھُمْ ، فَھَلْ یَصِلُ ذَلِکَ لَھُمْ ؟ قَالَ نَعَمْ ، اِنَّہُ لَیَصِلُ اِلَیْھِمْ ، وَاِنَّھُمْ لَیَفْرَحُونَ بِہِ کَمَا یَفْرَحُ اَحَدُکُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُھْدِیَ اِلَیْہِ

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میت کی طرف سے صدقہ دیتے، حج کرتے، دعا کرتے ہیں کیا یہ سب چیزیں ان کو پہنچتی ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''ہاں'' وہ ان کو پہنچتی ہیں اور اس سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے ایک آدمی خوش ہوتا ہے جب اس کی پاس طباق ہدیہ کیا جاتا ہے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری، ج:4،ص:246)

ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

وأخرج القاضی أبو بکر بن عبد الباقی الأنصاری فی مشیختہ عن سلمة بن عبید قال قال حماد المکی خرجت لیلة إلی مقابر مکة فوضعت رأسی علی قبر فنمت فرأیت أھل المقابر حلقة حلقة فقلت: قامت القیامة قالوا لا ولکن رجل من اخواننا قرأ قل ھو اللہ أحد وجعل ثوابھا لنا فنحن نقتسمہ منذ سنة۔

یعنی قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مشیخت میں سلمہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا حماد مکی نے فرمایا: کہ میں ایک شب مکہ کے قبرستان میں گیا ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا تو قبرستان والوں کو دیکھا

کہ حلقہ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں میں نے کہا: کیا قیامت آگئی ہے؟ ان لوگوں نے کہا: "نہیں"، لیکن ہمارے بھائیوں میں سے ایک شخص نے قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب ہم لوگوں کو بخشا ہے تو اس کو ایک سال سے ہم لوگ تقسیم کر رہے ہیں۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ، ج:2، ص:286)

حدیث نمبر:6 "امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی علیہ رحمۃ القوی (التوفی:911ھ) شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا مروی ہے۔

مَنْ مَرَّ عَلٰی الْمَقَابِرِوَ قَرَأَ" قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" أَحَدَ عَشَرَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهَ لِلْأَمْوَاتِ أُعْطِيَ مِنْ الْأَجْرِ بِعَدَدِ الْأَمْوَاتِ ۔

ترجمہ: جو قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشا تو مردوں کی تعداد کے مطابق پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور، باب فی قرء ۃ القرآن للمیت الخ، ص:311، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث نمبر 7: حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحَى بِالْمُصَلَّى فَلَمَّا قَضَى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهِ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ وَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي۔

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عیدگاہ میں حاضر ہوا، پس جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پورا فرمالیا اپنے منبر سے نیچے تشریف لائے، اور ایک بکرے کے پاس آئے تو اسے اپنے ہاتھ سے ذبح فرمایا اور کہا: بسم اللہ واللہ اکبر یا اللہ عزوجل! یہ میری طرف سے اور میری امت میں اس کی طرف سے جس نے قربانی نہیں کی۔

(سنن ابو داؤد: کتاب الضحایا، باب فی الشاۃ یضحی: ج:3: ص:128، الرقم الحدیث:2810دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر 8: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ

ترجمہ: جب انسان مرتا جاتا ہے تو اس کا ذاتی اعمال اس سے منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین کے (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے، (3) نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہے۔

(الصحیح المسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الإنسان الخ، ص:762، الرقم الحدیث:1631، دار المعرفۃ بیروت)

حدیث نمبر9: حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

تُرْفَعُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ مَوْتِهِ دَرَجَتُهُ فَيَقُوْلُ أَيْ رَبِّ أَيُّ شَيْءٍ هٰذِهِ فَيُقَالُ وَلَدُكَ اسْتَغْفَرَ لَكَ۔

ترجمہ: بعدِ موت میت کا درجہ بلند ہوتا ہے وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے اے میرے رب عزوجل! یہ کس سبب؟ اس سے کہا جاتا ہے، تیرے بچے کے تیرے لئے دعائے مغفرت کرنے کے سبب۔

(الادب المفرد، باب عرض الإسلام علی الأم النصرانی)

حدیث نمبر 10: حضرت ابن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَلٰی أَحَدِكُمْ إِذَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ تَطَوُّعًا أَنْ يَّجْعَلَهَا عَنْ أَبَوَيْهِ فَيَكُوْنُ لَهُمَا أَجْرُهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ

ترجمہ: تم میں سے کوئی کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ وہ والدین کی طرف سے کردے کہ اس کے ماں باپ کو بھی اجر ملے گا اور اس کے ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی۔

(طبرانی فی الاوسط جلد 7 ص 131)

حدیث نمبر 11: حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ أَهْلِ بَيْتٍ يَمُوْتُ مِنْهُمْ مَيِّتٌ فَيَتَصَدَّقُوْنَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِهِ إِلَّا أَهْدَاهَا إِلَيْهِ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَام عَلٰى طَبَقٍ مِنْ نُوْرٍ ثُمَّ يَقِفُ عَلٰى شَفِيْرِ الْقَبْرِ فَيَقُوْلُ يَاصَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِيْقِ هٰذِهِ هَدِيَّةٌ أَهْدَاهَا إِلَيْكَ أَهْلُكَ فَاقْبَلْهَا فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا وَيَسْتَبْشِرُ وَيَحْزَنُ جِيْرَانُهُ الَّذِيْنَ لَا يَهْدِي إِلَيْهِمْ بِشَيْءٍ۔

ترجمہ: جب فوت شدہ کے اہل خانہ سے کوئی صدقہ وخیرات کر کے ایصال ثواب کرتا ہے تو اس کے اس ایصال ثواب کو سیدنا جبریل علیہ السلام ایک نورانی تھال میں رکھ کر اس قبر والے کے سرہانے لے جا کر پیش کرتے ہیں، کہ تیرے فلاں عزیز نے ثواب کا یہ تحفہ بھیجا ہے تو اسے قبول کر وہ اسے قبول کر لیتا ہے اور اس پر خوش ہوتا

ہے اور دوسرے قبر والوں کو خوشخبری سناتا ہے، اور اس کے پڑوسیوں میں سے جنے
اس جیسا تحفہ نہ ملا ہو وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔

(طبرانی في الاوسط جلد 7ص :260، الرقم الحديث:6500)

حدیث نمبر 12: حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ، يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ، فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ"

ترجمہ: قبر میں میت ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے کہ ماں باپ، بھائی ، دوست کی دعائے خیر پہنچنے کی منتظر رہتی ہے پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے، تو اسے یہ دعا دینا دُنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اور بے شک اللہ عزوجل زمین والوں کی دعاؤں سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے یقیناً زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کیلئے دعائے مغفرت ہے۔

(شعب الإيمان ،فصل فی زیارت قبور)

اقوال ائمہ وفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین

قول نمبر 1: امام زین الدین بن ابراھیم بن نجیم المصری علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی:970 ھ) بحر الرائق میں فرماتے ہیں۔

"من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة

یعنی اہل سنت والجماعت کے نزدیک جس نے روزہ رکھا یا صدقہ کیا تو اس کا ثواب اپنے علاوہ زندوں یا مردوں میں سے دوسروں کو پہنچائے تو جائز ہے ان کو اس کا ثواب پہنچے گا"

قول نمبر2: فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان أو صوما أو صدقة أو غيرها كالحج وقراءة القرآن والأذكار وزيارة قبور الأنبياء عليهم الصلاة والسلام والشهداء والأولياء والصالحين وتكفين الموتى وجميع أنواع البر۔

"اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا اس کے علاوہ حج، تلاوتِ قرآن، یا ذکر، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام، شہداء، اولیاء، صالحین کی قبروں کی زیارت، میتوں کی تکفین اور تمام نیکی کے کاموں کا ثواب پہنچا سکتے ہیں"

قول نمبر3: بحرالرائق میں ہے۔

"أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة ۔

انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچا سکتا ہے نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا تلاوتِ قرآن ہو، یا ذکر ہو، یا طواف ہو یا حج ہو یا عمرہ ہو یا ان کے علاوہ ہمارے

علماء کے نزدیک قرآن وسنت سے ثابت ہے''

قول نمبر 4: امام نسفی شرح عقائد میں فرماتے ہیں۔

"و فی دعاء الاحیاء للاموات و صدقتهم عنهم نفع لهم خلافا للمعتزلة۔

زندے مردوں کیلئے دعا کریں اور صدقہ کریں تو مُردوں نفع پہنچتا ہے۔ معتزلہ اس کے خلاف ہیں''

(شرح العقائد، ص:150)

قول نمبر 5: خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (التوفی:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

"الأفضل لمن يتصدق نفلا أن ينوی لجميع المؤمنين و المؤمنات لأنها تصل إليهم ولا ينقص من أجره شیء

یعنی، جو شخص نفلی صدقہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے افضل یہ ہے کہ تمام مؤمنین مؤمنات کی نیت کرے کہ ان سب کو پہنچے گا اور اس کے اجر میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی''

قول نمبر 6: امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کانت الأنصار إذا مات لهم الميت إختلفوا إلیٰ قبره يقرؤون له القرآن

یعنی انصار صحابہ کا طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی فوت ہو جاتا تو وہ بار بار اس کی قبر پر آتے اور اس کیلئے قرآن پڑھتے۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی و القبور، باب فی قرءة القرآن للمیت الخ، ص:311، دار الکتب العلمیہ بیروت)

قول نمبر 7: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو وصیتیں فرمائیں اور اس وصیت نامہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

یابنی ارشدك اللہ تعالیٰ وایدك اوصیك بوصایا ان حفظتھا وحافظت علیھا رجوت لك السعادۃ فی دینك ان شاء اللہ تعالیٰ

یعنی اے میرے بیٹے! اللہ عزوجل تجھے راہ دکھائے اور تیری مدد کرے میں تجھ کو ان باتوں کی وصیت کرتا ہوں، اگر تو ان کو یاد کر کھے اور ان پر ہمیشہ عمل کرے تو اللہ عزوجل سے تیرے لئے سعادت کی امید کرتا ہوں ان شاء اللہ عزوجل۔

اس وصیت نامے میں امام اعظم فرماتے ہیں۔

والثالث عشر ان تواظب علی قراءۃ القرآن کل یوم و تھدی ثوابھا الی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و والدیك و استاذك و سائر المسلمین"

یعنی تیرہویں بات یہ کہ ہرروز قرآن مجید کی تلاوت پر مواظبت کرو اور اس کا ثواب رسول اللہ ﷺ اور اپنے والدین، اپنے اساتذہ اور تمام مسلمانوں کو ہدیہ کرو"

قول نمبر 8: امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنے شاگرد رشید امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"واذکر الموت واستغفر للأستاذ ومن أخذت عنھم العلم وداوم علی التلاوۃ وأکثر من زیارۃ القبور والمشایخ والمواضع المبارکۃ،

یعنی ہمیشہ موت کو یاد کیا کرو اور اپنے استاذ اور جس سے تم نے علم حاصل کیا ہے

ان کی مغفرت کی دعا کرو اور ہمیشہ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو اور بکثرت قبروں کی زیارت کیا کرو اور مقدس ومتبرک مقامات کی زیارت کو جایا کرو"

(الاشباہ والنظائر مع غمز عیون البصائر، وصیۃ الإمام الأعظم لأبی یوسف رحمہ اللہ، ج:3، ص:378)

الحمد للہ عزوجل قرآنی آیت اور احادیث کرام اور اقوال علماء وفقہاء سے ایصال ثواب کا ثبوت ظاہر و باہر ہے، ابھی بہت سی قرآنی آیات، بے شمار احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ وفقہاء موجود ہیں جو ایصال ثواب کے ثبوت پر مؤید ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفاء کیا۔

تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ کرنا

سوال: میّت کے تیسرے، ساتویں، چہلم کے دن مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن مجید و کلمہ طیبہ پڑھنا اور چنوں وغیرہ پر کچھ پڑھ کر تقسیم کرنا، جائز ہے یا نہیں۔

جواب: یقیناً جائز! بلکہ مستحسن و مستحب ہے کیونکہ اس طرح مسلمانوں کے جمع ہونے کا مقصدِ اعظم میت کو ایصال ثواب کرنا ہی ہوتا ہے جو قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ ہر طرح کے نیک اعمال کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ اور وہ خوش ہوتے ہیں قرآن پڑھنا بھی ثواب، کلمہ طیبہ پڑھنا بھی ثواب، چنوں کو تقسیم کرنا بھی ثواب اور ان کے علاوہ بھی جو چیزیں صدقہ کرنے کیلئے رکھیں ان کو صدقہ کرنا بھی ثواب۔ اس کو جمع کر کے میت کو پہنچایا جائے تو کیا حرج؟

امام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی قدس سرہ

الغالیٰ (المتوفی :505ھ) احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔

"اذالم یحرم لآحاد فمن این یحرم المجموع ؟

جب الگ الگ افراد حرام نہیں تو مجموعہ کہاں سے حرام ہو جائے گا؟

(احیاء علوم الدین، کتاب :آداب والسماع الوجد، ص:597، دارالکتب العلمیہ بیروت)

اور اسی میں فرماتے ہیں:

" اذااجتمعت کان ذلك المجموع مباحا ؟

یعنی جب مباحات کے افراد مجتمع ہوں تو مجموعہ بھی مباح ہی ہوگا"

(احیاء علوم الدین، کتاب :آداب والسماع الوجد، ص:597، دارالکتب العلمیہ بیروت)

مرنے کے بعد مردے کو ڈوبنے والے کی طرح تنکے کے سہارے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، کہ اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو گیا وہی ہے جو اس کو پہنچایا جائے گا۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا الْمَيِّتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغَرِيقِ الْمُتَغَوِّثِ، يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ أَبٍ أَوْ أُمٍّ أَوْ أَخٍ أَوْ صَدِيقٍ، فَإِذَا لَحِقَتْهُ كَانَتْ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُدْخِلُ عَلَى أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ، وَإِنَّ هَدِيَّةَ الْأَحْيَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ الِاسْتِغْفَارُ لَهُمْ"

یعنی قبر میں میت ڈوبنے والے فریادی کی طرح ہوتی ہے کہ ماں باپ، بھائی ،دوست کی دعائے خیر پہنچنے کی منتظر رہتی ہے پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے، تو اسے یہ دعا دینا دُنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہے، اور بے شک اللہ

عزوجل زمین والوں کی دعاؤں سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے یقیناً زندوں کا مردوں کیلئے تحفہ ان کیلئے دعائے مغفرت ہے۔

(شعب الایمان ،فصل فی زیارت قبور)

فاتحہ وایصالِ ثواب سراسر میت کو نفع پہنچانا ہے۔

مَنْ اسْتَطَاعَ مِنكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ

یعنی جو اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو تو چاہئے کہ اسے نفع پہنچائے۔

(مسلم،باب استحباب الرقية من العين)

"أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ إِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ۔

یعنی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فرائض کے بعد سب سے زیادہ پسندیدہ عمل مسلمان کا دل خوش کرنا ہے"

(مرقات المفاتيح بحواله الطبرانی، كتاب الادب ،مكتبه حبيبيه كوئٹه۸، ۳۰۷)

امواتِ مسلمین کے نام پر کھانا پکوا کر ایصال ثواب کے لیے تصدق کرنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے اور اس پر فاتحہ سے ایصال ثواب دوسرا مستحسن ہے، اور دو چیزوں کو جمع کرنا زیادتِ خیر ہے۔ اور پانی سے بھی ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔ بلکہ حدیث میں ہے: افضل الصدقه سقی الماء۔ سب سے بہتر صدقہ پانی پلانا ہے۔ ایک حدیث میں ہے: جہاں پانی نہ ملتا ہو کسی کو پانی پلانا ایک جان کو زندہ کرنے کی مثل ہے اور جہاں پانی ملتا ہو وہاں پلانا غلام کو آزاد کرنے کے مثل ہے اوکما قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے)

(العطايا النبويه فی الفتاوی الرضويه المخرجة، ج:9،ص:595، رضافاؤنڈیشن لاہور)

اہلِ میت کی طرف سے دعوت طعام

سوال: اہلِ میت کی طرف سے کھانا کھلایا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: میت کے گھر والے ایامِ موت میں دعوتِ طعام کریں تو ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے، دعوت تو خوشی کے موقع پر مشروع ہے نہ کہ غم پر۔

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من أھل المیت لأنہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ

اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظہ یکرھہ الضیافۃ من اھل المیّت لانھا شرعت فی السرور لا فی شرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔

میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بری بدعت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''وہ طعام کہ عوام ایامِ موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز وممنوع ہے۔

لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کمافی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور۔

یعنی اس لیے کہ دعوت کو شریعت نے خوشی میں لکھا ہے غمی میں نہیں، جیسا کہ فتح

القدیر وغیرہ کتب اکابر میں ہے"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:614،رضافاؤنڈیشن لاھور)

حفاظ کو دعوت پر بلا کر قرآن پڑھانا

سوال: بعض اہل ثروت لوگ حفاظ کو دعوت پر بلا کر ان سے قرآن خوانی کرواتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر یہ دعوت ایام سوگ (موت سے تین دن تک) میں ہے تو بدعت قبیحہ اور ناجائز ہے کہ دعوت تو خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے، اور اگر عرف اسی طرح کا ہو کہ کھانا کھلا کے بچوں سے قرآن پڑھاتے ہیں اور قرآن کی اجرت کے طور پر ہو اگرچہ زبان سے ایسے الفاظ نہ بھی کہے جائیں کہ المعروف کالمشروط (کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط ہی کی حیثیت رکھتی ہے) کے تحت اجرت ہی ٹھہری اگرچہ ایام سوگ میں ہو یا بعد میں ناجائز اور حرام جیسا کہ عام طور پر سننے کو بھی ملتا ہے کہ قاری صاحب بچوں کو بھیج دیں، ان کی خدمت کر دیں گے کھانا کھلا دیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"موت میں دعوت بے معنی ہے، فتح القدیر میں میں اسے بدعت مستقبحہ فرمایا لان الدعوۃ شرعت فی السرور لافی الشرور (اس لیے کہ دعوت میں خوشی میں مشروع ہے غمی میں نہیں) اغنیا کا اس میں کچھ حق نہیں اور اگر بنظر العہود عُرفاً کالمشروط لفظا (جو عرفا معلوم ہے اسی کی طرح ہے

جولفظاً مشروط ہے) وہ اجرت قرآن خوانی کی حد تک پہنچ گیا ہو، کھلانے والا جانتا ہو ان کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے، تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام، لا تشتروا بایٰتی ثمناً قلیلا (میری آیتوں کے بدلے حقیر مال دُنیا نہ لو) واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:614،رضافاؤنڈیشن لاہور)

ساتویں تک روزانہ فاتحہ دلانہ

سوال: سات دن تک روزانہ فاتحہ دلانا کیسا؟

جواب: سات دن تک روزانہ فاتحہ دلا کر میت کو ایصال ثواب کرنا مستحسن ہے۔

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔

"کانوا یستحبون أن لایتفرقوا عن المیت سبعة أیام، لأنهم یفتنون ویحاسبون فی قبورهم سبعة أیام.

ائمہ واسلاف اس عمل کو پسند کرتے تھے کہ میت کی قبر سے سات دنوں تک جدا نہ ہوا جائے (یعنی کم از کم سات دنوں تک وہاں فاتحہ وقرآن خوانی کا معمول جاری رکھا جائے) کیونکہ سات دنوں تک میت کی قبر میں آزمائش ہوتی ہے اور ان کا حساب ہوتا ہے"

(عینی، عمدۃ القاری، 70 : 8)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

"مستحب ست کہ تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز و تصدق از میت نفع می کند او را بے خلاف میان اہل علم و وارد شدہ ست دراں احادیث صحیحہ
مستحب ہے کہ میت کی جانب سے صدقہ کیا جائے اس کے دنیا سے گزرے سات روز تک میت کی جانب سے صدقہ کرنا میت کو نفع پہنچاتا ہے، اس بارے میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں"

(اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور، ج:1 ص:763)

چالیس دن تک روزانہ فاتحہ دلانا

سوال: چالیس دن تک ایک کھانے پر فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"ہر روز ایک خوراک پر میّت کی فاتحہ دلا کر مسکین کو دینا اور ہر پنج شنبہ کی رات چند مساکین کو کھلانا، چالیس، روز تک ایسا ہی کرنا اور ہو سکے تو سال بھر تک یا ہمیشہ کرنا یہ سب باتیں بہتر ہیں"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:609، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

چالیسویں دن روح نکالنے کا تصور

سوال: بعض لوگ چالیسویں یوم کو گھڑے یا مٹکے میں پانی بھر کر اس پر چادر رکھتے ہیں، کچھ پکا کر فاتحہ دیتے ہیں اور اس کو روح نکالنا مکان سے قرار دیتے ہیں ایسا کرنا کیسا؟

جواب: جاہلانہ سوچ ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''اس طرح روح نکالنا محض جہالت وحماقت و بدعت ہے۔''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:609،رضافاؤنڈیشن لاہور)

فاتحہ میں کپڑے، جوتے رکھنا

سوال: فاتحہ میں کپڑے، جوتے وغیرہ رکھنا کیسا؟

جواب: وہ چیزیں جو مسکین کیلئے نفع بخش ہیں مسکین کو دینے کی نیت سے رکھی جائیں تو حرج نہیں بلکہ ثواب کا م ہے، ہاں ان کو لازم نہ سمجھا جائے کہ ان بغیر کے فاتحہ نہیں یا ان کو سامنے رکھنا ضروری ہے، ان یا کسی بھی چیز کو فاتحہ کے وقت سامنے رکھنا ضروری نہیں، رکھ دیا جائے تو حرج بھی نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''کپڑا، جوتے یا جو چیز مسکین کو نفع دینے والی مسکین کی نیت سے رکھیں کوئی حرج نہیں ثواب ہے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،ج:9،ص:616،رضافاؤنڈیشن لاھور)

فاتحہ میں گھی کا چراغ جلانا

سوال: بعض لوگ فاتحہ میں چراغ جلاکر رکھتے ہیں اس کا حکم ہے؟

جواب: یہ فضول ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''فاتحہ کے وقت گھی کا چراغ جلانا فضول ہے، اور بعض اوقات داخلِ اسراف ہوگا، اس سے احتراز چاہئے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،ج:9،ص:616،رضافاؤنڈیشن لاھور)

جمعرات کی فاتحہ

سوال: بعض لوگ ہر جمعرات کو فاتحہ دلا کر کھانا فقیر کو دیتے ہیں ایسا کرنا کیسا؟

جواب: بہت اچھا ہے۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

''خصوصاً آب و بعضے از علماء گفتہ اندکہ نمی رسد میت رامگر صدقہ و دعا ودر بعض روایات آمدہ ست کہ روح میت می آید خانہ خودراشب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند ازوے یانہ۔واللہ تعالیٰ اعلم

یعنی خصوصاً بعض علماء نے فرمایا نہیں پہنچتا میت کو مگر صدقہ اور دعا بعض روایات

میں آیا کہ میت کی روح جمعہ کی شب اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی جانب سے لوگ صدقہ کرتے ہیں کہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور، ج:1 ص:763)

ستر ہزار کلمہ طیبہ کا ایصال ثواب

سوال: بڑی تعداد میں کلمہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا کیسا؟

جواب: بہت اچھا ہے، بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر ستر ہزار کلمہ شریف پڑھ کر میت کو ایصال ثواب کریں تو میت کی مغفرت کی امید ہے۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

”قال الشيخ محيى الدين بن العربى أنه بلغنى عن النبى أن من قال لا إله إلا الله سبعين ألفا غفر له ومن قيل له غفر له أيضا فكنت ذكرت التهليلة بالعدد المروى من غير أن أنوى لأحد بالخصوص بل على الوجه الإجمالى فحضرت طعاما مع بعض الأصحاب وفيهم شاب مشهور بالكشف فإذا هو فى أثناء الأكل أظهر البكاء فسألته عن السبب فقال أرى أمى فى العذاب فوهبت فى باطنى ثواب التهليلة المذكورة لها فضحك وقال إنى أراها الآن فى حسن المآب قال الشيخ فعرفت صحة الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث

یعنی سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فرمایا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کیلئے

اتنی مرتبہ پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو میں نے لا الہ الا اللہ اتنی بار پڑھا تھا اور اس میں کسی کیلئے خاص نیت نہ کی تھی، اپنے بعض رفقاء کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک نوجوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا کہ اب میں اپنی ماں کو اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام محی الدین ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں میں حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی''

(مرقات شرح مشکوۃ، ج:2، ص:102)

سوئم کے چنوں کی مقدار

سوال: سوئم کی چنوں کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟

جواب: کوئی متعین نہیں اور نہ ہی متعین سمجھنا چاہیے، ہاں ستر ہزار کلمہ پڑھنے کیلئے ستر ہزار دانے رکھیں تو کوئی حرج نہیں کہ ستر ہزار کلمہ پڑھ کر بخشنے سے بخشش کی امید ہے۔

فتاوٰی بریلی میں ہے۔

''چنے کی مقدار شرعاً متعین نہیں، ہاں حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس نے یا جس کیلئے ستر ہزار کلمہ شریف پڑھا گیا ہو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے بخش دیتا ہے۔ أنہ بلغنی عن النبی أن من قال لا إلاہ إلا اللہ سبعین ألفا غفر اللہ تعالیٰ لہ و من قیل لہ غفر لہ۔ لوگوں نے اپنی سہولت کیلئے

چنے اختیار کر لئے کہ اس میں شمار کلمہ بھی ہے اور بعد میں صدقہ بھی اور مشہور ہے کہ ساڑھے بارہ سیر چنے میں یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(فتاوی [illegible] شریف، ص: 301، شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

فاتحہ کیلئے دنوں کی تعیین

سوال: فاتحہ کیلئے دنوں کی تعیین کرنا کیسا؟

جواب: تعیین کی دو صورتیں ہیں۔

(1) تعیین شرعی (2) تعیین عرفی یا عادی۔

تعیین شرعی: وہ اوقات جنہیں خود شریعت نے خاص کیا ہو یعنی شریعت نے کسی کام کا وقت اس طرح خاص کر دیا ہو کہ وہ کام اس وقت کے علاوہ بالکل نہ ہو سکے اور اگر ادا کیا جائے تو وہ شریعت کی نظر میں نامقبول ہو یا قضا ہو جیسے قربانی عیدالاضحیٰ کے تین دن تک۔ ان کے علاوہ کریں تو نہ ہو۔ حج کا وقت نو ذی الحج اس کے علاوہ نہیں ہوسکتا یا نماز کہ اپنے وقت کیبعد پڑھیں گے تو قضا ہوگی۔

تعیین عرفی یا عادی: یہ یوں کہ شریعت نے کسی وقت کی پابندی نہ لگائی ہو شرعاً عام اجازت ہو جب چاہے ادا ہو جائے، لیکن چونکہ کام کرنے کیلئے کسی وقت کا ہونا تو ضروری ہے غیر معین زمانے یا وقت میں کام کا ہونا تو عقلاً بھی ناممکن ہے، لہٰذا کام کرنے کیلئے کسی مصلحت کی بنا پر کسی خاص وقت کا تعین کرنا ہوگا، جیسا کہ عرف میں ہوتا ہے، سالانہ اختتامِ بخاری، سالانہ محفل، سالانہ اجتماع، ماہانہ درسِ قرآن وغیرہ اور اس کی سنت سے بھی نظیر ملتی ہے جیسا کہ (1) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے، (2) حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شہدائے اُحد کی زیارت

کے لیے ہر سال جانا (3) ہفتے کے دن مسجد قبا میں تشریف لانا، (4) صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جانے کے لئے صبح و شام کا وقت، (5) سفر جہاد شروع کرنے کے لیے جمعرات کا دن (6) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر و وعظ کے لیے جمعرات کا دن مقرر کیا، (7) علماء نے سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن رکھا۔

یہ سب تعیین عادی مثالیں ہیں، ایسا نہیں کہ یہ شرعاً تخصیص تھی کہ اس کے علاوہ جائز نہ تھا۔ اسی طرح سوم، چہلم کی تعینات جو لوگوں نے جاری کر رکھیں ہیں۔ ان میں سے بعض میں کوئی خاص مصلحت بھی ہے اور بعض دیگر آسانی اور یاد دہانی وغیرہ کیلئے وقت مقرر کرتے ہیں اس کا فائدہ یہ کہ دوسرے لوگ بھی اس میں شریک ہو سکیں اور کام بھی با آسانی اپنے مقصد تک پہنچ جائے۔ اگر کوئی اپنی جہالت کے سبب ان کو ضروری تصور کرے تو یہ محض اس کی جہالت ہے اور باطل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں جبکہ انھیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج: 9، ص: 604، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اموات مسلمین کو ایصال ثواب بے قید تاریخ خواہ بحفظ تاریخ معیّن مثلاً روزِ وفات جبکہ اس کا التزام بنظرِ تذکیر وغیرہ مقاصد صحیحہ ہو، نہ اس خیال جاہلانہ

سے کہ تعیین شرعاً ضرور یا وصولِ ثواب اسی میں محصور،

(المعطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة،ج:9،ص:421،رضافاؤنڈیشن لاھور)

سیدہ فاطمہ خاتونِ جنت کی نیاز کو پردے میں رکھنا

سوال: کیا سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی نیاز کو پردے میں رکھنا ضروری ہے اور مردوں کا سیدہ کی نیاز کھانا کیسا؟

جواب: بعض جاہل عورتیں کہتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی نیاز کو پردے میں رکھنا چاہیے اور اس سے مرد نہیں کھا سکتے یہ محض جہالت ہے، اس میں کچھ ضروری نہیں، ہاں جو ضروری ہے وہ یہ کہ خود غیر مردوں سے پردہ کریں وہ کرتی نہیں بس من گھڑت شگوفے چھوڑتیں ہیں ان کو منع کرنا چاہئے، اللہ عزوجل ان کو ہدایت اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی سیرتِ مطہرہ کے مطابق زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انھیں اس سے باز رکھا جائے''

(المعطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة،ج:9،ص:611،رضافاؤنڈیشن لاھور)

ایصال ثواب تقسیم ہوتا ہے یا نہیں

سوال: اگر بہت سارے مردوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے تو کیا سب کو تقسیم ہو کر ملتا

ہے یا سب کو ایک جیسا ملتا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل کی رحمت و فضل سے امید یہی ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب پہنچے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

سئل ابن حجر مکی عمالو قرأ لاھل المقبرۃ الفاتحۃ ھل یقسم الثواب بینھم او یصل لکل منھم مثل ذلک کاملہ فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وھو اللائق بسعۃ الفضل -

یعنی امام ابن حجر مکی سے سوال ہوا: اگر قبرستان والوں کے لیے فاتحہ پڑھی تو ثواب ملے گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک جماعت علماء نے دوسری صورت پر فتویٰ دیا ہے اور وہی فضل الٰہی کی وسعت کے لائق ہے"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:621، رضافاؤنڈیشن لاہور)

فاتحہ کا کھانا سامنے رکھنا

سوال: کیا فاتحہ کے وقت کھانا سامنے رکھنا ضروری ہے؟

جواب: فاتحہ کے وقت کھانا سامنے رکھنا جائز ہے، ضروری نہیں نہ رکھے تب کوئی حرج نہیں بلکہ اس کو ضروری تصور کرنا یہ غلط اور باطل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں

فرماتے ہیں۔

''وقت فاتحہ کھانا سامنے رکھنے کی ممانعت نہیں مگر اسے ضروری جاننا یا یہ سمجھنا کہ بے اس کے فاتحہ نہیں ہوسکتی یا ثواب کم ملے گا، غلط و باطل خیال ہے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:598، رضافاؤنڈیشن لاھور)

بطور فدیہ قرآن مجید بخشنا

سوال: بعض لوگ میت نماز، روزہ کا فدیہ یوں دیتے ہیں کہ ان کے عوض قرآن مجید صدقہ کر دیتے ہیں ایسا کرنا کیسا؟

جواب: یہ محض بے اصل بات ہے اس سے کل فدیہ ادا نہیں ہوتا بلکہ صرف اتنا ادا ہوگا جتنا مصحف شریف کا ہدیہ تھا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''کفارے کے عوض میں قرآن مجید دے کر جو حیلہ یہاں عوام میں رائج ہے محض باطل و بے سود ہے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:643، رضافاؤنڈیشن لاھور)

میت کے نماز، روزوں کا فدیہ ادا کرنے کا طریقہ

سوال: اگر میت کے نماز، روزوں کا فدیہ ادا کرنا چاہیں تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: میت کی عمر معلوم کر کے اس میں سے نو سال عورت کیلئے اور بارہ سال مرد کیلئے نکال دیجئے۔ باقی جتنے سال بچے ان میں حساب لگایئے کہ کتنی مدت تک وہ

(مرحوم) بے نمازی رہا، بے روزہ رہا، یا کتنی نمازیں یا روزے اس کے ذمے قضا کے باقی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا لیجئے، بلکہ چاہیں تو نابالغی کی عمر کے بعد بقیہ تمام عمر کا حساب لگا لیجئے، اب فی نماز ایک صدقہ فطر خیرات کیجئے۔ ایک صدقہ فطر کی مقدار تقریباً اسی گرام کم دو کلو گندم یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے، ایک دن کے چھ صدقہ فطر بنیں گے پانچ فرض اور ایک وتر واجب نماز کا، مثلاً اگر ایک صدقہ فطر کی رقم 50 روپے ہو تو ایک دن کی نمازوں کا فدیہ 300 روپے بنا، ایک ماہ کی نمازوں کا فدیہ 9000 اور ایک سال کی نمازوں کا فدیہ 108000 بنے گا۔ اسی طرح اپنی کل باقی نمازوں کا حساب لگا کر جو فدیہ بنے وہ کسی شرعی فقیر کو دے دیں۔

بصورت خطیر رقم فدیہ ادا کرنے کا شرعی حیلہ

سوال: اگر خدانخواستہ کسی پر 50 سال کی نمازیں باقی ہوں تو اس کا فدیہ تو بہت بڑی رقم بن جائے گی، اس کے ورثاء اتنی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو کیا کریں؟

جواب: اس کے علماء کرام نے شرعی حیلہ ارشاد فرمایا ہے۔ مرحوم کے ورثاء جتنی رقم دے سکتے ہیں مثلاً 30 دن کی نمازوں کا فدیہ 9000 بنا، تو 9000 روپے 30 دن کی نمازوں کے فدیے کی نیت سے شرعی فقیر کو دے دیں، فقیر وہ رقم دوبارہ ان کو تحفۃً دے دے، یہ پھر اس رقم کو مزید 30 دن کی نمازوں کے فدیے کی نیت سے فقیر کو دے دیں۔ اس طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ تمام باقی نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔

گیارواں باب:

روحوں کا بیان

روح کی تعریف

سوال: روح کسے کہتے ہیں؟

جواب: علامہ میر سید شریف جرجانی (المتوفی 816ھ) کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں۔

"الروح الإنساني هو اللطيفة العالمة المدركة من الإنسان الراكبة على الروح الحيواني نازل من عالم الأمر تعجز العقول عن إدراك كنهه وتلك الروح قد تكون مجردة وقد تكون منطبقة في البدن۔

یعنی روح انسانی ایک ایسی لطیف چیز ہے جس کو علم اور ادراک ہوتا ہے اور روحِ حیوانی پر سوار ہوتی ہے وہ عالم امر سے نازل ہوئی ہے عقلیں اس کی حقیقت کا ادراک کرنے عاجز ہیں اور یہ روح کبھی جسم سے مجرد ہوتی ہے اور کبھی بدن سے متعلق ہوتی ہے اور اس میں تصرف کرسکتی ہے"

(کتاب التعریفات، ص:82، دار الفکر بیروت)

امام عینی شارح کنز عمدة القاری شرح صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں فرماتے ہیں:

الروح جوهر لطيف نوراني مدرك للجزئيات والكليات غني عن الاغتزاء بريئ عن التحلل والنماء ولهذا يبقى بعد فناء البدن اذ ليست

له حاجة الی البدن ومثل هذا لجوهر لایکون من عالم العنصر بل من عالم الملکوت فمن شانه ان لا یضره خلل البدن وتلتذ بمایلائمه ویتألم بم الم ینا فیه، والدلیل علی ذٰلك قوله تعالٰی ولاتحسبن الذیین قتلوا فی سبیل اللّٰه امواتا بل احیاء عند ربهم الاٰیة وقول صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اذا وضع المیّت علی نعشه رفرف روحه فوق نعشه ویقول یا اهلی ویاولدی۔

یعنی روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھلنے بڑھنے سے بری ہے۔ اسی لیے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالمِ آب و گل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اس سے لذت پائے، جو مخالف ہو اس سے درد پہنچے، اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ جو راہ خدا میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ نہ جانو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (الآیۃ) اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث کہ جب مردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچو!

(عمدۃ القاری شرح البخاری باب الاذان بعد ذهاب الوقت ادارۃ الطباعة المنیریه بیروت ۵/۸۸)

روحوں کی پیدائش

سوال: روحیں کب پیدا ہوئیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) فتاویٰ رضویہ

میں فرماتے ہیں۔

''روحیں ازل میں پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دو ہزار برس پہلے بنیں''

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، ج:29،ص:285،رضافاؤنڈیشن لاہور)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم

سوال: قرآن پاک میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۝ اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں؟

جواب: علامہ بدرالدین عینی حنفی (التوفی:855ھ) عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

قلت جل منصب النبی وهو حبيب الله وسيد خلقه أن يكون غير عالم بالروح وكيف وقد من الله عليه بقوله وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما

یعنی میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو اور کیونکر ممکن ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے محبوب ہیں اور تمام کائنات کے سردار ہیں اور اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے کہ آپ کو وہ سب کچھ بتا دیا جس کا آپ کو علم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجل کا فضلِ عظیم ہے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری، ج:2،ص:201)

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی (المتوفی: 505ھ) احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

”فلا یدرك بالعقل شیء من وصفه بل بنور آخر أعلى وأشرف من العقل یشرق ذلك النور فی عالم النبوة والولایة نسبته إلى العقل نسبة العقل إلى الوهم

یعنی عقل سے روح کا علم نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا علم ایک اور نور سے حاصل ہوگا جو نور عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے اور یہ نور صرف عالم نبوت اور رسالت میں ہوتا ہے اس نور کی نسبت عقل کے ساتھ ایسی ہے جیسی عقل کی نسبت وہم کے اور خیال کے ساتھ ہے۔“

(احیاء علوم الدین، کتاب الصبر والشکر، الطرف الثالث: فی نعم اللہ تعالیٰ، ص:1186، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

روحوں کا مقام

سوال: بدن سے جدا ہونے کے بعد روحیں کہاں رہتیں ہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

”روح کا مقام موت حسب مراتب مختلف ہے۔ مسلمانوں میں بعض کی روحیں قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہِ زمزم میں اور بعض کی آسمان و زمین کے درمیان، اور بعض آسمانِ اول دوم ہفتم تک، اور بعض اعلیٰ علیین میں، اور بعض سبز پرندوں کی شکلیں میں زیرِ عرش نور کی قندیلوں میں، کفار میں بعض کی روحیں چاہ وادیٔ برہوت میں، بعض کی زمین دوم سوم ہفتم تک، بعض سجین میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

(العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:658، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

میت غسل وکفن دینے والے کو دیکھتی ہے

سوال: کیا میت غسل دینے والے کفن پہنانے والے کی دیکھتی ہے؟

جواب: جی ہاں! مردہ اپنے غسل دینے والے، کفن پہنانے والے، جنازہ اٹھانے والے اور دفنانے والے کو پہچانتا ہے۔

امام احمد اپنی مسند میں نقل فرماتے ہیں۔

عَنْ سَعِيْدُ الْخُدْرِی اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰه تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ مَنْ يَحْمِلُهٗ وَمَنْ يُكَفِّنُهٗ وَ يُدْلِيْهِ فِیْ حُفْرَتِهٖ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک مردہ پہچانتا ہے کہ کون اسے اٹھا رہا ہے کون اسے کفن پہنا رہا ہے کون اسے قبر میں اتار رہا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ،ج:3،ص:3،دارالفکر بیروت)

میت کے عزیزوں سے تعلقات

سوال: مرنے کے بعد میّت کو اپنے عزیزوں سے کس طرح تعلقات رہتے ہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"موت فنائے روح نہیں، بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے، روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے، حدیث میں ہے انما خلقتم للابد تم ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے بنائے گئے، تو جیسے تعلقات حیات دینوی میں تھے اب بھی رہتے ہیں۔ حدیث میں فرمایا کہ "ہر جمعہ کا ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کیے

جاتے ہیں، نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، برائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو! واللہ تعالیٰ اعلم۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:657،رضافاؤنڈیشن لاہور)

روحوں کا گھروں کو آنا

سوال: کیا روحیں گھروں کو بھی آتی ہیں؟

جواب: جی ہاں! مسلمانوں کی روحیں آزاد ہوتیں ہیں جہاں چاہیں جاتیں۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ میں نقل ہیں کہ خزانۃ الروایات مستند صاحب مائۃ مسائل میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما اذا کان یوم عید اویوم جمعۃ اویوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علٰی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد بترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا۔ الحدیث۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے اموات کی روحیں آ کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:653،رضافاؤنڈیشن لاہور)

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں:

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میّت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میّت نفع می کند او را بے خلاف میاں اہل علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ بہ میّت را مگر صدقہ ودعا، و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میّت می آید خانہ خود را شب جمعہ، پس نظر می کند کہ تصدوق می کنند از وے یا نہ۔" واللہ تعالیٰ اعلم

یعنی میّت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میّت کی طرف سے صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں ___ اور بعض علماء کا قول ہے کہ میّت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے ___ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رُوح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(اشعۃ اللمعات، باب زیارۃ القبور، ج: 1، ص: 716,717، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

شیخ الاسلام "کشف الغطاء عما لزم للموتی علی الاحیاء" فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

"در غرائب وخزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہ ہائے خود را ہر شب جمعہ روز عید و روز عاشورہ و شب برات، پس ایستادہ می شوند بیرون خانہائے خود وندائی کنند ہر یکے بآواز بلند اندوہ گین اے اہل و اولاد من و نزدیکان من

مہر پانی کنید بر ما بصدقہ۔"

یعنی غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روز عید، روز عاشورہ، اور شب برات کو اپنے گھر آ کر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے قرابت دارو! صدقہ کر کے ہم پر مہربانی کرو۔

(کشف الغطاء عمالزم للموتی علی الاحیاء،فصل دعا و صدقه ،ص:66)

عذاب وثواب کا روح سے تعلق

سوال: عذاب وثواب کی کیا شکل ہے جبکہ انسان خاک میں مل جاتا ہے اور روح اپنے مقام پر چلی جاتی ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہوجاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں ، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں ، انھیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی ، عذاب وثواب روح وجسم دونوں کے لیے ہے۔ جو فقط روح کے لیے مانتے ہیں گمراہ ہیں، روح بھی باقی جس کے اجزائے اصلی بھی باقی ، اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے ، بلکہ تفرق اتصال ہوا اور تغیر ہیأت ۔ پھر استحالہ کیا ہے۔ حدیث میں روح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے۔ ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ان تک جا نہیں سکتا، اتنے میں ایک اندھا آیا اس لنجھے نے اس سے کہا: تو مجھے اپنی

گردن پر بٹھا کر لے چل، میں تجھے رستہ بتاؤں گا، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے، یوں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں، اندھا اسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جاسکتا، اور لنجھا اسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا، وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارواح نہیں کرسکتی۔ اور وہ اندھا بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے اور ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی دونوں ہی مستحقِ سزا ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ المخرجۃ، ج:9، ص:658، رضافانڈیشن لاہور)

روحوں کی باہم ملاقات

سوال: کیا فوت شدگان کی روحیں آپس میں ملاقات بھی کرتیں ہیں؟

جواب: جی ہاں! روحیں باہم ملاقات کرتیں ہیں حال احوال پوچھتیں ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی ایوب الانصاری اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ نَفْسَ الْمُؤْمِنِ إِذَا قُبِضَتْ تَلْقَاهَا أَهْلُ الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادَ اللّٰہِ كَمَا يَلْقَوْنَ الْبَشِيْرَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُوْنَ اُنْظُرُوْا صَاحِبَكُمْ يَسْتَرِيْحُ فَإِنَّهٗ كَانَ فِيْ كَرْبٍ شَدِيْدٍ ثُمَّ يَسْأَلُوْنَهٗ مَا فَعَلَ فُلَانٌ وَفُلَانَةٌ هَلْ تَزَوَّجَتْ؟

یعنی حضرت ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب مومن کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو اللہ عزوجل کی رحمت والے فرشتے

اس مومن سے ملاقات کرتے ہیں جس طرح دنیا والے اچھی خبر لانے والے سے ملاقات کرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں اپنے بھائی کو آرام کرنے دو کیونکہ وہ ابھی ابھی شدید تکلیف (والی جگہ سے) آیا ہے پھر کچھ دیر بعد مومنین کی روحیں اس سے پوچھتی ہیں فلاں کا حال ہے؟ اور فلاں عورت کیا حال ہے، کیا فلاں عورت نے نکاح کرلیا؟ (وغیرہ وغیرہ)

(مجمع الزوائد)

بارھواں باب:

زیارتِ قبور کا بیان

زیارتِ قبور

سوال: قبرستان میں زیارت قبور کیلئے جانا کیسا؟

جواب: زیارت قبور مستحب ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنِّی کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْھَا۔

میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب میں تمہیں اجازت دیتاہوں کہ ان کی زیارت کرو"

(الصحیح المسلم کتاب الجنائز:باب استئذان النبی ﷺ ربه عز وجل فی زیارة قبر أمه:ص:436:الرقم الحدیث:2257،دارالمعرفة بیروت)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَةَ

یعنی میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب میں تمہیں اجازت دیتاہوں کہ ان کی زیارت کو اس لیے کہ قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بیزار کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے"

(سنن ابن ماجه ،کتاب الجنائز،باب ما جاء فی زیارة القبور،ج:2،ص:502:الرقم الحدیث:1571،دارالمعرف بیروت)

مراقی الفلاح میں ہے۔

"فصل فی زیارۃ القبور ندب زیارتھامن غیر أن یطأ القبور

فصل زیارت قبور کے بیان میں" زیارت قبور مستحب ہے مگر قبریں نہ روندی جائیں"

(مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ،فصل فی زیارۃ القبور،ص:224،دارالکتب العلمیۃ بیروت)

زیارتِ قبور کا طریقہ

سوال: زیارتِ کیلئے کیسے جایا جائے؟

جواب: زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ قدموں کی طرف سے جا کر میّت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو۔ سرہانے سے نہ آئے کہ میّت کے لئے باعثِ تکلیف ہے یعنی میّت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آتا ہے اور یہ کہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعُفْوَ وَالْعَافِیَۃَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْاَرْوَاحِ الْفَانِیَۃِ وَالْاَجْسَادِ وَالْبَالِیَۃِ وَالْعِظَامِ النَّخِرَۃِ اُدْخِلْ ھٰذِہِ الْقُبُوْرِ مِنْکَ رُوْحًا وَّرَیْحَانًا وَّمِنَّا تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا.

یعنی سلام ہو تم پر اے قوم مومنین کے گھر والو، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں اللہ سے ہم اپنے اور تمہارے لئے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں اللہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے، اے اللہ رب، فانی روحوں اور جسم گل جانے والے اور بوسیدہ ہڈیوں کے، تو اپنی طرف سے ان قبروں میں تازگی اور خوشبو داخل کر اور ہماری طرف سے تحیت و سلام پہنچا

دے۔

پھر فاتحہ پڑھے اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلہ سے بیٹھے کہ اس کے پاس زندگی میں نزدیک یا دور جتنے فاصلہ پر بیٹھ سکتا تھا۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، مطلب فی زیارۃ القبور، ج:3، ص:186)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''اس (قبر) کی پائنتی کی طرف سے جائے کہ اس کی نگاہ کے سامنے ہو، سرہانے سے نہ آئے کہ اسے سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے۔ سلام و ایصال ثواب کے لیے اگر دیر کرنا چاہتا ہے رُو بقبر (قبر کے سامنے) بیٹھ جائے اور پڑھتا رہے، یا ولی کا مزار ہے تو اس سے فیض لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:532، رضافاؤنڈیشن لاہور)

قبرستان جا کر کیا پڑھیں

سوال: زیارتِ قبور کیلئے جانا ہو تو کیا پڑھنا چاہیے؟

جواب: خاتم المحققین محمدامین بن عمر ابن عابدین (المتوفی 1252ھ) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

قبرستان میں جائے تو الحمد شریف اور الم سے مُفْلِحُوْنَ تک اور آیۃ الکرسی اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر سورۃ تک اور سورۂ یٰسین اور تَبَارَکَ الَّذِیْ اور اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ایک ایک بار اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ بارہ یا گیارہ یا سات یا تین بار پڑھے ان سب کا ثواب مردوں کو پہنچائے حدیث میں ہے جو گیارہ بار

قُلْ هُوَ اللّٰهُ شریف پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچائے تو مردوں کی گنتی برابر اسے ثواب ملے گا۔

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب الجنائز، مطلب فی زیارۃ القبور، ج:3، ص:186)

قبر پر جانے سے مُردے کو راحت ہوتی ہے

سوال: قبر پر جانے سے مردہ کو معلوم ہوتا ہے کہ میرا کوئی عزیز آیا یا کوئی شخص آیا، یا نہیں معلوم ہوتا اور زندہ کو مردہ کی قبر پر جانے سے مردہ کو کسی قسم کی تکلیف یا راحت ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! اگر کوئی عزیز قبر پر جائے تو مردہ اسے پہچانتا ہے اس کے آنے سے راحت محسوس کرتا سلام کا جواب دیتا ہے۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں۔

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي فَأَضَعُ ثَوْبِي فَأَقُولُ إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ

یعنی جب میں حجرہ میں داخل ہوتی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون تھے تو میں پردہ کی چادر اتار کر چلی جاتی اور فرماتی تھیں کہ ایک میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک وہاں دفن ہو چکے تھے) جب حضرت عمر دفن ہوئے میں اپنی بردے کی چادر لپیٹ کر جاتی تھی حضرت عمر کی حیا کرتے ہوئے۔

(المستدرک علی الصحیحین، کتاب المغازی و السرایا، ج:3، ص:47 الرقم الحدیث 4446، دار الکتاب العربی بیروت)

امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی علیہ رحمۃ القوی (المتوفی:911ھ) شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا مِنْ رَجُلٍ يَزُوْرُ قَبْرَ أَخِيْهِ، وَيَجْلِسُ عِنْدَه، إِلَّا اسْتَأْنَسَ بِه، وَرَدَّ عَلَيْهِ حَتَّى يَقُوْمَ."

یعنی جب کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کیلئے اس کی قبر جائے جب تک وہاں بیٹھا رہے گا وہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کے سلام کا جوب دیتا ہے"

(شرح الصدور،باب زیارت القبور و علم الموتی بزوارھم،ص:202،دارالکتب العلمیہ، بیروت)

امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی علیہ رحمۃ القوی (المتوفی:911ھ) شرح الصدور میں نقل فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ أَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِيْ الدُّنْيَا فَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا عَرِفَهُ وَ رَدَّ عَلَى السَّلَامِ

یعنی جب کوئی شخص کسی مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور سلام کرتا ہے۔تو وہ اسے پہچان کر سلام کا جواب دیتا ہے"

(شرح الصدور،باب زیارت القبور و علم الموتی بزوارھم،ص:202،دارالکتب العلمیہ بیروت)

"آنَسَ مَا يَكُوْنُ الْمَيِّتُ فِيْ قَبْرِهٖ إِذَا زَارَهُ مَنْ كَانَ يُحِبُّهُ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا۔

یعنی میت کو سب سے زیادہ اس شخص کے قبر پر آنے سے ہوتا ہے جس سے وہ

دنیا میں زیادہ محبت کرتا تھا“

(شرح الصدور،باب زیارت القبور و علم الموتی بزوارھم،ص:203،دارالکتب العلمیہ بیروت)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

”قبر پر کوئی جائے تو مردہ دیکھتا ہے اور جو کچھ کلام کرے وہ سنتا ہے اور جو ثواب پہنچائے مردہ کو پہنچتا ہے، اگر کوئی عزیز یا دوست جائے تو اس کے جانے سے مردہ کو راحت اور فرحت ملتی ہے، جیسے دنیا میں“

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:523،رضافاؤنڈیشن لاہور)

زیارت قبور کیلئے افضل وقت

سوال: زیارتِ قبور کیلئے افضل وقت کون سا ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

”زیارت ہر وقت جائز ہے، مگر شب میں تنہا قبرستان میں نہ جانا چاہیے۔ اور زیارت کا افضل وقت روز جمعہ بعد نماز صبح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم“

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ،ج:9،ص:523،رضافاؤنڈیشن لاہور)

عورتوں کا زیارتِ قبور کیلئے جانا

سوال: عورتوں کیلئے زیارت قبور کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: عورتوں کا زیارت قبور کیلئے جانا ممنوع ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اقول قبور اقرباء پر خصوصاً بحال قُرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اورمزارات اولیاء پر حاضری میں احدی الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب افراط نا جائز تو سبیل اطلاق منع ہے ولہذا غنیّہ میں کراہت پر جزم فرمایا''

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9،ص:537،رضافاؤنڈیشن لاہور)

قبر کے نزدیک قرآن یا پنج سورہ پڑھنا

سوال: قبرستان میں کلام شریف یا پنج سورہ قبر کے نزدیک بیٹھ کر تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں

قبر کے پاس تلاوت یاد پر خواہ دیکھ کر ہر طرح جائز ہے جبکہ لِوَجْہِ اللہ ہو،اور قبر پر نہ بیٹھے، نہ کسی قبر پر پاؤں رکھ کر وہاں پہنچا ہو،اور اگر بے اس کے وہاں تک نہ جاسکے تو قبر کے نزدیک تلاوہت کے لیے جانا حرام ہے، بلکہ کنارے ہی سے جہاں تک بے کسی قبر کو روندے جاسکتا ہے، تلاوت کرے، درمختار میں ہے۔

یکرہ المنشی فی طریق ظن انه محدث حتی اذالم یصل الی قبره الابوطی قبر ترکه لایکره الدفن لیلا و لا اجلاس القارئین عند القبر وهو المختار۔ والله تعالیٰ اعلم

یعنی قبرستان کے اندر ایسے راستے پر چلنا ممنوع ہے جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ نیا بنالیا گیا ہے یہاں تک کہ جب اپنی میّت کی قبر تک کسی دوسری قبر کو پامال کئے بغیر نہ پہنچ سکتا ہو تو وہاں تک جانا ترک کرے۔رات کو دفن کرنا اور قبر کے پاس تلاوت کرنے والوں کو بٹھانا مکروہ نہیں، یہی مختار ہے۔ واللہ تعالی

اعلم

(العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ المخرجۃ، ج:9،ص:525،رضافاؤنڈیشن لاہور)

قبر پراگربتیاں سلگانا

سوال: قبر پراگربتیاں یالوبان سلگانا کیسا؟

جواب: اگربتیاں یالوبان وغیرہ قبر پرسگانا اگرچہ کسی برتن میں ہومنع ہے، اس سے بچنا چاہیے۔اوراگرقبر سے ہٹ کرسلگائی اوروہاں کوئی موجود بھی نہیں جوذکروتلاوت میں مصروف ہواوراس کیلئے سگائی،تو ظاہر ہے کہ جب بالکل بے مقصد ہے تو یہ فضول اوراسراف ہے جوناجائز ہے۔اگرمیت نیک ہوگی تو اس کیلئے جنت کی خوشبوئیں آئیں گی اس کواس کی کیا حاجت اوراگرمعاذاللہ عزوجل گناہوں کےسبب عذاب میں ہےتو اسے اس سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ علماء نے قبر سے دھواں کا اٹھنا بدفال ہونے کی تصریح فرمائی اورفرمایا کہ میت اورقبرکوآگ سے دوررکھنا چاہیے،جیسا کہ آگ سے پکی اینٹوں کوقبرمیں لگانامکروہ فرمایااوراگرضرورتاً لگانی بھی پڑیں تو ان کے اوپرمٹی لگانے کاحکم ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''عودلوبان وغیرہ کوئی چیزنفسِ قبر پررکھ جلانے سے احتراز چاہئے اگرچہ کسی برتن میں ہو لما فیہ من التفائول القبیح بطلوع الدخان علی القبر والعیاذ باللہ (کیونکہ اس میں قبر کےاوپر سے دھواں نکلنے کابُرافال پایا

جاتا ہے، اور خدا کی پناہ۔)

صحیح مسلم شریف میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

انہ قال لابنہ وھو فی سیاق الموت اذاانامت فلا تصحبنی نائحة ولانارا ا ھ الحدیث۔

انھوں نے دم مرگ اپنے فرزند سے فرمایا جب میں مرجاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی جائے نہ آگ جائے۔ الحدیث

شرح المشکوٰۃ للامام ابن حجر المکی میں ہے:

لانھا من التفائول القبیح (کیونکہ آگ میں فال بد ہے) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے: انھا سبب للتفاؤل القبیح (یہ فال بد کا سبب ہے) اور قریب قبر سلگا کر وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی یا ذکر ہو بلکہ صرف قبر کے لیے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضاعتِ مال ہے۔ میّت صالح اس غرفے کے سبب جو اس کی قبر میں جنّت سے کھولا جاتا ہے اور بہشتی نسیمیں بہشتی پھولوں کی خوشبوئیں لاتی ہیں، دنیا کے اگر لوبان سے غنی اور معاذ اللہ جو دوسری حالت میں ہو اسے اس سے انتفاع نہیں۔ تو جب تک سند مقبول سے نفع معقول نہ ثابت ہو سبیلِ احتراز ہے۔

ولایقاس علی الورد والریا حین المصرح باستحبابہ فی غیر ما کتاب، کما اوردناعلیہ

اس کا قیاس پھولوں پر نہیں ہوسکتا جن کے مستحب ہونے کی صراحت متعدد کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ

تصریحات کثیرة فی کتابنا حیاة الموات فی بیان سماع الاموات،

فان العلة فیه کما نصوا علیه انها مادامت رطبة تسبح اللّٰہ تعالٰی فتؤنس المیّت لا طیبها۔

اسپر کثیر تصریحات ہم نے اپنی کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں نقل کی ہیں اس لیے حسب تصریح علماء ان کے استحباب کی علت یہ ہے کہ وہ پھول جب تک تر رہیں گے اللہ تعالٰی کی تسبیح کرتے اور میّت کا دل بہلاتے رہیں گے ــــ خوشبودار ہونا علّت نہیں۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، ج 9، ص 482 رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تیرھواں باب:

مزاراتِ اولیاء

علماء کی قبور پر قبہ بنانا

سوال: علماء کی قبور پر قبہ بنانا کیسا؟

جواب: علماء وسادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں حرج نہیں اور قبر اندر سے پختہ نہ کی جائے اور اگر اندر کچی ہو اوپر سے پختہ تو حرج نہیں۔

خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

"لا یکرہ البناء إذا کان المیت من المشایخ و العلماء و السادات

یعنی جب میت مشائخ، علماء اور سادات میں سے ہو تو قبر پر قبہ بنانا مکروہ نہیں"

(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ، مطلب فی دفن المیت، ج:3، ص: 169)

قبورِ اولیاء، علماء و صلحاء پر چادر ڈالنا

سوال: قبورِ اولیاء، علماء و صلحاء پر چادر ڈالنا کیسا؟

جواب: صدرالشریعہ بدرطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ القوی فرماتے ہیں۔

"قبورِ اولیاء و علماء و صلحاء پر بغرض اظہارِ عظمت چادر ڈالنا جائز و محمود ہے کہ جب تک ظاہری تزک و احتشام نہیں دیکھتے۔ ان کی پوری وقعت نظرِ عوام میں نہیں آتی اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید نہیں ہوتے،

ردالمحتار میں کشف القبور رعلامہ سید عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے۔

ولکن نحن نقول الان اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة لایحتقروا صاحب القبر ولجلب الخشوع ولادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنّیات وان کان بدعة فهو کقولهم بعد طواف الوداع یرجع القهقری حتّی یخرج من المسجد اجلالا للبیت حتی قال فی منهاج السالکین انه فیه سنة مرویه ولا اثر محکی وقد فعله اصحابنا کذا فی الکشف عن اصحاب القبور للاستاذ عبد الغنی النابلسی قدسره

یعنی لیکن ہم یہ کہتے کہ اس زمانے میں جب کہ چادرڈالنے سے مقصود یہ ہوکہ عام نظروں میں میت کی عظمت پیدا ہو، تا کہ صاحب مزار کو نظرِ حقارت سے نہ دیکھیں اور اس غرض سے کہ زائرین جو غافل ہیں ان کو خشوع اور ادب حاصل ہو، تو چادرڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر چہ یہ ایک نئی بات ہے مگر یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ علماء نے فرمایا کہ طوافِ وداع کے بعد الٹے پاؤں واپس ہو۔ یہاں تک کہ مسجد حرام سے باہر ہو جائے اس سے مقصود کعبہ معظّمہ کی عزت کا اظہار ہے۔ یہاں تک کہ منہاج السالکین میں فرمایا کہ اس بارے میں کوئی سنت اور اثر مروی ومذکور نہیں اور بیشک ہمارے اصحاب نے اس کو کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاوی امجدیہ، ج:1، ص:335)

عورتوں کا مزارات پر مجاوری کرنا

سوال: عورتوں کا مزارات پر مجاوری کرنا کیسا؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''مجاور مردوں کو ہونا چاہئے، عورت مجاور بن کر بیٹھے اور آنے جانے والوں سے اختلاط کرے یہ سخت بد ہے، عورت کو گوشہ نشینی کا حکم ہے، نہ یوں مردوں کے ساتھ اختلاط کا، جس میں بعض اوقات مردوں کے ساتھ اسے تنہائی بھی ہوگی، اور یہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9،ص:537،رضافانڈیشن لاہور)

فرضی مزار بنانا

سوال: کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بنانا اور اس کے ساتھ اصل سے معاملات کرنا کیسا؟ اور اگر کسی کا پیر خواب میں آکر ایسا کہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل سے معاملات کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع کاموں میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلافِ شرع امور میں مسموع نہیں ہوسکتی''

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9،ص:425،رضافانڈیشن لاہور)

قبر بلا مقبور

سوال: کسی بزرگ کی حاضری کا بتا کر بلا میت مزار بنانا کیسا؟

جواب: بلا میت قبر بنانا گناہ وناجائز ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''قبر بلا مقبور کی طرف بلانا اور اس کے وہ افعال کرانا گناہ ہے''

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:426، رضافاؤنڈیشن لاھور)

قبر کو بوسہ دینا

سوال: قبر کو بوسہ دینا کیسا؟

جواب: بعض علماء نے جائز کہا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''بعض علماء اجازت دیتے ہیں اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں.

کشف الغطاء میں ہے:

در کفایۃ الشعبی در تجویز بوسہ دادن قبر والدین نقل کردہ وگفتہ دریں صورت لاباس است شیخ اجل ہم در شرح مشکوۃ بورود آں در بعضے شارت کردہ بے تعرض بجرح آں

یعنی کفایۃ الشعبی میں قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک اثر نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ بزرگ نے بھی شرح مشکوۃ میں بعض آثار میں اس کے وراد ہونے کا اشارہ کیا اور اس پر کوئی

جرح نہ کی"

مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں، تو اس سے احتراز ہی چاہیئے.

اشعة اللمعات میں ہے:

"مسح نہ کند قبر را بدست وبوسہ نہ دہد آں را۔

یعنی قبر کو ہاتھ نہ لگائے، نہ ہی بوسہ دے"

کشف الغطاء میں ہے: کذا فی عامۃ الکتب (ایسا ہی عامۃ کُتب میں ہے)

مدارج النبوۃ میں ہے:

"در بوسہ دادن قبر والدین روایت بیہقی می کنند وصحیح آنست کہ لا یجوز است، واللہ تعالیٰ اعلم

یعنی قبر والدین کو بوسہ دینے کے بارے میں ایک روایت بیہقی ذکر کرتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ نا جائز ہے"

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9، ص:526، رضافاؤنڈیشن لاھور)

بزرگ کے نام پر سالانہ میلہ لگانا

سوال: کسی بزرگ کے نام پر سالانہ میلہ لگانا کیسا جس میں مزامیر پر رقص ہوتا ہو؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"اولیاء کرام کے مزارات پر ہر سال مسلمانوں کا مجمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت یا اور مجالس کرنا اور اس کا ثواب ارواح طیبہ کو پہنچانا جائز ہے۔ جبکہ منکرات شرعیہ مثل رقص و مزامیر وغیرہا سے خالی ہو۔ کو قبور پر ویسے جانا نہ چاہیے نہ کہ مجمع

میں بے حجابانہ اور تماشے کا میلہ کرنا، اور فونو وغیرہ بجوانا، یہ سب گناہ و ناجائز ہیں"

(العطایا النبویه فی الفتاویٰ الرضویه المخرجه، ج:9،ص:539،رضافانڈیشن لاھور)

مزار کے قریب زائرین کیلئے عمارت بنانا

سوال: مزار کے نزدیک زائرین کیلئے عمارت بنانا کیسا؟

جواب: بالکل جائز ہے تاکہ عوام آکر فاتحہ پڑھیں، تلاوت قرآن کریں، فیض و برکت حاصل کریں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

بلاشبہ جائز ہے، اور بنوانے والا اپنی نیک نیتی پر ثواب کا مستحق ہے، اور اس میں زائروں اور تلاوت کرنے والوں کے لیے چراغ بھی روشن کریں، یہ قبر پر چراغ نہیں، مجمع بحار الانوار جلد ثالث میں ہے:

قد اباح السلف البناء علی قبور الفضلاء الاولیاء والعلمائی لیزوھم الناس ویستریحون فیه ـ واللّٰه تعالٰی اعلم

یعنی سلف نے اہل فضل اولیاء و علماء کی قبروں پر عمارت بنانا جائز و مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس میں آرام پائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(العطایا النبویه فی الفتاویٰ الرضویه المخرجه، ج:9،ص:420،رضافانڈیشن لاھور)

مزار پر اگربتیاں لگانا

سوال: مزار پر اگربتیاں لوبان سلگانا کیسا؟

جواب: اگر مزار سے ہٹ کر موجود زائرین، حاضرین، قرآن خوانی، ذکراللہ عزوجل کیلئے سلگائی جائیں تو جائز بلکہ مستحسن ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1421ھ) اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

اگر بغرضِ حاضرین وقتِ فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن مجید وذکرالٰہی سلگائیں تو بہتر و مستحسن ہے۔

وقد عهد تعظيم التلاوة والذكر وتطييب مجالس المسلمين به قديما وحديثا۔

یعنی اور تلاوت وذکر کی تعفطیم اور اس سے مسلمانوں کی مجلسوں میں خوشبوں پھیلانا زمانہ قدیم وجدید میں متعارف ہے

(العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المخرجہ، ج:9،ص:483،رضافانڈیشن لاھور)

زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سوال: زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جانا کیسا؟

جواب: اس کے جواز پر تو کلام ہی نہیں اس پر اجماع امت ہے بلکہ کئی ائمہِ احناف کے نزدیک واجب ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں مختار قول کے مطابق قریب بواجب ہے جبکہ ائمہِ مالکیہ کے نزدیک قطعی طور پر واجب ہے۔اُن کے علاوہ دیگر اہلِ سنت کے مکاتب ومذاہب بھی اُسے واجب قرار دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری

کا حکم یوں فرمایا ہے :

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآؤُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا O

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے O

النساء، 64 : 4

تفسیر قرطبی میں ہے

روى أبو صادق عن علي، قال :قدِم علينا أعرابيّ بعد ما دفّنا رسول اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم بثلاثة أيام، فرمى بنفسه على قبر رسول اللّٰه صلى الله عليه وآله وسلم، وحَثَا على رأسه من ترابه، فقال :قلتَ يا رسول اللّٰه !فسمعنا قولك، و وَعَيْتَ عن اللّٰه فوعينا عنك، وكان فيما أنزل اللّٰه عليك ؟وَ لَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ الآية، وقد ظلمتُ نفسي، وجئتُكَ تستغفر لي .فنودي من القبر أنه قد غفر لك .

ابوصادق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور نبی کریم ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے فرطِ غم سے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر گرا لیا۔ قبر انور کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور عرض کیا : ''اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کا قول مبارک سنا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم نے اللہ عزوجل سے احکامات لئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم سے احکام لئے اور اُنہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ ۔(اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔۔۔)۔ میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم میرے لیے اِستغفار فرمادیں۔ دیہاتی کی اِس (عاجزانہ اور محبت بھری) التجاء پر اُسے قبر سے ندا دی گئی: بیشک تمہاری مغفرت ہوگئی ہے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 5 : 265)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِی، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی .

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن الدار قطنی،باب المواقیت)شفاء سقام .2حکیم ترمذی، نوادر الأصول، 2 : 67)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے

مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِی بَعْدَ وَفَاتِی، فَكَأَنَّمَا زَارَنِی فِیْ حَيَاتِی .

جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

.1دارقطنی، السنن، 2 : 278

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ اَقدس ہے :

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَ لَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي .

جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری (قبرِ انور کی) زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی۔

.1 سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام 21 :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ جَاءَنِي زَائِرًا لَا يَعْمَلُهُ حَاجَةً إِلَّا زِيَارَتِي، كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُوْنَ لَهُ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

جو بغیر کسی حاجت کے صرف میری زیارت کے لیے آیا اُس کا مجھ پر حق ہے کہ میں روزِ قیامت اُس کی شفاعت کروں۔

.1 طبرانی، المعجم الکبیر، 225 : 12، رقم 13149 :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

مَنْ زَارَ قَبْرِي، أَوْ قَالَ : مَنْ زَارَنِي كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا أَوْ شَهِيْدًا، وَ مَنْ مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ مِنَ الآمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

جس نے میری قبر (یا راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :) میری زیارت کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا اور جو کوئی دو حرموں میں سے کسی ایک میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اُسے روزِ قیامت ایمان والوں کے ساتھ اٹھائے گا۔

.1 طیالسی، المسند، 12، 13، رقم 65 :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مَنْ زَارَنِي بِالْمَدِيْنَةِ مُحْتَسِبًا كُنْتُ لَهُ شَهِيْدًا وَشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

جس شخص نے خلوصِ نیت سے مدینہ منورہ حاضر ہوکر میری زیارت کا شرف حاصل کیا، میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(سبکی، شفاء السقام فی زیارة خیرالأنام 28 :)

نورالایضاح میں ہے۔

"لما كانت زيارة سيدنا النبى صلى الله عليه وسلم من أفضل القرب وأحسن المستحبات بل تقرب من درجة ما لزم من الواجبات

یعنی نبی کریم ﷺ (روضہ رسول اللہ ﷺ) کی زیارت افضل عبادتوں میں شامل ہے اور تمام مستحب چیزوں میں بہترین ہے بلکہ واجب عبادتوں کے قریب ہے جو لازم ہیں"

علامہ ابنِ ہمام ہی نے لکھا ہے :

والأولى فيما يقع عند العبد الضعيف تجريد النيّة لزيارة قبر النبىّ صلى الله عليه وآله وسلم .

بندۂ ضعیف (ابن ہمام) کے نزدیک محض حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کی نیت کرنا بھی اولیٰ ہے۔

ابن همام، شرح فتح القدير، 180 : 2

علامہ طحطاوی نے لکھا ہے :

الأولى فى الزيارة تجريد النّية لزيارة قبره صلى الله عليه وآله وسلم .

زیارتِ قبرانور کے لیے بہتر یہ ہے کہ محض حضور نبی اکرم ﷺ کی قبرانور کی زیارت کی نیت کی جائے۔

طحطاوى، حاشية على مراقى الفلاح، 486 : 1

6. علامہ ابنِ عابدین شامی نے لکھا ہے :

قال فی شرح اللباب وقد روی الحسن عن أبی حنیفة أنه إذا کان الحجّ فرضاً فالأحسن للحاج أن یبدأ بالحج ثم یثنی بالزیارة وإن بدا بالزیارة جاز .

شرح اللباب میں ہے حضرت حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ زائر حرمین شریفین اگر فرض حج کی ادائیگی کر رہا ہو تو حج سے ابتداء کرے اس لیے کہ فرض درجہ کے لحاظ سے غیر فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ بعد ازاں زیارتِ روضۂ اقدس کی الگ نیت کرے اور اگر اس نے زیارتِ قبرِ انور سے ابتداء کی ہے تو یہ بھی جائز اور درست ہے۔

ابن عابدین، حاشیة ابن عابدین، 2 : 627

مذکورہ بالا اختیار اس صورت میں ہے جب زائر کا گذر مدینہ منورہ سے نہ ہو۔ اگر اس کا گذر مدینہ طیبہ اور روضۂ انور کے قرب سے ہو تو پھر زیارتِ روضۂ انور نا گزیر ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے :

فإن مرّ بالمدینة کأهل الشام بدأ بالزّیارة لا محالة لأن ترکها مع قربها یعدّ من القساوة والشّقاوة وتکون الزیارة حینئذ بمنزلة الوسیلة وفی مرتبة السنة القبلیة للصّلاة .

اور اگر زائرِ حرمین کا گزر ہی قرب مدینہ منورہ سے ہو جیسے ملک شام کے لوگوں کے لئے تو اسے بہر صورت زیارت روضۂ رسول ﷺ سے ہی ابتدا کرنی ہوگی، کیونکہ زائر کا اس کے قرب سے گزرنے کے باوجود اس کی زیارت کو ترک کرنا بدبختی اور قساوتِ قلبی کی دلیل ہے۔ اس صورت میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم وسیلہ بنے گی اور اس کا یہ عمل درجۂ ادائیگی میں ایسا ہے جیسے فرض نماز سے پہلے سنت نماز کی ادائیگی۔

ابن عابدین، حاشیة ابن عابدین، 627 : 2

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عورتوں کی حاضری

سوال: روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عورتوں کی حاضری کا حکم ہے؟

جواب: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''البتہ حاضری وخاکبوسی آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے۔ اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(العطایا النبویه فی الفتاوی الرضویه المخرجه، ج:9، ص:537، رضافانڈیشن لاہور)

چودھواں باب:

شہید کا بیان

شہید کی غسل اور کفن دینے اور نہ دینے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔

شہید کی پہلی قسم : جس کو غسل اور کفن نہیں دیا جاتا ویسے ہی خون سمیت دفن کر دیا جائے گا البتہ نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ اسے شہید فقہی کہتے ہیں۔

شہید فقہی کی تعریف

سوال: شہید فقہی کسے کہتے ہیں؟

جواب: تنویر الابصار میں ہے۔

"ھو کل مکلف مسلم طاھر قتل ظلما بجارحة ولم یجب بنفس القتل مال ولم یرتث۔

شہید وہ عاقل، بالغ، طاہر (یعنی اس پر غسل فرض نہ ہو) مسلمان جس کو بطور ظلم کسی آلۂ جارحہ سے قتل کیا گیا ہو۔ اس کے قتل سے مال نہ واجب ہوا ہو، اور دنیا سے کوئی نفع نہ اٹھایا ہو"

(تنویر الابصار معہ الدر المختار، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ الجنازۃ، ص: 124، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شہید کا حکم

سوال: شہید کا حکم کیا ہے؟

جواب: شہید کا حکم یہ ہے کہ غسل نہ دیا جائے ویسے ہی خون سمیت نماز پڑھ کر دفن

کر دیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"و حکمه أن لا یغسل و یصلی علیه و یدفن بدمه و ثیابه ,

شہید کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اس پر نماز پڑھی جائے گی اور اس کے بدن کے کپڑوں میں دفن کیا جائے گا"

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ،باب الجنازۃ،الفصل الشھید، ج:1،ص:184،دار الکتب العلمیۃ)

شہید فقہی کی شرائط کا تفصیلی بیان

مسلمان ہو: یعنی غیر مسلم (کافر) کی کسی بھی طرح کی موت شہادت نہیں ہو سکتی۔

عاقل و بالغ ہونا: نابالغ اور مجنون کو غسل دیا جائے اگرچہ وہ کسی طرح قتل کیے گئے۔

طاہر ہونا: جب اور حیض ونفاس والی عورت خواہ ابھی حیض و نفاس میں ہو یا ختم ہو گیا مگر ابھی غسل نہ کیا تو ان سب کو غسل دیا جائے گا۔

ظلماً قتل کیا گیا ہو: اگر قتل بطورِ ظلم نہ ہو بلکہ قصاص یا حد تعزیر میں قتل کیا گیا یا درندہ نے مار ڈالا تو غسل دیں گے۔

آلہ جارحہ: آلۂ جارحہ وہ جس سے قتل کرنے سے قاتل پر قصاص واجب ہوتا ہے یعنی جو اعضا کو جدا کر دے جیسے تلوار، بندوق کو بھی آلۂ جارحہ کہیں گے۔ یہ شرط صرف اس وقت ہے جب مسلمان نے مسلمان کو ظلماً قتل کیا تو شرط ہے کہ آلہ

جارحہ سے قتل کیا ہو۔ کافر یا باغی نے قتل کیا تو آلہ جارحہ ہونا شرط نہیں۔

نفس قتل سے مال واجب نہ ہوا ہو: جب نفس قتل سے قاتل پر قصاص واجب نہ ہو بلکہ مال واجب ہو تو غسل دیا جائے گا مثلاً لاٹھی سے مارا یا قتل خطا کہ نشانہ پر مار رہا تھا مگر کسی آدمی کو لگا اور مر گیا یا کوئی شخص ننگی تلوار لئے سو گیا اور سونے میں کسی آدمی پر وہ تلوار گر پڑی وہ مر گیا یا کسی شہر یا گاؤں میں یا ان کے قریب مقتول پڑا ملا اور اس کا قاتل معلوم نہیں ان سب صورتوں میں غسل دیں گے۔

دنیوی نفع نہ اٹھایا ہو: کوئی شخص گھائل ہوا مگر اُس کے بعد دنیا سے متمتع ہوا مثلاً کھایا پیا یا سویا یا علاج کیا اگر چہ یہ چیزیں بہت قلیل ہوں یا خیمہ میں ٹھہرا یعنی وہیں جہاں زخمی ہوا یا نماز کا ایک وقت پورا ہوش میں گزرا، بشرطیکہ نماز ادا کرنے پر قادر ہو یا وہاں سے اُٹھ کر دوسری جگہ کو چلا یا لوگ اُسے معرکہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے گئے خواہ زندہ پہنچا ہو یا راستہ میں ہی انتقال ہوا یا کسی دنیوی بات کی وصیت کی یا بیع کی یا کچھ خریدا یا بہت سی باتیں کیں تو ان سب صورتوں میں غسل دیں گے، بشرطیکہ یہ امور جہاد ختم ہونے کے بعد واقع ہوئے اور اگر اثنائے جنگ میں ہوں تو یہ چیزیں مانع شہادت نہیں یعنی غسل نہ دیں گے اور وصیت اگر آخرت کے متعلق ہو یا دو ایک بات بولا اگر چہ لڑائی کے بعد تو شہید ہے غسل نہ دیں گے اور اگر لڑائی میں نہ قتل کیا گیا بلکہ ظلماً تو ان چیزوں میں سے اگر کوئی پائی گئی غسل دیں گے ورنہ نہیں۔

اپنی جان بچانے کیلئے لڑا

سوال: اپنی جان یا مال یا کسی مسلمان کے بچانے میں لڑا اور مارا گیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص شہید ہے، لوہے یا پتھر یا لکڑی کسی چیز سے قتل کیا گیا ہو۔

من قتل مدافعا عن نفسه أو ماله أو عن المسلمين أو أهل الذمة بأى آلة قتل بحديد أو حجر أو خشب فهو شهيد

جو اپنی جان یا مال یا کسی مسلمان کے بچانے میں لڑا اور مارا گیا تو شہید ہے لوہے یا پتھر یا لکڑی کسی چیز سے قتل کیا گیا ہو۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة، باب الجنازة، الفصل الشهيد، ج:1، ص:184، دار الكتب العلمية)

شہید کے بدن کا کوٹ

سوال: کیا شہید کے بدن پر جو بھی لباس ہو تمام کو ساتھ ہی دفن کیا جائے گا جیسے کوٹ وغیرہ؟

جواب: شہید کے بدن پر جو چیزیں از قسم کفن نہ ہوں اُتار لی جائیں مثلاً پوستین زرہ ٹوپی ہتھیار روئی کا کپڑا اور اگر کفن مسنون میں کچھ کمی پڑے تو اضافہ کیا جائے اور پاجامہ نہ اُتارا جائے اور اگر کمی ہے مگر پورا کرنے کو کچھ نہیں تو پوستین اور روئی کا کپڑا نہ اُتاریں۔ شہید کے سب کپڑے اُتار کر نئے کپڑے دینا مکروہ ہے۔

"وينزع عنه ما ليس من جنس الكفن نحو السلاح والجلود والفرو والحشو والخف والقلنسوة والسراويل

شہید کے بدن پر جو چیزیں قسمِ کفن نہیں وہ اتار لی جائیں گی

مثلاً ،ہتھیار،کوٹ، پوستین ،روئی کالباس،موزے،ٹوپی ،پاجامہ"

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة،باب الجنازة،الفصل الشهيد، ج:1،ص:184،دار الكتب، العلمية)

خوشبولگانا

سوال: شہید کوخوشبولگانا کیسا؟

جواب: جیسے عام مُردوں کوخوشبولگاتے ہیں شہید کوبھی لگائیں البتہ شہید کا خون نہ دھویا جائے خون سمیت دفن کریں اور اگر کپڑے میں نجاست لگی ہوتو دھوڈالیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ويجعل الحنوط للشهيد كما فی الميت

شہید کوخوشبولگائی جائی گی جیسے عام میت کولگائی جاتی ہے"

(الفتاوی الهندية، كتاب الصلاة،باب الجنازة،الفصل الشهيد،ج:1،ص:184،دار الكتب العلمية)

شہید کی دوسری قسم: وہ مسلمان جنہیں نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق آخرت میں درجہ شہادت نصیب ہوگا اور شہیدوں کا سا معاملہ ہوگا۔ شہیدِ فقہی نہ ہونے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ غسل وکفن دیا جائے گا بس۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے " ابواب السعادة فی اسباب الشهادة" میں 45 اقسام ذکر فرمائیں ہیں جو درجہ ذیل ہیں۔

(1) طاعون سے مرنے والا (2) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا (3) ڈوب کر مرنے والا (4) نمونیہ سے مرنے والا (5) آگ سے جل کر مرنے والا (6) زچگی میں مرنے والی عورت (7) مکان وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا (8) تمنائے

شہادت لئے مرجانے والا (9) تپ دق میں مرنے والا (10) حالتِ سفر میں مرنے والا (11) بخار میں مرنے والا (12) سانپ کے ڈسنے سے مرنے والا (13) دھوپ کی شدت کی وجہ سے مرنے والا (14) جسے درندہ نے پھاڑ کھائے (15) سواری سے گر کر مرنے والا کسی حق کے بچانے میں قتل کیا گیا (16) مکان وغیرہ سے گر کر مرنے والا (17) اللہ عزوجل کی راہ میں نکلا اور مر گیا (18) اپنے مال کی حفاظت کرنے پر مارا جانے والا (19) اپنے دین کی حفاظت کرنے پر مارا جانے والا (20) اپنا دفاع کرنے پر مارا جانے والا (21) اہل وعیال کی حفاظت کرنے پر مارا جانے والا (22) اپنی چھینی ہوئی چیز چھڑانے پر مارا جانے والا (23) جیل میں بے قصور مرنے والا (24) عشق میں پاکدامن رہتے ہوئے اور پوشیدہ رکھتے ہوئے مرجانے والا (25) حمل میں مرنے والی عورت (26) طالبِ علمی میں مرنے والا (27) طاعون کی وباء پھیلنے پر اپنے گھر یا شہر میں ہی رہتے ہوئے اس بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر مرجانے والا ج (28) اللہ عزوجل کے راستہ میں گھوڑے (دیگر سامان جہاد) کی حفاظت کرنے والا فسادِ امّت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے (29) ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنے والا (30) عورتوں سے اجتناب کرتے ہوئے غیرت کی وجہ سے مرجانے والا (31) کفار سے مقابلہ کے لئے سرحد پر گھوڑا باندھنے والا (32) جو ہر روز پچیس بار یہ پڑھے اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ جو ہر رات میں

سورۂ یٰسین شریف پڑھے (33) نمازِ چاشت پڑھنے والا، اور ہر ماہ تین روزے رکھنے والا، اور سفر وحضر میں وتر نہ چھوڑنے والا (34) با طہارت سویا اور مر گیا (35) فسادِ امت کے وقت کسی سنت کو زندہ کرنے والا (36) سچا امین تاجر (37) مرض الموت میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کہا اور مر گیا (38) اپنے اہل وعیال کی خورد ونوش کا سامان لاتے راستہ میں مرنے والا (39) ثواب کی نیت سے اذان کہنے والا (40) اہل وعیال کو رزق حلال کھلانے اور دین سکھانے والا (41) روزانہ سو مرتبہ درود شریف پڑھنے والا (42) صبح وشام یہ کلمات پڑھنے والا اللھم انی اشھدك انك انت الله الذی لااله الا انت وحدك لاشریك لك و ان محمد اعبدك ورسولك وابوء بنعمتك علی وابو بذنبی اغفرلی انه لایغفر الذنوب غیرك۔

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک تو ہی معبود ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ اور میں اپنے اوپر تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں سمیت، تیری طرف لوٹتا ہوں۔ مجھے معاف کردے بے شک تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرتا

(43) روزانہ صبح کو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ تین بار پڑھکر سورۂ حشر کی آخری تین آیات (یعنی ھو اللہ الذی سے آخر تک) پڑھنے والا (44) جمعہ کے دن مرنے والا (45) شہادت کی طلب صادق رکھنے والا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اقسام میں سے ہر ایک کے ساتھ بطور دلیل کوئی نہ کوئی حدیث نقل فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں شہادت کا مرتبہ اور فضائل اعمال کے حصول کی ہمت عطا فرمائے۔ آمین

(ماخوذ شرح مؤطا امام محمد، کتاب الصلاۃ، باب فضل الجہاد، ج:1، ص:360، فرید بک سٹال لاہور)

ندرھواں باب:

وصیّت کا بیان

ھلی فصل:

وصیت کا لغوی معنیٰ

نظِ وصیت ''و ص ی'' سے ہے اور کا معنیٰ ''عہد لینا'' ہے۔

(القاموس المحیط، ص:1731)

وصیت کی شرعی تعریف

"الإیصاء فی الشرع تملیك مضاف إلی ما بعد الموت یعنی بطریق التبرع سواء كان عینا أو منفعة

شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطورِ احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا''

(الفتاویٰ الھندیة ، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الکتب العلمیة بیروت)

اصطلاحات

وصیت کے باب میں پانچ کلمات کا استعمال عام ہے۔

1- وصیت: گذشتہ سطور میں اس کا بیان ہوا۔

2- موصی: وصیت کرنے والا۔

3- موصیٰ لہ: جس کیلئے وصیت کی گئی۔

4- موصی بہ: جس شے کی وصیت کی گئی۔

5- وصی: جس کو وصیت جاری کرنے کا حکم دیا گیا۔(وصی کو موصیٰ الیہ بھی کہتے ہیں)

وصیّت کی اقسام

وصیّت چار اقسام ہیں۔

(1) **واجب:** زکوۃ اور دیگر صدقاتِ واجبہ، کفارات واجبہ، کسی کی امانت، کسی کا قرض دینا ہو اور ورثاء کو اس کا پتہ نہ ہو، نماز، روزہ کے فدیہ اگر باقی ہو، تو ان کی وصیّت کرنا واجب ہے۔

(2) **مباح:** مالداروں کیلئے وصیت کرنا۔

(3) **مکروہ:** اہل فسق و معصیت کے لئے وصیّت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ وصیّت کا مال گناہ میں صرف کرے گا۔

(4) **مستحب:** اس کے علاوہ کے لئے وصیّت مستحب ہے۔

(در مختار و رد المحتار ج ٥ ص٤٥٣)

وصیت کرنے والے کے اعتبار سے وصیت کی شرائط

سوال: موصی کیلئے کوئی شرائط بھی ہیں یا ہر کسی کی وصیت معتبر ہے؟

جواب: موصی کے متعلق دو شرطیں ہیں۔

(1) مالک بنانے کا اہل ہو، چنانچہ نابالغ اور پاگل کی وصیت معتبر نہیں ہوگی۔

(2) وصیت کنندہ پر اتنا قرض نہ ہو کہ اس کا کل متروکہ قرض ہی کی ادائیگی میں صرف

ہو جائے۔

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا،فصل فی بیان شرائط رکن الوصیۃ، ج:10،ص: 484،دارالکتب العلمیہ بیروت)

جس کیلئے وصیت کی گئی اس کے متعلق شرائط

سوال: جس کیلئے وصیت کی جائے گی اس کیلئے بھی کوئی شرائط ہیں یا ہر ایک کیلئے وصیت معتبر ہے؟

جواب: جس کے حق میں وصیت کی جائے (موصی لہ) کے متعلق چھ شرائط ہیں۔

(1) جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کا موجود ہونا ضروری ہے۔ مثلاً کوئی شخص اس طرح وصیت کرے کہ فلانہ کو آئندہ جو بچہ پیدا ہو اس کیلئے وصیت کرتا ہوں۔ یہ درست نہیں۔

(2) اس میں ایسا ابہام نہ جس کا ازالہ نہ ہو سکے۔

(3) وصیت کرنے والے کی موت کے بعد وہ اس کا وارث نہ قرار پاتا ہو۔

(4) بطریقِ حرام جان بوجھ کر یا خطاءً موصی کے قتل کا مرتکب نہ ہو۔

(5) وہ دارالحرب کا باشندہ نہ ہو۔

(6) موصیٰ لہ بننے کا اہل ہو۔

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا،فصل فی بیان شرائط رکن الوصیۃ، ج:10،ص:488،دارالکتب العلمیہ بیروت)

موصیٰ بہ کے متعلق شرائط

سوال: جس چیز کی وصیت کی جائے گی اس کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: جس چیز کے متعلق وصیت کی جائے اس کی شرائط درجہ ذیل ہیں۔

(1) مال ہو یا مال کے متعلق ہو، جیسے صدقہ و ہبہ کی وصیت یا مال کی منفعت کی وصیت ہو، مال فی الحال موجود ہو یا نہ ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ میرے اس باغ میں جو بھی آئے اس کو فلاں فلاں پر خرچ کر دیا جائے۔ چنانچہ خون کی وصیت درست نہیں کیونکہ خون شرعاً مال نہیں۔

(2) جس کی وصیت کی جائے وہ مال شریعت کی نظر میں قابل قیمت ہو چنانچہ شراب کی وصیت جائز نہیں کہ یہ از روئے شریعت قابلِ قیمت نہیں۔

(3) وہ ایسی چیز ہو کہ کسی عقد کے ذریعہ اس کا مالک بنایا جانا ممکن ہو۔

(4) اگر کسی متعین چیز کی وصیت کی ہے تو ضروری ہے کہ وصیت کنندہ کی موت تک وہ چیز موجود رہے۔ اگر موصی کی وفات سے قبل ہی موصیٰ بہ ضائع ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

(5) وارث کے حق میں وصیت نہ ہو۔

(6) متروکہ چیز میں دین ادا کرنے بعد باقی مال کے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی کے بقدر وصیت ہو۔

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی بیان شرائط رکن الوصیة، ج:10، ص:522، دار الکتب العلمیه بیروت)

وصیت کے ارکان

"هو الإيجاب، والقبول الإيجاب من الموصى، والقبول من الموصى له،

یعنی وصیّت کا رکن ایجاب وقبول ہے، ایجاب وصی کی طرف سے اور قبول موصی

لہ کی طرف سے"

(بدائع الصنائع، کتاب الوصایا، فصل فی بیان رکن الوصیۃ، ج:10، ص:479، دارالکتب العلمیہ بیروت)

وصیت کرنے کا طریقہ

سوال: وصیت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے "میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کو میں نے وصیّت کی موصی لہ (جس کیلئے وصیت کی گئی) صراحتہً یا دلالتہً موصی (وصیت کرنے والے) کی وصیّت کو قبول کرلے، صراحتہً یہ ہے کہ صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا اور دلالتہً یہ ہے کہ مثلاً موصی لہ وصیّت کو منظور یا نامنظور کرنے سے قبل انتقال کرجائے تو اس کی موت اس کی قبولیت سمجھی جائے گی اور وہ چیز اس کے ورثاء کو وراثت میں دیدی جائے گی۔

(ملخصاً الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

وصیت قبول کرنا کب معتبر ہوگا

سوال: موصی لہ کی طرف سے وصیت قبول یا رد کرنے کا اعتبار کس وقت سے ہے؟

جواب: وصیّت قبول کرنے کا اعتبار وصیت کرنے والے کی موت کے بعد ہے اگر موصی لہ (جس کیلئے وصیت کی گئی) نے وصیت کرنے والے کی زندگی ہی میں اسے قبول کیا یا رد کیا تو یہ باطل ہے، موصی لہ کو اختیار رہے گا کہ وہ موصِی (وصیت کرنے والے) کے انتقال کے بعد وصیّت کو قبول کرے۔

"قبول الوصیة إنما یکون بعد الموت فإن قبلها فی حال حیاة

الموصی أو ردھا فذلك باطل وله القبول بعد الموت

یعنی وصیت کا قبول کرنا موت کے بعد ہی معتبر ہے پس اگر کسی نے موصی کی زندگی میں قبول کیا یا رد کیا تو باطل ہے قبول کرنا بعد موت معتبر ہے"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الکتب العلمیة بیروت)

عملاً وصیت قبول کرنا

سوال: کیا عملاً بھی وصیت کے قبول کرنے کی کوئی صورت ہے؟

جواب: وصیّت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیّت کو نافذ کرنا یا موصی کے ورثاء کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصی کے قرضوں کو ادا کرنا وغیرہ۔

"القبول بالفعل کتنفیذ وصیة أو شراء شیء لورثته أو قضاء دین.

کقبوله بالقول

وصیّت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیّت کو نافذ کرنا یا موصی کے ورثاء کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصی کے قرضوں کو ادا کرنا جیسا کہ اس کو بالقول قبول کرنا"

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الکتب العلمیة بیروت)

وصیت کا حکم

سوال: وصیت کا حکم کیا ہے؟

جواب: عالمگیری میں ہے۔

حکمھا أن یملکه الموصی له ملکا جدیدا کما یملك بالھبة

ایصاء کا حکم یہ ہے کہ موصی لہ (جس کیلئے وصیت کی) مالِ وصیّت کا مالک ہوجانا

ہے جیسا کہ کسی کو ہبہ تو وہ مالک ہو جاتا ہے

(الفتاوی الهندية، كتاب الوصايا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الكتب العلمية بيروت)

وصیت کرنا کب افضل ہے

سوال : وصیت کرنا کب افضل ہے؟

جواب: جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جبکہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال سے زیادہ وصیّت نہ کرے۔

"والأفضل لمن له مال قليل أن لا يوصى إذا كانت له ورثة والأفضل لمن له مال كثير أن لا يتجاوز عن الثلث فيما لا معصية فيه

جس کے ورثاء ہوں اور اس کا مال تھوڑا ہو تو اس کو کسی وصیت نہ کرنا افضل ہے اور جس کا مال کثیر ہو تو ایک تہائی مال کی وصیت کرنا افضل جبکہ گناہ کے کام کی وصیت کرنا نہ ہو

(الفتاوی الهندية، كتاب الوصايا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الكتب العلمية بيروت)

موصیٰ بہ پر قبضہ

سوال: کیا موصیٰ لہ کو موصیٰ بہ کا مالک بننے کیلئے اس پر قبضہ کرنا ضروری ہے؟

جواب: موصی لہ وصیّت قبول کرتے ہی موصی بہ کا مالک بن جاتا ہے خواہ اس نے موصی بہ کو قبضہ میں لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر موصی لہ نے وصیّت کو قبول نہ کیا رد کر دیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔

"والموصى به يملك بالقبول فإن قبل الموصى له الوصية بعد موت

الموصی یثبت الملك له فی الموصی به قبضه أو لم یقبضه وإن رد الموصی له الوصیة بطلت برده عندنا

موصیٰ لہ کے قبول کرتے ہی موصیٰ بہ اس کی ملک میں چلی جاتی ہے پس اگر موصیٰ لہ وصیت کرنے والے کی موت کے بعد وصیت قبول کر لے تو موصی بہ میں اس کی ملک ثابت ہو جاتی ہے موصی لہ اس پر قبضہ کرے یا نہ کرے اور اگر موصیٰ لہ انکار کر دے تو احناف کے نزدیک وصیت باطل ہو جائے گی"

(ألفتاوی الهندیة، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دارالکتب العلمیة بیروت)

ثلث 1/3 مال سے زیادہ کی وصیت کرنا

سوال: ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس چند صورتیں ہیں،

(1) اگر کسی نے اپنے کل مال یا ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو دیکھا جائے گا کہ اسکا کوئی وارث ہے یا نہیں، اگر کوئی وارث نہیں تو کل مال یا جو بھی وصیت کی نافذ ہو جائے گی۔

(2) سب ورثاء بالغ ہیں۔ سب نے اجازت دیدی تو بھی ایک تہائی سے زائد کی وصیت نافذ ہو جائے گی۔

(3) بعض نے اجازت دی اور بعض نے نہیں، جنہوں نے اجازت دی، اجازت دینے والوں کے حصے کی بقدر ایک تہائی سے زائد نافذ ہو جائے گی۔

نوٹ: موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی

کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔

(ملخصاً الفتاوی الھندیة، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی کیلئے وصیت کرنا

سوال: وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی کیلئے وصیت کر سکتے ہیں؟

جواب: وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی شخص کے لئے تہائی مال میں وصیّت صحیح ہے۔ تہائی سے زیادہ کی وصیت کی تو وارثوں کی اجازت پر موقوف ہے۔

"تصح الوصبة لأجنبی من غیر إجازة الورثة ولا تجوز بما زاد علی الثلث إلا أن یجیزه الورثة بعد موته وهم کبار ولا معتبر بإجازتهم فی حال حیاته

یعنی کسی اجنبی کیلئے ایک تہائی مال کی وصیت کرنا ورثاء کی اجازت کے بغیر صحیح ہے اور تہائی مال سے زیادہ کرنا موصی کی موت کے بعد ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے جبکہ تمام ورثاء بالغ ہوں، اور موصی کی زندگی میں اجازت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا"

(الفتاوی الھندیة، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الکتب العلمیہ بیروت)

وارث کیلئے وصیت کرنا

سوال: موصی نے اپنے ورثاء میں کسی وارث کیلئے وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیّت جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ وارث اس کی اجازت دیدیں۔

فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ

وارث کیلئے وصیت نہیں

(الجامع الترمذی، کتاب الوصایا عن رسول اللہﷺ،باب ما جاء لا وصیة لوارث)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے

ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة

یعنی احناف کے نزدیک وارث کیلئے وصیت جائز نہیں ہاں اگر تمام ورثاء اس کو جائز کردیں تو نافذ ہوجائے گی،

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوصایا،الباب الاول، ج:,6ص:109،دارالکتب العلمیة بیروت)

اگر کسی نے وارث اور اجنبی کیلئے وصیت کی

سوال: اگر کسی نے وارث اور اجنبی کے لئے وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اجنبی کے حق میں نافذ ہوجائے گی اور وارث کے حق میں ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر تمام ورثاء اجازت دے دیں تو نافذ ہوجائے گی اور اگر نہ دی تو وارث کے حق میں باطل ہوجائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ولو أوصى لوارثه ولأجنبي صح في حصة الأجنبي ويتوقف في حصة الوارث على إجازة الورثة إن أجازوا جاز وإن لم يجيزوا بطل۔

یعنی اگر کسی نے اجنبی اور وارث کیلئے وصیت کی تو اجنبی کے حصہ میں درست ہے اور وارث کے حصہ میں ورثاء کی اجازت پر موقوف رہے گی، اگر ورثاء اجازت دے دیں تو جائز ہے اور اگر اجازت نہ دیں تو باطل“

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوصایا،الباب الاول، ج:,6ص:109،دارالکتب العلمیة بیروت)

وارث ہونے کیلئے معتبر وقت

سوال: وارث ہونے میں کس وقت کا اعتبار ہے۔

جواب: وارث اور غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے کہ بوقت وصیّت یعنی اگر موصی لہ بوقت وصیّت موصی کا وارث تھا اور موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تو وصیّت صحیح ہوگی اور بوقت وصیّت وارث نہیں تھا پھر بوقت موت وارث ہوگیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر اگر موصی نے اپنے بھائی کے لئے وصیّت کی اس حال میں کہ بھائی وارث تھا پھر موت سے پہلے موصِی کے لڑکا پیدا ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگئی۔ اور اگر اس نے اپنے بھائی کے لیے اس حال میں وصیت کی کہ موصی کا لڑکا موجود ہے پھر موت سے پہلے اس کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیّت باطل ہوجائے گی

(الفتاویٰ الهندية، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الکتب العلمية بيروت)

اجازت دینے والے کیلئے شرائط

سوال: اجازت دینے والے کی کیا شرئط ہیں؟

جواب: اجازت دینے والے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اجازت دینے کا شرعی اہل ہو، بالغ ہو نابالغ کی اجازت معتبر نہیں۔ عاقل ہو مجنون کی اجازت معتبر نہیں، مریض نہ ہو کہ مریض کی اجازت معتبر نہیں،

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وارث ہونے کیلئے معتبر وقت

سوال: وارث ہونے میں کس وقت کا اعتبار ہے۔

جواب: وارث اور غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے کہ بوقت وصیت یعنی اگر موصی لہ بوقت وصیت موصی کا وارث تھا اور موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگی اور بوقت وصیت وارث نہیں تھا پھر بوقت موت وارث ہوگیا تو وصیت باطل ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر اگر موصی نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی اس حال میں کہ بھائی وارث تھا پھر موت سے پہلے موصی کے لڑکا پیدا ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگئی۔ اور اگر اس نے اپنے بھائی کے لیے اس حال میں وصیت کی کہ موصی کا لڑکا موجود ہے پھر موت سے پہلے اس کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیت باطل ہوجائے گی

(الفتاوی الهندیة، کتاب الوصیة، الباب الاول، ج:6، ص:109، دار الکتب العلمیة بیروت)

اجازت دینے والے کیلئے شرائط

سوال: اجازت دینے والے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: اجازت دینے والے کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اجازت دینے کا شرعی اہل ہو، بالغ ہو نابالغ کی اجازت معتبر نہیں۔ عاقل ہو مجنون کی اجازت معتبر نہیں، مریض نہ ہو کہ مریض کی اجازت معتبر نہیں،

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وفی کل موضع یحتاج إلی الإجازة إنما یجوز إذا کان المجیز من أهل الإجازة نحو ما إذا أجازه وهو بالغ عاقل صحیح

ہر وہ مقام جہاں ورثہ کی اجازت کی حاجت ہے اس اجازت میں شرط یہ ہے کہ مجیز اہل اجازت سے ہو مثلاً بالغ اور عاقل اور صحیح یعنی غیر مریض ہو

(الفتاوی الهندیة، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:110، دار الکتب العلمیة بیروت)

کسی خاص شہر کے فقراء کیلئے وصیت کی

سوال: اگر کسی خاص شہر کے فقراء کیلئے وصیت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: وصیت صحیح ہے، جس شہر کے فقراء کیلئے وصیت کی اسی شہر کے فقراء کی تخصیص لازم نہیں، ہر جگہ کے فقراء کو دے سکتا ہے، ہاں افضل یہی ہے کہ انہیں فقراء کو دے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''جہاں کے فقراء کو دیں گے وصیت ادا ہو جائے گی کچھ خاص مدینہ منورہ ہی بھیجنا ضروری نہیں ہر جگہ کے فقراء کو دینا جائز ہے۔ خلاصہ پھر شرنبلالیہ پھر درمختار میں ہے:

لو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرهم جاز عند ابی یوسف وعلیه الفتوی۔

اگر کسی نے وصیت کی بلخ کے فقیروں کے لئے۔ اور وصی نے ان کے غیر کو دے دیا تو امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، اور اسی پر فتوی ہے۔

شرح القدوری للزاہدی میں ہے:

فی الوصیة لفقراء الکوفة جازلغیرھم۔

کوفہ کے فقیروں کے لئے وصیت کی صورت میں ان کے غیر کو دینا جائز ہے۔

قاضی خان پھر ہندیہ میں ہے:

رجل اوصی بان یتصدق بشئ من ماله علی فقراء الحاج ھل یجوز ان یتصدق علی غیرھم من الفقراء قال الشیخ الامام ابونصر رحمه اللّٰه تعالٰی یجوز ذٰلك لما روی عن ابی یوسف رحمه اللّٰه تعالٰی فی رجل اوصی بان یتصدق علی فقراء مکة قال یجوز ان یتصدق علی غیرھم من الفقراء۔

کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال میں سے کچھ حاجی فقراء پر صدقہ کیا جائے تو کیا ان کے غیر پر صدقہ کرنا جائز ہے؟ شیخ امام ابونصر علیہ الرحمہ نے کہا کہ جائز ہے کیونکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جس نے فقراء مکہ پر صدقہ کرنے کی وصیت کی، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان کے علاوہ دوسرے فقراء پر صدقہ کرنا جائز ہے۔

ہاں افضل یہی ہے کہ مدینہ منورہ بھیجیں اتباعا للوصیة وخروجا عن الخلاف (وصیت کی اتباع کے لئے اور اختلاف سے نکلنے کے لئے)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الخلاصة، الافضل ان یصرف الیھم وان اعطی غیرھم جازوھذا قول ابی یوسف وبه یفتی وقال محمد لایجوز ۱ھ قلت والاول موافق لقولھم فی النذر بالغاء تعیین الزمان والمکان والدرھم

والفقیر۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

خلاصہ میں کہا افضل یہی ہے کہ انہی پر خرچ کیا جائے اور اگر ان کے غیر کو دے دیا تو جائز ہے، یہی امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کا قول ہے اور اسی کے ساتھ فتوٰی دیا جاتا ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جائز نہیں الخ۔ میں کہتا ہوں پہلا قول مشائخ کے اس قول کے موافق ہے جو نذر میں زمان، مکان، درہم اور فقیر کی تعیین کو لغو قرار دینے سے متعلق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:433، رضا فانڈیشن لاهور)

وارث کے بیٹے کیلئے وصیت کرنا

سوال: وارث کے بیٹے کیلئے وصیت کرنا کیسا؟

جواب: اپنے وارث کے بیٹے کے لئے وصیّت جائز ہے۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

"ولو أوصی لابن وارثه جاز

اگر کسی نے وارث کے بیٹے کیلئے وصیت کی تو جائز ہے"

(الفتاوی الهندیة، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6، ص:110، دارالکتب العلمیة بیروت)

قاتل کے باپ یا بیٹے کیلئے وصیت کرنا

سوال: قاتل کے باپ یا بیٹے کیلئے وصیت کر سکتے ہیں؟

جواب: فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

"وتجوز الوصیة لوالد قاتله وإن علوا وکذلك لولد قاتله وإن سفل

وصیّت قاتل کے باپ دادا کے لئے اور قاتل کے بیٹے پوتے کے لئے جائز ہے۔

(الفتاویٰ الھندیة،کتاب الوصایا،الباب الاول،ج:6،ص:110،دارالکتب العلمیة بیروت)

مرتد کیلئے وصیت کرنا

سوال: مسلمان کا مرتد کیلئے وصیت کرنا کیسا؟

جواب: مسلمان کی وصیّت مرتد کے لئے جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ولا تجوز وصیة المسلم للمرتد

یعنی مسلمان کا مرتد کیلئے وصیت کرنا جائز نہیں“

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الوصایا،الباب الاول،ج:6،ص:111،دارالکتب العلمیة بیروت)

قریب البلوغ بچے کا وصیت کرنا

سوال: قریب البلوغ بچہ کی وصیت کا کیا حکم ہے؟

جواب: بچے کی وصیّت خواہ وہ قریب البلوغ ہو جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”لا تجوز وصیة الصبی عندنا إذا لم یکن مراھقا و کذا إذا کان مراھقا

یعنی ہمارے (احناف) کے نزدیک بچے کی وصیت جائز نہیں اگرچہ قریب البلوغ نہ ہو یا قریب البلوغ ہو“

(الفتاویٰ الھندیة،کتاب الوصایا،الباب الاول،ج:6،ص:111،دارالکتب العلمیة بیروت)

مذاق میں وصیت کرنا

سوال: کیا مذاق میں بھی وصیت ہو جاتی ہے؟

جواب: وصیّت مذاق میں، جبر واکراہ کی حالت میں اور غلطی سے منہ سے نکل جانے سے صحیح نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"ولا تصح وصية الهازل والمكره والخاطء
یعنی مذاق، زبردستی اور خطا سے وصیت کرنا صحیح نہیں"

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا، الباب الأوّل، ج:6، ص:111، دارالكتب العلمية بيروت)

عورت کا وصیت کرنا

سوال: عورت کی وصیت کا کیا حکم ہے؟

جواب: آزاد عاقل خواہ مرد ہو یا عورت اس کی وصیّت جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وصية الحر العاقل رجلا كان أو امرأة جائزة
یعنی آزاد عاقل مرد ہو یا عورت اس کی وصیت جائز ہے"

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا، الباب الاول، ج:6، ص:111، دارالكتب العلمية بيروت)

پیدا ہونے والے بچے کیلئے وصیت کرنا

سوال: پیٹ کے بچے کے بارے میں وصیت کرنا کیسا؟

جواب: پیٹ کے بچہ کی اور پیٹ کے بچے کے لئے وصیّت جائز ہے بشرطیکہ وہ بچہ وقت وصیّت، سے چھ ماہ سے پہلے پہلے پیدا ہو جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وتجوز الوصية للحمل وبالحمل إن ولدت لأقل من ستة أشهر من وقت الوصية،

یعنی حمل کیلئے وصیت جائز ہے بشرطیکہ بچے کی ولادت وقت وصیت سے چھ ماہ سے کم عرصہ میں ہوجائے"

(الفتاویٰ الهندية، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6ص:111، دارالکتب العلمية بیروت)

جس کیلئے وصیت کی وہ مردہ پیدا ہوا

سوال: موصی نے اپنی بیوی کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصی کے انتقال اوراسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مرا ہوا پیدا ہوا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہوگی اور اس بچہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وإذا أوصى الرجل لما في بطن امرأة ثم وضعت بعد موته وبعد الوصية بشهر ولدا ميتا فلا وصية له وإن ولدت حيا ثم مات فالوصية جائزة من الثلث وتكون ميراثا بين ورثته

یعنی موصی نے اپنی بیوی کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصی کے انتقال اوراسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مرا ہوا پیدا ہوا تو اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہوگی اور اس بچہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگی"

(الفتاویٰ الهندية، کتاب الوصایا، الباب الاول، ج:6ص:111، دارالکتب العلمية بیروت)

وصیّت سے رجوع کرنے کا بیان

سوال: کیا وصیت کرنے والا وصیت سے رجوع کرسکتا ہے؟

جواب: وصیت کے بارے میں فقہاء متفق ہیں کہ یہ عقدِ لازم نہیں لہٰذا وصیّت کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی وصیّت سے رجوع کرلے، یہ رجوع کبھی صراحتاً ہوتا ہے اور کبھی دلالتہً۔ صراحتاً کی صورت یہ ہے کہ صاف لفظوں میں کہے کہ میں نے وصیّت سے رجوع کرلیا یا اسی قسم کے اور کوئی صریح لفظ بولے۔

اور دلالتہً رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل کرے جو رجوع کرلینے پر دلالت کرے، اس کے لئے اصل کلی یہ ہے کہ ہر ایسا فعل جسے ملکِ غیر میں عمل میں لانے سے مالک کا حق منقطع ہو جائے، اگر موصی ایسا کام کرے تو یہ اس کا اپنی وصیّت سے رجوع کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہر وہ فعل جس سے موصی بہ میں زیادتی اور اضافہ ہو جائے اور اس زیادتی کے بغیر موصی بہ کو موصی لہ کے حوالے نہ کیا جا سکے تو یہ فعل بھی رجوع کرنا ہے، اسی طرح ہر وہ تصرف جو موصی بہ کو موصی کی ملکیت سے خارج کردے یہ بھی رجوع کرنا ہے

دلالتہً رجوع کی مثالیں

(1) موصی نے کسی کپڑے کی وصیّت کی پھر اس کپڑے کو کاٹا اور سی لیا یا روئی کی وصیّت کی پھر اسے سوت بنالیا یا سوت کی وصیّت کی پھر اسے بُن لیا یا لوہے کی وصیّت کی پھر اُسے برتن بنالیا تو یہ سب صورتیں وصیّت سے رجوع کرلینے

کی ہیں۔

(2) چاندی کے ٹکڑے کی وصیّت کی پھر اس کی انگوٹھی بنالی یا سونے کے ٹکڑے کی وصیت کی پھر اس کا کوئی زیور بنالیا یہ رجوع صحیح نہیں ہے۔

(3) اگر موصِی نے موصی بہ کو فروخت کر دیا پھر اس کو خرید لیا یا اس نے موصی بہ کو ہبہ کر دیا پھر اس سے رجوع کر لیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔

(4) جس بکری کی وصیّت کر دی تھی اُسے ذبح کر لیا یہ بھی وصیّت سے رجوع کر لینا ہے لیکن جس کپڑے کی وصیّت کی تھی اسے دھویا تو یہ رجوع نہیں۔

(5) پہلے وصیّت کر دی پھر اس سے منکر ہو گیا تو اس کا یہ انکار اگر موصی لہ کی عدم موجودگی میں ہو تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر موصی لہ کی موجودگی میں انکار کیا تو یہ وصیّت سے رجوع ہے۔

(6) موصِی نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے جو بھی وصیّت کی وہ حرام ہے یا ربٰو (سود) ہے تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر یہ کہا کہ وہ باطل ہے تو یہ رجوع ہے۔

(7) لوہے کی وصیّت کی پھر اس کی تلوار یا زرہ بنالی تو یہ رجوع ہے۔

(8) گیہوں کی وصیّت کی پھر اس کا آٹا پسوالیا یا آٹے کی وصیّت کی پھر اس کی روٹی پکالی تو یہ وصیّت سے رجوع کر لینا ہے۔

(9) گھر کی وصیّت کی پھر اس میں گچ کرایا یا اُس کو گرادیا تو یہ رجوع نہیں اگر اس کی بہت زیادہ لپسائی کرائی تو یہ رجوع ہے۔

(10) زمین کی وصیّت کی پھر اس میں انگور کا باغ لگایا یا دیگر پیڑ لگادیئے تو یہ رجوع ہے اور اگر زمین کی وصیّت کی پھر اس میں سبزی اگائی تو یہ رجوع نہیں۔

(11) انگور کی وصیّت کی پھر وہ منقّی ہو گیا یا چاندی کی وصیّت کی پھر وہ انگوٹھی

میں تبدیل ہوگئی یا انڈے کی وصیّت کی پھر اس سے بچہ نکل آیا، گیہوں کی بال کی وصیّت کی پھر وہ گیہوں ہوگیا اگر یہ تبدیلیاں موصی کی موت سے پہلے وقوع میں آئیں تو وصیّت باطل ہوگئی اور اگر موصی کے انتقال کے بعد یہ تبدیلیاں ہوئیں تو وصیّت نافذ ہوگی۔

(12) ایک شخص نے دوسرے کے مال میں ایک ہزار روپے کی وصیّت کسی کے لئے کردی یا اس کے کپڑے کی وصیّت کردی اور اس دوسرے شخص یعنی مالک نے وصیّت کرنے والے کی موت سے پہلے یا موت کے بعد اسے جائز کردیا تو اس مالک کے لئے اس وصیّت سے رجوع کرلینا جائز ہے جب تک موصی لہ کے سپرد نہ کردے لیکن اگر موصی لہ نے قبضہ لے لیا تو وصیّت نافذ ہوجائے گی کیونکہ مالِ غیر کی وصیّت ایسی ہے جیسے مالِ غیر کو ہبہ کرنا لہٰذا بغیر تسلیم اور قبضہ کے صحیح نہیں۔

(ملخصا الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا، الباب الاول، ج:6، ص:112، دارالكتب العلمية بيروت)

پختہ خوبصورت قبر بنانے کی وصیت کرنا

سوال: قبر پختہ کرنے کی یا قبر کی لپائی کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: بلا ضرورت تزئینِ قبر کیلئے اس کو پختہ یا لپائی کرنے کی وصیت کرنا باطل ہے ہاں اگر وہاں جگہ ایسی ہو کہ پختگی یا لپائی کی حاجت ہو تو جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وإذا أوصى بأن يطين قبره أو يوضع على قبره قبة فالوصية باطلة إلا أن يكون في موضع يحتاج إلى التطيين لخوف سبع أو نحوه،

اگر کسی نے اپنی قبر کی لپائی یا اس کے اوپر قبہ بنانے کی وصیت کی تو باطل ہے مگر یہ کہ اس جگہ جانور یا اسی طرح کسی خوف کی وجہ سے لپائی کی حاجت ہو تو جائز ہے"

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوصایا، الباب الثانی، ج:6، ص:115، دارالکتب العلمية بيروت)

تعزیت کو آنے والوں کیلئے کھانے کی وصیت کرنا

سوال: کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: وصیّت تہائی مال سے نافذ ہوگی یہ کھانا دور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کیلئے ہوگا قریب والوں کیلئے نہیں اور کھانا ضرورت کے مطابق بنایا جائے گا اگر بہت زیادہ بچ گیا تو وصی پر تاوان ہوگا اور اگر تھوڑا بچا تو تاوان نہیں۔

"لو أوصى باتخاذ الطعام للمأتم بعد وفاته ويطعم للذين يحضرون التعزية قال الفقيه أبو جعفر يجوز ذلك من الثلث ويحل للذين يطول مقامهم عنده وللذى يجيء من مكان بعيد يستوى فيه الأغنياء والفقراء ولا يجوز للذى لا يطول مسافته ولا مقامه فإن فضل من الطعام شيء كثير يضمن الوصى وإن كان قليلا لا يضمن

یعنی کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو وصیّت ثلث مال سے نافذ ہوگی یہ کھانا ان لوگوں کے لئے ہوگا جو میت کے مکان پر طویل قیام رکھتے ہیں یا وہ دور دراز علاقے سے آئے ہوں اور اس میں غریب امیر سب برابر ہیں سب

کو یہ کھانا جائز ہے لیکن جو لمبی مسافت طے کر کے نہیں آیا یا اس کا قیام طویل نہیں ہے ان کے لئے یہ کھانا جائز نہیں، اگر وصی نے کھانا زیادہ تیار کرا دیا کہ یہ لوگ کھا چکے اور کھانا بہت زیادہ بچ رہا تو وصی اس زیادہ خرچ کا ضامن ہوگا اور کھانا بہت تھوڑا بچا تو وصی ضامن نہ ہوگا''

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الوصایا، الباب الثانی، ج:6،ص:115،دارالکتب العلمیة بیروت)

مرنے کے بعد تین دن تک کھانا پکوایا جائے

سوال: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کے لئے تین دن کھانا پکوایا جائے اس کا کیا حکم ہے،

جواب: ایامِ سوگ میں دعوت بدعتِ قبیحہ ہے دعوت خوشی کے موقع پر ہوتی ہے نہ کہ غم کے موقع پر لہٰذا یہ باطل ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”عن الشیخ الإمام أبی بکر البلخی رحمه الله تعالی رجل أوصی بأن یتخذ الطعام بعد موته للناس ثلاثة أیام قالوا الوصیة باطلة

یعنی شیخ امام ابو بکر بلخی رحمہ اللہ تعالی سے مروی ہے کہ کسی شخص نے وصیٹ کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کیلئے تین دن تک کھانا کھلایا جائے تو علماء نے فرمایا یہ وصیت باطل ہے''

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الوصایا، الباب الثانی، ج:6،ص:115،دارالکتب العلمیة بیروت)

بہت قیمتی کفن کی وصیت کرنا

سوال: کسی نے وصیت کی کے مجھے دس ہزار کا کفن پہنایا جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ وصیّت نافذ نہ ہوگی اسے اوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا جس میں نہ فضول خرچی ہو اور نہ بخل اور نہ تنگی ہو۔ ایسے شخص کو کفن مثل دیا جائے گا اور کفن مثل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جمعہ وعیدین اور شادیوں میں شرکت کے لئے جس قسم کا اور جس قیمت کا کپڑا پہنتا تھا اسی قیمت اور اسی قسم کے کپڑے کا کفن اسے دیا جائے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''رہی تجہیز وتکفین کے لئے وصیت وہ صرف حد مسنون وکفن متوسط تک مقبول ہے اس سے زیادہ میں باطل ونامعمول، مثلاً سو روپیہ میں تجہیز بقدر سنت وکفن میانہ ہوسکتی تھی اور اس کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تو ۹۰۰ روپیہ میں وصیت باطل ہے۔ فتاوی انقریہ میں ہے:

لو اوصی الرجل بان یکفن هو بعشرة الاف فانه یکفن بکفن الوسط من غیر سرف ولا تقتیر، قاضی خان فیما تجوز وصیته من کتاب الوصایا، وفی المنیة، الوصیة بالاسراف فی الکفن باطلة۔

اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسے دس ہزار درھم کا کفن پہنایا جائے گا تو اسے درمیانے درجے کا کفن دیا جائے گا جس میں نہ تو فضول خرچی ہو اور نہ بہت کمی ۔ یہ بات قاضی خاں کی کتاب الوصایا فیماتجوز وصیتہ' میں مذکور ہے، اور منیہ میں ہے کہ کفن میں اسراف کی وصیت باطل ہے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الوصایا، ج:25، ص:411، رضا فانڈیشن لاہور)

ٹاٹ کے کفن کی وصیت کرنا

سوال: اگر کسی نے وصیت کی مجھے ٹاٹ کے کفن پہنایا جائے اور گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالنا ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: یہ وصیت امورِ غیرِ مشروع کے بارے میں لہٰذا قابلِ نفاذ نہیں، باطل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی: 1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''وصیت کی کہ اُسے ٹاٹ کا کفن دیں اور گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر دفن کریں یہ امرِ نامشروع کی وصیت ہے مقبول نہ ہوگی اور بطور مشروع دفن کریں گے۔

فی الھندیة عن المحیط اذا اوصی ان یدفن فی مسح کان اشترا، ویغل و یقید رجله فھذه وصیة بمالیس بمشروع فبطلت ویکفن بکفن مثله ویدفن کما یدفن سائر الناس۔

ہندیہ میں بحوالہ محیط منقول ہے جب کسی نے وصیت کی کہ اسے ٹاٹ میں کفن دیا جائے جو اس نے خریدا ہے اور اس کو طوق پہنایا جائے وراس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جائیں، تو چونکہ یہ شرعی طور پر ناجائز کام کی وصیت ہے لہٰذا باطل ہوگی، اس کو کفن مثلی دیا جائے گا اور دیگر لوگوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:425، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

گھر میں تدفین کی وصیت کرنا

سوال: وصیت کی کہ مجھے میرے گھر میں ہی دفن کیا جائے تو کیا اس وصیت پر عمل کیا جائے گا؟

جواب: نہیں !اس کوگھر میں دفن نہیں کیا جائے یہ وصیت باطل ہے۔ یہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص اورامت کے حق میں مشروع نہیں، ہاں اگر اس نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر مسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے تو پھراس گھر میں اس کا دفن کرنا جائز وصحیح ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان(المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

والـلـفظ للثالثة اوصى بان يدفن فى داره فوصيته باطلة الا ان يوصى، ان يجعل داره مقبرة للمسلمين۔

اگرکسی نے وصیت کی کہ اس کواپنے گھر میں دفن کیا جائے تو وہ وصیت باطل ہوگی سوائے اس کے وہ یوں کرے کہ اس کے گھر کومسلمانوں کے لئے قبرستان بنادیا جائے۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ،کتاب الوصایا،ج:25،ص:425،رضا فانڈیشن لاھور)

قبر پرقبہ بنانے کی وصیت کرنا

سوال: اپنی قبرکومٹی گارے سے لیپنے کی وصیّت کی یا اپنی قبر پرقبہ تعمیر کرنے کی وصیّت کی تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگرتزئین کیلئے ہےتو باطل ہےاوراگرحفاظت کیلئے اوراس کی ضرورت بھی ہےتو جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وإذا أوصى بأن يطين قبره أو يوضع على قبره قبة فالوصية باطلة إلا أن يكون في موضع يحتاج إلى التطيين لخوف سبع أو نحوه

اپنی قبر کو مٹی گارے سے لیپنے کی وصیّت کی یا اپنی قبر پر قبہ تعمیر کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر قبر ایسی جگہ ہے جس کو درندوں اور جانوروں کے خوف سے لیپنے کی ضرورت ہے تو وصیّت نافذ ہوگی۔

(الفتاوی الہندیة، کتاب الوصایا، الباب الثانی، ج:6،ص:115، دار الکتب العلمیة بیروت)

اجرت دے کر قبر پر تلاوت کی وصیت کرنا

سوال: اجرت دے کر قبر پر تلاوتِ قرآن کروانے کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: اجرت پر قرآن پڑھنا، پڑھانا ناجائز و حرام ہے، اس لئے اس کی وصیت کرنا باطل ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وإذا أوصى أن يدفع إلى إنسان كذا من ماله ليقرأ القرآن على قبره فهذه الوصية باطلة.

یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے کسی آدمی کو اتنا مال دیا جائے کہ وہ میری قبر پر قرآن پاک کی تلاوت کرے تو یہ وصیّت باطل ہے۔

(الفتاوی الہندیة، کتاب الوصایا، الباب الثانی، ج:6،ص:116، دار الکتب العلمیہ بیروت)

قرآن پاک کو مسجد میں رکھنے کی وصیت کی

سوال: قرآن مجید مسجد میں رکھنے کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”وإذا أوصى بمصاحف توقف في المسجد يقرأ فيها قال محمد رحمه الله تعالى الوصية جائزة،

اگر کسی نے وصیت کی میری طرف سے مسجد میں قرآن وقف کر دیئے جائیں کہ ان کو پڑھا جائے تو امام محمد کے قول کے مطابق جائز ہے“

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا، الباب الثاني، ج:6، ص:117، دار الكتب العلمية بيروت)

کسی مسلمان کیلئے جنازہ میں عدم شرکت کی وصیت کرنا

سوال: کسی مسلمان کیلئے جنازہ میں عدمِ شرکت کی وصیت کرنا کیسا کہ فلاں میرے جنازہ، تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہو؟

جواب: مفتی اعظم پاکستان مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وقار الفتاویٰ میں فرماتے ہیں۔ یہ وصیت بالکل لغو اور باطل ہے، وصیت اپنی ملکیت کے بارے میں کی جاسکتی ہے۔ میت کو غسل دینا، تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کرنا یہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں پر پابندی لگائے کہ فلاں شخص میرے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ لہٰذا مرنے والے نے جو کہا اس پر عمل نہیں کیا جائے گا، اور جس کو کہا تھا کہ تم جا کر خبر دو اس کا خبر دینا بھی جائز نہیں۔

(وقار الفتاویٰ، ج:2، ص:361)

اپنی زمین میں مسجد بنانے کی وصیت کرنا

سوال: مسجد بنانے کی وصیت کرنا کیسا؟

جواب: بلا اختلاف جائز ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ولو أوصى أن يجعل أرضه مسجدا يجوز بلا خلاف،

یعنی اگر کسی نے وصیت کہ اس کی زمین میں مسجد بنائی جائے تو یہ وصیت بلا اختلاف جائز ہے''

(الفتاوىٰ الهندية، كتاب الوصايا، الباب الثاني، ج:6، ص:117، دار الكتب العلمية بيروت)

یہ کہا کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کے لئے

سوال: اگر کسی نے اس طرح وصیت کی کہ میرا تہائی مال اللہ عزوجل کیلئے ہے تو اگر وصیت نافذ ہو گی تو اس کا مال کن کاموں میں خرچ ہوگا؟

جواب: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور یہ مال نیکی و بھلائی کے راستے میں خرچ ہوگا اور فقراء پر صرف کیا جائے گا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قال محمد رحمه الله تعالى الوصية جائزة ويصرف إلى وجوه البر

وبقول محمد رحمه الله تعالى يفتي ويصرف إلى الفقراء،

یعنی (اگر کسی نے تہائی مال کی اللہ عزوجل کیلئے وصیت کی تو) امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جائز ہے اور نیکی کے کاموں میں خرچ کی جائے گی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہی مفتیٰ بہ ہے اور مال فقراء میں خرچ کیا جائے۔

(الفتاوی الهندية، كتاب الوصايا، الباب الثانی، ج:6،ص:117،دار الكتب العلمية بيروت)

مرض الموت میں تحفہ

سوال: اگر کسی نے اپنی مرض الموت میں کسی تحفہ یا ہبہ کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مرض الموت میں تحفہ، ہبہ، وقف مثلِ وصیت ہے یعنی اجنبی کیلئے تہائی مال تک صحیح ہے اس سے زائد ورثاء کی اجازت پر موقوف، اور وارث کیلئے مطلقاً ورثاء کی اجازت پر موقوف یعنی اگر ایک تہائی یا اس بھی کم ہو کیونکہ وارث کیلئے وصیت مطلقاً ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے اور مرض موت میں تحفہ، ہبہ اور وقف مثل وصیت ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

هبته ووقفه وضمانه كوصية فيعتبر من الثلث۔

مریض کا ہبہ، وقف اور ضمان اُس کی وصیت کی مثل ہے، لہذا ایک تہائی میں سے معتبر ہوں گے۔

(تنوير الابصار معه الدرمختار، كتاب الوصايا، باب العتق فی المرض، ص:739، دار الكتب العلمية بيروت)

ہبہ کا مثلِ وصیت ہونے کا مطلب

سوال: کیا مرض الموت میں کیا گیا ہبہ کلیۃً وصیت ہو جاتا ہے؟

جواب: نہیں! ہبہ اگر چہ مرض الموت میں ہو حقیقۃً ہبہ ہی ہے اور ہبہ کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہوگا، یعنی ہبہ بلا قبضہ تمام نہ ہوگا، اور جس چیز کو ہبہ کیا گیا ہے وہ غیر مشاع ہو، جس کو ہبہ کیا گیا اس کے ہبہ والی چیز پر قبضہ کرنے سے قبل اگر ہبہ کرنے

والا فوت ہو گیا تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔ مرض الموت میں ہبہ کرنے سے صرف اتنا اثر ہوا جو درج ذیل ہے،

(1) مرض الموت میں اجنبی کیلئے تہائی مال سے زائد مال کا ہبہ عاقل، بالغ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے جبکہ صحت میں کسی کی اجازت کی حاجت نہ تھی اگر چہ کل مال ہو۔

(2) مرض الموت میں وارث کیلئے کیا گیا ہبہ صحیح ہونے کیلئے عاقل، بالغ دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے جبکہ صحت میں کسی کی اجازت کی حاجت نہ تھی اگر چہ کل مال ہو۔

(3) اجازت کا اعتبار بھی وصیت کی طرح ہبہ کرنے والے کی موت کے بعد کا ہے اگر واہب کی زندگی میں ورثاء نے اجازت دیدی اور انتقال کے بعد انکار کر دیا تو ہبہ باطل ہے۔

ردالمحتار علی الدر المختار میں ہے:

قوله وهبته اى اذا اتصل بها القبض قبل موته، اما اذا مات ولم يقبض فتبطل الوصية لان هبة المريض هبة حقيقة وان كانت وصية حكما كما صرح به قاضيخان وغيره ١ ه طحطاوى عن المكى، قوله حكمه كحكم وصية اى من حيث الاعتبار من الثلث لا حقيقة الوصية لان الوصية ايجاب بعد الموت وهذه التصرفات منجزة فى الحال زيلعى۔

واہب کی موت سے پہلے قبضہ اس کے ساتھ مقترن ہو جائے لیکن اگر وہ مر گیا اور اس پر قبضہ نہ ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ مریض کا ہبہ درحقیقت ہبہ ہی ہے اگر چہ باعتبار حکم کے وصیت ہے، جیسا کہ قاضیخاں وغیرہ نے اس کی تصریح فرمائی اھ طحطاوی میں بحوالہ مکی منقول ہے کہ ماتن کا قول ''اس کا حکم وصیت کے حکم کی مثل ہے'' یعنی ایک تہائی سے اعتبار کرنے کی حیثیت سے نہ کہ حقیقت وصیت کے اعتبار سے اس لئے کہ وصیت ایسے ایجاب کو کہتے ہیں جو موصی کی موت کے بعد ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ تصرفات فی الحال نافذ ہیں۔

(ردالمحتار، کتاب الوصایا، باب العتق فی المرض، ج:5، ص:435، داراحیاء التراث العربی بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''ہبہ اگر چہ مرض الموت میں ہو حقیقۃً ہبہ ہے تمام شرائط ہبہ درکار ہوں گی، بلا قبضہ تمام نہ ہوگا، مشاع ناجائز ہوگا، واہب اگر قبل قبضۂ کاملہ موہوب لہ انتقال کر جائے ہبہ باطل ہو جائے گا، غرض وہ بہمہ وجوہ ہبہ ہے اور اسی کے احکام رکھتا ہے مرض الموت میں ہونے کا صرف اتنا اثر ہے کہ وارث کے لئے مطلقاً اور اجنبی کے واسطے ثلث باقی بعد ادائے دیون سے زیادہ میں بے اجازت دیگر ورثہ نافذ نہ ہوگا اجازت وارث عاقل بالغ نافذ التصرف کی بعد وفات مورث درکار ہے اس کی حیات میں اجازت دینی نہ دینی بیکار ہے۔ پس اگر مورث مثلاً اپنے پسر کو اپنے مرض الموت میں کوئی شئی ہبہ کرے اور قبضہ بھی پورا کرا دے اور اس کے انتقال کے بعد دیگر ورثہ اسے نہ مانیں وہ یکسر باطل ہو جائے گا اور بعض مانیں اور بعض نہ مانیں تو اس نہ ماننے والے کے حصے کے

لائق باطل قرار پائے گا"

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:453، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مرض الموت میں وصیت کرنا

سوال: مرض الموت میں کی گئی وصیت کا کیا حکم ہے؟

جواب: وصیت مرض الموت میں کی ہو یا صحت میں بہر صورت نافذ ہوگی، بلکہ تجہیز وتکفین اور ادائیگی قرض کے سے جو مال بچا اس کے تہائی حصہ سے وصیت نافذ ہوگی اور اسے رد کرنے کا ورثاء کو حق نہیں یہ لازماً نافذ العمل ہے۔

مرض الموت کی تعریف

سوال: مرض الموت سے کیا مراد ہے؟

جواب: مرض الموت اس مرض کو کہتے ہیں جس میں مریض کو اپنی موت کا غالب گمان ہو، اور اسی مرض سے متصل فوت ہوجائے اگرچہ مرنے کا سبب کوئی دوسری مرض بنے،

اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"شرعاً کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لئے دو باتیں درکار ہیں کہ وہ دونوں جمع ہوں تو مرض الموت ہے اور ان میں ایک بھی کم ہو تو نہیں۔

(1) اس مرض میں خوف ہلاک واندیشہ موت قوت وغلبہ کے ساتھ ہو، اگر اصلاً خوف موت نہیں یا ہے تو ضعیف ومغلوب ہے تو مرض موت نہیں اگرچہ اتفاقاً موت واقع ہو جائے۔

(2)اس غلبۂ خوف کی حالت میں اس کے ساتھ موت متصل ہوا گرچہ اس مرض سے نہ مرے موت کا سبب کوئی اور ہو جائے مثلاً زید کو ہیضہ یا طاعون ہوا اور ابھی اسے انحطاط کافی نہ ہوا تھا خوف ہلاک غالب تھا کہ سانپ نے کاٹا مر گیا یا کسی نے قتل کر دیا تو اس مرض میں جو تصرفات کئے وہ مرض الموت میں تھے اگر چہ موت اس مرض سے نہ ہوئی اور اگر انحطاط کافی ہو گیا تھا کہ غلبۂ خوف ہلاک جاتا رہا اور اب اتفاقاً اسی مرض خواہ دوسرے سبب سے مر گیا تو وہ تصرفات مرض کے نہ تھے اگر چہ حال اشتداد ہی میں کئے ہوں کہ انحطاط مرض و زوال خوف نے اسے مرض الموت نہ رکھا یوں ہی اگر بحال انحطاط وعدم خوف تصرفات کئے اور ان کے بعد پھر اشتداد ہو کر خوف غالب اور ہلاک واقع ہوا تو یہ تصرفات حالت مرض کے نہ ہوں گے کہ بحال غلبۂ خوف نہ تھے اگر چہ ان سے قبل و بعد غلبہ تھا''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الوصایا، ج:25،ص:457، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

طویل المدت امراض کا حکم

سوال: فالج، باری کا بخار یا ان جیسی دیگر امراض جو بعض اوقات سال یا اس سے بھی زائد عرصہ رہتی ہیں۔کیا اس صورت میں بھی تمام عرصہ مرض مریض کے تصرفات کا حکم مثل وصیت ہی ہوگا؟

جواب: اگر مرض اتنا طویل ہو جائے کہ سال سے تجاوز کر جائے تو وہ مرض الموت نہیں رہتا ایسا مریض مثل صحیح ہے، اس دوران کے تمام تصرفات نافذ العمل ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''ہمارے ائمہ کرام نے فالج و دِق و سِل وغیر ہا امراض مزمنہ کے مرض الموت ہونے کے لئے سال بھر کی حد مقرر فرمائی ہے اگر اس کے اندر موت ہو تو وہ مرض الموت قرار پاتے ہیں اور جب ایک سال سے تجاوز ہو جائے تو اس مریض کا حکم شرعاً بعینہٖ مثل صحیح و تندرست کے ٹھہرتا ہے اور جو کچھ تصرفات بیع خواہ ہبہ خواہ کچھ اور وارث خواہ غیر وارث کسی کے نام کرے مثل تصرفات صحیح کے صحیح و نافذ قرار پاتا ہے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الوصایا، ج:25،ص:321،رضا فاؤنڈیشن لاھور)

کونسی وصیّت مقدم ہے کونسی مؤخر

سوال: جب موصی نے متعدد وصیتیں کی ہوں تو کس وصیت کو پہلے پورا کیا جائے؟

جواب: جب متعدد وصیّتیں جمع ہو جائیں تو اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

(1) اگر تہائی مال سے وہ تمام وصیّتیں پوری ہو سکتی ہیں تو وہ پوری کر دی جائیں گی۔

(2) اور اگر تہائی مال میں وہ تمام وصیّتیں پوری نہیں ہو سکتیں لیکن ورثہ نے ان کو جائز کر دیا تب بھی وہ تمام وصیّتیں ادا کی جائیں گی۔

(3) اگر ورثاء نے اجازت نہ دی تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں۔

دیکھا جائے گا کہ آیا

(1) وہ تمام وصیّتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

(2) یا بعض تقرب الی اللہ کے لئے اور بعض بندوں کے لئے۔

(3) یا کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں۔

پہلی صورت: اگر کُل وصیّتیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ کُل ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں یا کُل وصیّتیں واجبات سے ہیں یا کُل کی کُل نوافل سے ہیں، اگر کُل وصیّتیں ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں تو پہلے وہ وصیّت پوری کی جائے گی جس کا ذکر موصی نے پہلے کیا۔

دوسری صورت: کچھ وصیّتیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور کچھ بندوں کے لئے تو اگر موصی نے قوم کے خاص خاص معیّن لوگوں کے لئے وصیّت کی تو وہ ثلث مال میں شریک ہیں، ان کو ثلث مال میں جو حصہ ملے گا وہ تقدیم و تاخیر ان سب کے لئے ہے اور جو حصہ ثُلث مال میں سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ملے گا اس میں فرائض مقدم ہوں گے پھر واجبات پھر نوافل۔

(الفتاویٰ الهندية، كتاب الوصايا، الباب الثانی، ج:6، ص:117، دار الكتب العلمية بيروت)

حج اور زکوٰۃ

سوال: موصی نے حج اور زکوٰۃ کی وصیت کی تو کس کو مقدم کریں گے؟

جواب: حج اور زکوٰۃ میں اگر حج فرض ہے تو وہ زکوٰۃ پر مقدم ہے خواہ موصی نے زکوٰۃ کا ذکر پہلے کیا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وإذا أوصى بالحج مع الزكاة يبدأ بحجة الإسلام وإن أخر الحج فی الوصية لفظا

اگر کسی نے وصیت کی فرض حج اور زکوٰۃ کی تو حج کو مقدم کرے اگرچہ حج کو زکوٰۃ سے بعد میں ذکر کیا ہو"

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، ج:6، ص:138، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

کفارات

سوال: کفارات میں سے کون سا کفارہ مقدم ہے؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

فی کفارة القتل مع کفارة الیمین یبدأ بما بدأ المیت به وفی عتق کفارة الفطر و کفارة قتل الخطأ یبدأ بکفارة القتل

یعنی کفارۂ قتل اور کفارۂ قسم میں اس کو مقدم کیا جائے گا جس کو موصی (وصیت کرنے والے) نے پہلے ذکر کیا۔ ماہِ رمضان کے روزے توڑنے کے کفارہ میں اور قتل خطاء کے کفارہ میں کفارۂ قتلِ خطاء مقدم ہوگا۔

(الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الوصایا، الباب الثانی، ج:6، ص:139، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

دوسری فصل:

وصی اور اس کے اختیارات

آدمی کو وصیّت قبول کرنا مناسب بات نہیں کیوں کہ یہ خطرات سے پُر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں پہلی بار وصیّت قبول کرنا غلطی ہے دوسری بار خیانت اور تیسری بار سرقہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، وصیّت میں نہیں داخل ہوتا ہے مگر بے وقوف اور چور ہے

(الفتاوی الھندیة، کتاب الوصایا،الباب التاسع،ج:6،ص:165،دار الکتب العلمیة بیروت)

وصی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کو وصیّت کرنے والا (موصی) اپنی موت کے بعد اپنے مال کی نگرانی اور نابالغ اولاد سے متعلق ذمہ داریوں کی انجام دہی کیلئے سربراہ مقرر کرے، گویا اس حیثیت سے وصی،، موصی کا نائب اور قائم مقام ہوتا ہے۔

ایجاب وقبول

سوال: کیا وصی بنانے کیلئے ایجاب وقبول ضروری ہے؟

جواب: جی ہاں وصی بنانے کیلئے ایجاب وقبول ضروری ہے، اس کیلئے کوئی بھی ایسی تعبیر اختیار کی جاسکتی ہے جو اس مفہوم کو واضح کرتی ہو۔ جیسے یوں کہے کہ تم میرے وصی ہو، تم میرے مال میں وصی ہو، میں اپنی موت کے بعد اپنی اولاد تمھارے سپرد کی، میری موت کے بعد میری اولاد کی نگہبانی کرنا، تم میری موت کے بعد

میرے وکیل ہو، وغیرہ۔

ردالمحتار میں ہے۔

أنت وصيی أو أنت وصيی فی مالی أو سلمت إليك الأولاد بعد موتی أو تعهد أولادی بعد موتی أو قم بلوازمهم بعد موتی أو ما جری مجری هذه الألفاظ يكون وصيا

یعنی (اگر کوئی کہے) تو میرا وصی ہے یا تم میرے مال کے وصی ہو یا میری موت کے بعد میری اولاد تمھارے سپرد ہے یا میری موت کے بعد میری اولاد کی دیکھ بھال کرنا، میری موت کے بعد میری اولاد کے لوازمات قائم کرو، یا اسی مفہوم کے الفاظ کہے تو وصی ہو جائے گا۔

(ردالمحتار، کتاب الوصايا، باب الوصی، ج:10، ص:435، دار المعرفة بيرات)

وصی کا ایجاب پر خاموش رہنا

سوال: موصی کے ایجاب پر وصی خاموش رہا نہ قبول کیا نہ انکار تو کیا حکم ہے؟

جواب: وصیت کیلئے ضروری ہے کہ جس کیلئے وصیت کی (وصی) اس کو قبول کر لے اگر اس نے قبول نہ کیا تو وصیت رد ہو جائے گی، اور خاموش رہا تو یہ بھی قبول نہ کرنا متصور ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

رجل أوصی إلی رجل فی وجهه فقال الموصی إليه لا أقبل صح رده ولا يكون وصيا

یعنی اگر کسی نے کسی شخص کو وصیت کی اس کے سامنے پس وصی نے قبول نہیں تو

اس کا رد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہیں ہوگا۔

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:165، دار الکتب العلمیة بیروت)

عورت کو وصی بنانا

سوال: عورت وصی بنانا کیسا؟

جواب: عورت کو بھی وصی بنانا جائز ہے؟

وإذا أوصى الرجل إلى المرأة أو إلى الأعمى فهو جائز

کسی شخص نے عورت کو یا اندھے کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے،

(الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:167، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وصی کیلئے مطلوبہ اوصاف

سوال: وصی کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: وصی بنانے کیلئے ضروری ہے کہ وہ شخص جس کو وصی بنانا ہے وہ مسلمان ہو، بالغ ہو، عاقل ہو، نیک اور امانتدار ہو۔

(ملخصاً الفتاویٰ الهندیة، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:166، دار الکتب العلمیة بیروت)

اگر کسی کو بھی وصی نہ بنایا

سوال: اگر مرحوم نے اپنی نابالغ اولاد کا کسی کو وصی نہ بنانا تو کون ان کا سربراہ ہوگا؟

جواب: اگر مرحوم نے کسی کو بھی وصی نہیں بنایا اور اس کی اولاد کا دادا بھی نہیں اور نہ ہی دادا کا وصی تو اس صورت میں میت کا بڑا بیٹا اور میت کی اولاد کا بڑا بھائی جبکہ

امین ہو وصی ہوگا۔

سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”ہمارے بلاد میں جبکہ یتیموں پر نہ باپ کا وصی ہو نہ حقیقۃً، دادا نہ دادا کا وصی تو اُن کا حقیقی جوان بھائی اگر لائق و امین ہو مثل سمجھا جائے گا، اور امانت و دیانت اور بچوں پر رحمت و شفقت کے ساتھ جن تصرفات کا شرعاً وصی کو اختیار ہوتا ہے اسے بھی ہوگا اگرچہ صراحتاً باپ نے اس کو وصی نہ بنایا ہو کہ یہاں عرفاً و دلالۃً وصایت ثابت ہے ہمارے بلاد میں عادت فاشیہ جاری ہے کہ باپ کے بعد جوان بیٹے اموال و جائداد میں تصرف کرتے اور اپنے نابالغ بہن بھائیوں کی پرورش و خبر گیری میں مصروف رہتے ہیں۔ لوگ اگر نابالغ بچوں کے ساتھ کوئی جوان بیٹا بھی رکھتے ہیں تو بے غم ہوتے ہیں کہ ہمارے بعد ان کا خبر گیراں موجود ہے اور صرف نابالغ ہی بچے ہوں تو محزون و پریشان ہوتے ہیں کہ سرپرستی کون کرے گا یہ عادت دائرہ سائرہ دلالۃً اذن تعہد و تصرف ہے والثابت عرفاً کالثابت شرعاً (جو عرف کے اعتبار سے ثابت ہو وہ ایسے ہی جیسے شرع کے اعتبار سے ثابت ہو)“

مزید فرماتے ہیں۔

بلاشبہ قطعاً معلوم کہ جو لوگ مال و اولاد صغار و کبار رکھتے ہیں عام حالت دیکھ کر خوب سمجھتے ہیں کہ یوں ہی ہمارے بعد بھی ولد کبیر تعہد جائداد و پرورش اولاد میں ہمارا قائم مقام ہوگا بلکہ اس امر کی آرزو و تمنا رکھتے ہیں اور یقیناً اس پر راضی ہوتے ہیں اگر ان سے کہا جائے تمہارے بعد تمہاری جائداد اور چھوٹے چھوٹے بچے ان کے شفیق و شفیق یعنی تمہارے بیٹے سے چھین کر ایک اجنبی

کو سپرد کردیئے جائیں جسے نہ مال کا درد ہو، نہ بچوں پر ترس تو ہرگز ہرگز اس امر کو قبول نہ کریں گے تو عرفاً ودلالۃً اذن وتفویض متحقق اور بیشک اگر نظر فقہی سے کام لیجئے تو اس وصایت معروفہ کو معتبر رکھنے کی شدید ضرورت ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اس کے ابطال میں مقاصد شرع کا بالکل خلاف بلکہ عکس مراد وقلب مقصود۔

وذلك لان عامة الناس فی بلادنا یموتون من دون تصریح بایصاء ویخلفون اموالا وعقارا واولاد صغارالاجدلهم وربما تكون فیهم بنات قاصرات فلولم تعتبرالوصایا المعهودة التی یعلم كل احد اذا رجع الی وجدانه الصحیح ان الورث كان راضیا علیها وان لوسئل عنها لافصح بها لزم تلف الاموال والضیاع وضیاع الاولاد اذلم یبق من یقوم بامرهم بحكم الشرع فاما ان یترك المال سائبة والاولاد هملا فهذا الضیاع المردود واما ان ینزع الامر من ید الشقیق الشفیق ویفوض الی اجنبی سحیق فهذا هو قلب المراد وعكس المقصود فوجب المصیر الی ماقلنا والتعویل علی دلالة الاذن كما عولنا واللّٰه الموفق۔

یعنی اور یہ اس لئے ہے کہ ہمارے شہروں میں لوگ صراحتاً وصیت کئے بغیر فوت ہوجاتے ہیں جو اپنے پیچھے مال، جائداد اور چھوٹی ناسمجھ اولاد چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا دادا بھی نہیں ہوتا اور بچوں میں بسا اوقات ناتواں بچیاں بھی ہوتی ہیں۔ اگر یہ معروف وصیت معتبر نہ ہو جس کے بارے میں ہر کوئی جانتا ہے جب وہ اپنے صحیح وجدان کی طرف رجوع کرے کہ مرنے والا اس پر راضی ہوتا

اوراگراس سے سوال کیا جاتا تو وہ اس کی تصریح کر دیتا تو اموال واسباب کا برباد ہونا اوراولاد کا ضائع ہونا لازم آئے گا کیونکہ کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو بحکم شرع ان کے معاملات کا نگران ہو۔ اب یا تو اموال واولاد کو بغیر نگران ومتولی کے چھوڑ دیا جائے تو یہ اس کا ضائع کرنا ہے جو کہ مردود ہے پھر شفیق بھائی سے نگرانی واپس لے کر شکستہ دل اجنبی کو سونپ دی جائے تو مقصود ومراد کے برعکس ہو گیا، لہٰذا ہمارے قول کی طرف رجوع کرنا اور دلالت اذن پر اعتماد کرنا ضروری ہے جیسا کہ ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:334، رضا فاؤنڈیشن لاهور)

وصی کا اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا

سوال: کیا وصی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوش بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وصی نے ذمہ داری قبول کر لی اور موصی کا انتقال ہو گیا تو اب وصی کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو۔ ہاں اگر وصی نے موصی کی زندگی میں اس کے علم میں لا کر قبول کرنے سے انکار کر دیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کر دیا مگر موصی کو اس کا علم نہیں ہوا تو انکار کا اعتبار نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"قال محمد رحمه الله تعالى فى الجامع الصغير فى رجل يوصى إلى رجل فقبله فى حياة الموصى فالوصاية لازمة حتى لو أراد الخروج

منھا بعد موت الموصی لیس له ذلك وإن رده فی حیاته إن رده فی، وجهه صح الرد وإن رده فی غیر وجهه لا یصح الرد ومعنی قوله فی، وجهه بعلمه ومعنی قوله فی غیر وجهه بغیر علمه

''یعنی جامع الصغیر میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کسی نے کسی شخص کو وصی بنایا پس اس نے موصی کی زندگی میں اس کو قبول کر لیا تو وصیت لازم ہو گئی یہاں کہ اگر وصی موصی کی موت کے بعد اس سے خروج کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اور اگر اس کی زندگی میں اس کے سامنے انکار کر دیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کیا مگر موصی کو علم نہیں تو صحیح نہیں''

(الفتاوی الهندیة، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:165، دار الکتب العلمیة بیروت)

سبکدوش ہونے کا اختیار لینا

سوال: کیا وصی ذمہ داری قبول کرتے وقت اس سے سبکدوشی کا اختیار لے سکتا ہے؟

جواب: ہاں اگر وصی بناتے وقت ہی وصی سے بات ہو گئی تھی کہ وہ جب چاہے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتا ہے تو وصی کو یہ حق ہے کہ جس وقت چاہے اور جب چاہے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"أوصی إلی رجل وجعله متی شاء أن یخرج منها فهو جائز وله أن یخرج منها متی شاء وفی أی وقت شاء

اگر کسی کو وصی بنایا اور اسنے شرط رکھی کہ میں جب چاہوں گا ذمہ داری چھوڑ دوں،

گا تو یہ جائز ہے اور اس کیلئے اختیار ہے جب چاہے سبکدوش ہو جائے“

(الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:165، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

وصی کی معزولی یا معاونؔ کا تقرر

سوال: کیا وصی معزول بھی کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اس کی صورتیں ہیں۔

(1) ایک وصی وہ ہے جو امانت دار ہو اور وصیّت پوری کرنے پر قادر ہو، قاضی کے لئے اس کو معزول اور برطرف کرنا جائز نہیں

(2) دوسرا وصی وہ ہے جو امانت دار تو ہو مگر عاجز ہو یعنی وصیّت کو پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، قاضی اس کی مدد کے لئے کوئی مددگار مقرر کر دے گا۔

(3) تیسرا وصی وہ ہے جو فاسق و بدعمل ہو یا کافر ہو یا غلام ہو، قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اسے برطرف اور معزول کر دے اور اس کی جگہ کسی دوسرے امانت دار مسلمان کو مقرر کرے۔

(ملخصاً الفتاویٰ الھندیۃ، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:165، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اگر وصی ذمہ داری سبکدوش ہونا چاہے

سوال: اگر وصی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس سے سبکدوش ہونا چاہے تو کیا کرنا ہوگا؟

جواب: فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

إذا قبل الوصی أو تصرف بعد الموت وأراد أن یخرج نفسہ من

الوصية لم يجز ذلك إلا عند الحاكم وقد قالوا إن الوصى إذا التزم ثم حضر عند الحاكم فأخرج نفسه نظر الحاكم فى حاله فإن كان مأمونا قادرا على التصرف لم يخرجه وإن عرف عجزه و كثرة اشتغاله يخرجه

وصی نے وصیّت قبول کر لی یا موت کے بعد تصرف کیا پھر اس نے ارادہ کیا کہ وصیّت سے نکل جائے، یہ بغیر حاکم کی اجازت کے جائز نہیں وصی کو جب وصیّت لازم ہوگئی پھر وہ حاکم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کیا تو حاکم معاملہ پر غور کرے گا اگر وہ وصی امانت دار اور وصیّت نافذ کرنے پر قادر ہے تو اسے وصی ہونے سے نہیں نکالے گا اور اگر وہ عاجز ہے اور اس کے مشاغل کثیر ہیں تو نکال دے گا۔

(الفتاوی الہندیة، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:166، دار الکتب العلمیة بیروت)

وصی کے تصرفات

سوال: کون سے وصی کو مال یتیم پر تصرف حاصل ہے؟

جواب: یہ تین ہیں سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

وہ ولی جسے مال یتیم میں تصرف جائز ہو تین ہیں، باپ کا وصی، دادا اور دادا کا وصی۔ ان (مذکورہ بالا افراد کے علاوہ) کے سوا اور اقارب اگرچہ مادر و برادر وعم و خواہر ہوں انہیں راسا تصرف فی المال کا اختیار نہیں۔

فی الدرالمختار ولیہ احد اربعة الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ ۱ھ ۱ ملخصًا۔

درمختار میں ہے اس کا ولی چار میں سے کوئی ایک ہوگا باپ پھر اس کا وصی۔ دادا

پھر اس کا وصی اھ تلخیص۔

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:375، رضا فانڈیشن لاھور)

وصی کا نابالغ منقولہ جائداد کی خرید فروخت کرنا

سوال: وصی کا یتیم کی منقولہ جائداد کی خرید وفروخت کرنا کیسا؟

جواب: وصی نابالغ کی منقولہ اشیاء کو ضرورتاً مال کی حفاظت کیلئے بیچ سکتا ہے جبکہ اس میں نقصان نہ ہو۔

اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''ان کی جائداد منقولہ کو بیچ سکتا ہے کہ اس کی بیع از قبیل حفظ ہے جبکہ یتیم کا اس میں ضرر نہ ہو''

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:431، رضا فانڈیشن لاھور)

وصی کا نابالغ غیر منقولہ جائداد کی خرید فروخت کرنا

سوال: کیا وصی نابالغ کی غیر منقولہ جائداد فروخت کرسکتا ہے؟

جواب: وصی کو نابالغ کی جائداد چند شرائط کے ساتھ فروخت کرسکتا ہے اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو قطعاً غیر منقولہ جائداد فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت نقل فرماتے ہیں

جاز بیعہ عقار صغیر من اجنبی لامن نفسہ بضعف قیمتہ اولنفقۃ الصغیر اودین المیت اووصیۃ مرسلۃ لانفاذ لھا الامنہ اولکونہ غلاتہ، لاتزید علی مؤنتہ اوخوف خرابہ اونقصانہ اوکونہ فی ید متغلب

درروا شباہ ملخصا قلت وھذا الو البائع و صیا لامن قبل ام او اخ فانھما لایملکان بیع العقار مطلقا الخ وفی الشامیۃ عن الرملی عن الخانیۃ فی مسئلۃ بیع المنقول لنسیئۃ ان کان یتضرر بہ الیتیم بان کان الاجل فاحشا لایجوز ۱ھ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

نابالغ کی غیرمنقول جائداد کو اجنبی کے ہاتھ دُگنی قیمت پر بیچنا جائز ہے وصی خود نہیں خرید سکتا۔ یونہی نابالغ کے نفقہ یا میت کے قرض کی ادائیگی یا ایسی وصیت مطلقہ کے نفاذ کے لئے بیچنا جائز ہے جس وصیت کا نفاذ اس جائیداد کو بیچے بغیر نہیں ہوسکتا یا اس جائداد کی پیداوار اس کے اخراجات سے زیادہ نہیں یا اس جائداد کے خراب ہونے یا ناقص ہونے یا کسی جابر کے قبضہ میں چلے جانے کا خوف ہوتو بھی بیع جائز ہے، درروا شباہ (تلخیص) اور یہ تب ہے کہ بائع ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے وصی نہ ہو، کیونکہ یہ دونوں غیرمنقول جائداد کو بیچنے کا مطلقاً اختیار نہیں رکھتے الخ اور شامیہ میں بحوالہ خانیہ رملی سے منقول ہے کہ منقول جائداد کی ادھار پر بیع اگر یتیم کے لئے نقصان دہ ہو بایں صورت کہ ادھار کی مدت بہت زیادہ ہوتو جائز نہیں الخ۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الوصایا، ج:25، ص:432، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وصی نے اپنے مال سے موصی کو کفن دیا

سوال: اگر وصی نے اپنے مال سے مرحوم کو کفن دیا تو وہ ترکہ میں سے لے سکتا ہے؟

جواب: اگر وصی نے اپنے مال سے میت کو کفن دیا تو وہ میت کے مال سے لے سکتا ہے اور یہی حکم وارث کا بھی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

ونصوا علی ان الوصی او الوارث اذا کفن فی الترکة

یعنی مشائخ نے اس پر نص فرمائی کہ وصی یا وارث جب اپنے مال میں سے میت کو مثلی کفن پہنادے تو وہ ترکہ میں رجوع کرے گا۔

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:594، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کرنا

سوال: وصی کا یتیم کو تعلیم قرآن اور آداب سکھانے کیلئے خرچ کرنا کیسا؟

جواب: جائز ہے جب کہ وہ صلاحیت رکھتا ہو۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وصی أنفق من مال الیتیم علی الیتیم فی تعلیم القرآن و الأدب إن کان الصبی یصلح لذلک جاز

یعنی وصی نے یتیم کا مال یتیم کی تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کیا، اگر بچہ اس کی (یعنی تعلیم ادب کی) صلاحیت رکھتا تھا تو جائز ہے"

(الفتاوی الھندیة، کتاب الوصایا، الباب التاسع، ج:6، ص:181، دار الکتب العلمیة بیروت)

فقیر وصی نے وصیت کی رقم خود ہی رکھ لی

سوال: موصی نے ایک شخص کو وصیّت کی اور اسے اپنا تہائی مال صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اگر اس شخص نے وہ مال خود ہی رکھ لیا تو کیا حکم ہے؟

جواب: اس کا خود رکھنا جائز نہیں، لیکن اگر اس نے اپنے بالغ بیٹے کو دیا یا ایسے

چھوٹے بیٹے کو دیا جو قبضہ کرنا جانتا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ چھوٹا بیٹا قبضہ کرنا نہیں جانتا تو جائز نہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

أوصى إلى رجل فأمره أن يتصدق بثلث ماله فلو وضع فی نفسه لم يجز ولو دفع إلى ابنه الكبير أو الصغير الذی يعقل القبض جاز وإن لم يعقل لم يجز

یعنی اگر کسی نے وصی کو اپنے تہائی مال سے صدقہ کرنے کا کہا پس اس نے خود رکھ لیا تو جائز نہیں اور اگر وہ بڑے یا چھوٹے بیٹے جو قبضہ کا شعور رکھتا ہو تو جائز ہے اور اگر عاقل نہیں تو جائز نہیں۔

(الفتاویٰ الھندیة، کتاب الوصایا، الباب الثامن مسائل شتی، ج:6، ص:163، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

لاعلمی میں مال اغنیاء کو دے دیا

سوال : اگر کسی نے فقراء کو مال صدقہ کرنے کی وصیت کی اور وصی نے وہ مال لاعلمی میں اغنیاء کو دے دیا تو کیا حکم ہے۔

جواب: ناجائز ہے۔ وصی فقراء کو اتنا مال دینے کا ضامن ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

سئل عن رجل أوصى بثلث ماله للفقراء فأعطى الوصی الأغنياء وهو لا يعلم قال محمد رحمه الله تعالى لا يجزئه والوصی ضامن للفقراء فی قولهم جميعا

یعنی اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے فقیروں کے لئے اپنے

تہائی مال کی وصیت کی اور وصی نے لاعلمی میں اغنیاء کو دے دیا، امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ کفایت نہ کرے گا۔ اور تمام ائمہ کے قول کے مطابق وصی فقیروں کے لئے ضامن ہوگا۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الوصایا، الباب الثامن مسائل شتی، ج:6، ص:163، دار الکتب العلمیة بیروت)

سولواں باب:

وراثت کا بیان

پہلی فصل:

ترکہ کی تعریف

سوال: ترکہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ مال جو بوقتِ وفات میت کی ملک میں ہو اور اس پر کسی غیر کا حق نہ ہو ترکہ کہلاتا ہے اور اسی میں بعد میں احکام وراثت جاری ہوتے ہیں۔

خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

"ما ترکہ المیت من الاموال صافیا عن تعلیق حق الغیر بعین من الاموال" میت کا چھوڑا ہوا ایسا مال جس کے عین ساتھ کسی غیر کا حق متعلق نہ ہو"

(ردالمحتار:10:ص:528)

میراث کے ارکان

سوال: میراث کے کتنے ارکان ہیں؟

جواب: خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

"ارکانه ثلاثة وارث و مورث و موروث
ترکہ کے تین ارکان ہیں وارث، مورث، میراث"

(ردالمحتار:10:ص:525)

اسباب وراثت

سوال: وراثت کن اسباب کی بناپر متحقق ہوتی ہے؟

جواب: خاتم المحققین امام محمد امین بن عمر ابن عابدین الشامی (المتوفی:1252) فتاویٰ شامی میں فرماتے ہیں۔

"الاسباب التی بها یتو ارث ثلاثة:الرحم والنکاح والولاء
یعنی وراثت کے تین اسباب ہیں۔نکاح،قرابت،ولاء"

(ردالمحتار:10:ص:525)

مالِ میت کے مصارف

سوال: میت نے جو مال چھوڑا وہ کیسے صرف کیا جائے گا؟

جواب: جب کوئی مسلمان فوت ہوجائے تو شرعاً اس کے مال میں چار حق ہوتے ہیں۔(1) تجہیز وتکفین (2) قرض (3) اجرائے وصیت (4) تقسیمِ میراث

تفصیل حقوقِ اربعہ

سوال: میت کے مال میں جو چار حقوق ہیں ان کی تفصیل کیا ہے کہ ان کی ادائیگی کیسے کی جائے؟

جواب: ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

(1)**تجہیز و تکفین** :سب سے پہلے میت کے مال سے تجہیز و تکفین کا مسنون مقدار کے موافق انتظام کیا جائے گا۔ مسنون مقدار سے نہ عدداً کمی بیشی کی جائے گی اور نہ ہی قیمۃً۔

عدد میں مسنون یہ کہ مرد کیلئے کفن میں تین کپڑے اور عورت کیلئے پانچ ہیں تو اس سے کمی بیشی نہیں کی جائے گی۔

قیمت میں مسنون یہ کہ مرحوم زندگی میں جس طرح کا لباس اپنے دوست احباب کے ہاں پہن کر جاتا تھا اس قیمت کا ہو اس سے کمی بیشی نہ کی جائے۔

(2)**قرض کی ادائیگی**: تجہیز و تکفین سے جو مال بچے اس سے اگر مرحوم پر بندوں کا کوئی قرضہ ہو تو پہلے وہ ادا کیا جائے گا اگرچہ سارا ہی مال ختم ہو جائے۔

(3)**اجرائے وصیت**: قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے، اس کے ایک تہائی 1/3 حصہ میں اگر مرحوم نے کوئی وصیت کی ہو تو وہ نافذ ہو گی۔

(4)**تقسیم میراث**: ان تین حقوق سے جو مال بچے وہ شرعی وارثوں میں ان کے حصص کی مقدار تقسیم ہو گا۔

تجہیز کی تعرف

سوال: تجہیز میں کون کون سے اخراجات شامل ہیں۔

جواب: تجہیز میں میت کی وفات سے لے کر دفن تک وہ تمام اخراجات شامل ہیں جن کی میت کو حاجت ہے۔ جیسے کفن، غسل دینے والے کی اجرت، قبر بنانے والے

کی اجرت، قبرستان لے جانا بلا اجرت ممکن نہ ہو تو اس کی اجرت اور اگر قبر کی جگہ قیمۃً خریدنی پڑی تو اس کی قیمت وغیرہ وغیرہ۔

بقیہ ماندہ میراث کے مستحق افراد

ترکہ کے مستحقین کی تعداد 10 ہے۔ جو بالترتیب حسبِ ذیل ہیں۔

(1) اصحابِ فرائض (2) عصبات نسبیہ (3) عصبات سببیہ (4) عصبۂ سببیہ کے مذکر عصبات (5) ذوی الفروض النسبیہ کو دوبار ادائیگی (6) ذوی الارحام (7) مولیٰ الموالاۃ (8) مقر لہ بالنسب (9) موصیٰ لہ بجمیع مالہ (10) بیت المال

مستحقینِ میراث کی ترتیب وتفصیل

سوال: میراث کے مستحق افراد کی تفصیل وترتیب کیا ہے؟

جواب: مستحقینِ میراث کی ترتیب وتفصیل درجہ ذیل ہے۔

(1) **اصحاب الفرائض:** یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصے قرآن وسنت اور اجماع سے مقرر اور متعین ہیں۔ ان کو ذوی الفروض بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بارہ اشخاص ہیں۔ ان میں چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔

(1) باپ (2) دادا (3) اخیافی بھائی (4) شوہر۔

(5) بیوی (6) بیٹی (7) پوتی (8) عینی بہن (9) علاتی بہن (10) اخیافی بہن (11) ماں (12) جدہ (دادی ونانی) مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(2) **عصبہ نسبی** : اگر ذوی الفروض سے کچھ مال بچ جائے تو باقی ماندہ مال عصبات کو مل جائے گا۔اگر ذوی الفروض نہ ہوں تو پورے مال کے وارث بنتے ہیں۔ان کی تین قسمیں ہیں۔

1: **عصبہ بنفسہ**: وہ مرد رشتہ دار جس کے مرحوم کی طرف نسبت میں کسی عورت کا واسطہ نہ ہو۔

2: **عصبہ بغیرہ**: وہ خواتین جن کا حصہ نصف یا دو تہائی ہے اور وہ اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔

3: **عصبہ مع غیرہ**: وہ خاتون جو دوسری خاتون کے ساتھ مل کر عصبہ بنتی ہے، جیسے بیٹی کے ساتھ مل کر بہن۔مزید تفصیل آگے آئے گی۔

(3) **عصبہ سببی**: غلام آزاد کرنے والا۔فی زمانہ چونکہ عصبہ سببی کا وجود نہیں اس لئے اس کی تفصیل کی حاجت نہیں۔

(4) **عصبہ سببی کے مذکر عصبات** :ان کا بھی دورِ حاضر میں وجود نہیں۔

(5) **ذی الفروض کو دوبارہ ادائیگی**: اگر دونوں طرح کے عصبات نہ ہوں تو بقیہ ماندہ مال ذوی الفروض پر دوبارہ تقسیم کر دیا جائے گا۔

(6) **ذوی الارحام**: اگر ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو پھر مال کے حقدار ذوی الارحام ہیں۔ذی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو نہ ذوی الفروض ہیں نہ عصبات

ہیں۔جیسے نواسے، بھانجے وغیرہ

(7)**مولیٰ موالاۃ**: فی زمانہ اس کی بھی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔

(8)**مقرلہ بالنسب**: پھر اگر یہ بھی نہ ہوں تو مال کا وارث مقرلہ بالنسب بنے گا۔یہ وہ شخص ہے جس کا نسب معروف نہ لیکن مرحوم نے اس کے نسب کا اقرار کیا ہو جیسے فلاں میرا بھائی یا چچا وغیرہ۔اس میں مزید بھی شرائط ہیں۔

(9)**موصیٰ لہ بجمیع المال**: پھر اگر یہ بھی نہ ہو تو مال کا وارث موصی لہ بجمیع المال بنے گا۔یہ وہ شخص ہے جس کیلئے مرحوم نے کل مال کی وصیت کی ہو۔

(10)**بیت المال**: اگر یہ بھی نہ ہو تو مال تمام مسلمانوں کے استعمال کیلئے بیت المال میں جمع کروا دیا جائے ،فی زمانہ چونکہ بیت المال کے منتظمین شرعی تقاضے پورے نہیں کرتے لہٰذا جسکا کوئی بھی وارث نہ ہو تو اس کا مال فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔

میراث سے محروم کرنے والے اسباب

بعض اسباب ایسے ہیں جو وارث کو میراث سے شرعاً محروم کر دیتے ہیں اور وہ چار ہیں:

(1) **غلام ہونا**: یعنی اگر وارث غلام ہے خواہ کلیۃً غلام ہو یا مدبر ہو یا ام ولد ہو یا مکاتب ہو تو وہ وارث نہ ہوگا۔

(2)**مرحوم کا قاتل ہونا**: اس سے مراد ایسا قتل ہے جس کی وجہ سے

قاتل پر قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہو

(3) **دین کا اختلاف**: یعنی مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔

(4) **ملکوں کا اختلاف**: یعنی یہ کہ وارث اور مورث (یعنی مرنے والا شخص کہ جس کی میراث تقسیم ہوگی) دونوں کافر ہوں اور دو مختلف ملکوں کے باشندے ہوں جن کی آپس میں لڑائی ہو تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔ اس مسئلے میں کافی تفصیل ہے۔ یہاں محض اجمالی بیان ہے۔

دوسری فصل :

اصحاب فرائض

جن کے حصے قرآن نے مقرر فرمائے

(1)باپ(2)دادا(3)اخیافی بھائی(4)شوہر۔

(5)بیوی(6)بیٹی(7)پوتی(8)عینی بہن(9)علاتی بہن(10)اخیافی بہن(11)ماں(12)جدہ(دادی ونانی)

ان کی دوقسمیں ہیں۔(1)نسبی(2)سببی

نسبی: جونسب میں شریک ہوں، زوجین کے علاوہ بقیہ تمام

سببی: جونسب میں شریک نہ ہوں جیسے زوجین

اصحاب الفرائض کے احوال

(1)**باپ:** باپ کی تین مختلف حالتیں ہیں اور ہر حالت میں اس کا الگ حصہ ہے۔

(1)جب باپ کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا (نیچے تک) ہو تو باپ کو کُل مال میں سے صرف چھٹا حصہ ملے گا۔

(2)اگر باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی (نیچے تک) ہے تو باپ کو چھٹا حصہ بطور صاحب فرض کے ملے گا اور اگر تقسیم کے بعد بچ جائے تو وہ باپ کو بطور عصبہ ملے گا۔

(3)جب باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی (نیچے تک) کوئی نہ ہو تو باپ کو صرف بطور عصوبت اصحاب فرائض سے بچ جانے کے بعد ہی ملے گا اور اس صورت

میں کوئی معین حصہ نہیں بلکہ جو کچھ بچا ہوگا وہ سب باپ کو ملے گا۔ (سراجی ص ۷)

(2) **دادا**: دادا کی چار مختلف حالتیں ہیں۔

تین حالتیں تو باپ کے احوال ہی کی مانند ہیں، چوتھی حالت یہ کہ اگر باپ موجود ہو تو دادا کا حصہ ساقط ہو جاتا ہے۔

(3) **اخیافی بھائی**: جو ماں کی طرف سے بھائی ہو اس کے مختلف احوال ہیں۔

1: اگر ماں شریک بھائی صرف ایک ہے تو اسے چھٹا حصہ ملے گا

2: گر ماں شریک بھائی یا بہن دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہو جائیں گے اور یہاں بھائی بہنوں کو برابر حصہ ملے گا۔

3: ماں شریک بھائی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی (نیچے تک) باپ یا دادا کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گے۔

(4) **شوہر**: شوہر کی دو مختلف حالتیں ہیں۔

1: جب مرحومہ کی اولاد یا اولاد در اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) کوئی نہ ہو تو شوہر کو کل مال کا نصف ملے گا۔

2: اگر مرحومہ کی کوئی اولاد (بیٹا بیٹی پوتا پوتی نیچے تک) کوئی ہو تو اس صورت میں شوہر کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

شوہر کبھی میراث سے مکمل طور پر محروم نہیں ہوتا۔

(5)**بیوی**: بیوی کی بھی دو حالتیں ہیں۔

1: اگر شوہر مرحوم کی کوئی اولاد، اور اولاد کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) نہ ہو تو بیوی تو کل مال کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

2: اگر شوہر مرحوم کی کوئی اولاد، اور اولاد کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک) میں سے کوئی ہو تو بیوی تو کل مال کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

(6)**بیٹی**: بیٹی کی کے تین مختلف احوال ہیں۔

1: گر مرحوم باپ کی کوئی اور اولاد نہ ہو صرف ایک بیٹی ہو تو اس کو نصف مال ملے گا۔

2: اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو ان سب کو دو تہائی ملے گا اور ان میں برابر برابر تقسیم ہو گا۔

3: وراگر بیٹی کے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہو تو بیٹا اور بیٹی دونوں عصبہ بن جائیں گے اور مال بطور عصوبت دونوں میں اس طرح تقسیم ہو گا کہ بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے دوگنا دیا جائے گا۔

(7)**پوتی**: پوتی کے چھ مختلف احوال ہیں۔

1: گر میت کے بیٹا بیٹی نہیں صرف ایک پوتی ہے تو اس کو نصف مال ملے گا۔

2: اگر میت کا بیٹا بیٹی نہیں ہے دو پوتیاں ہیں یا دو سے زائد تو وہ دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

3: گر میت کی ایک بیٹی بھی ہے تو پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد وہ سب کی سب چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔

4: پوتیاں حقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گی بشرطیکہ میت کا کوئی پوتا، پرپوتا (نیچے تک) موجود نہ ہو۔

5: اگر پوتیوں کے ساتھ میت کی دو حقیقی بیٹیاں بھی موجود ہیں اور پوتا یا پڑپوتا (نیچے تک) ہو تو پوتیاں، پوتے یا پڑپوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔ یعنی پھر اصحاب فرائض جو مال بچے وہ ان میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہوگا۔

6: پوتیوں کے ساتھ اگر میت کا بیٹا ہو تو پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔

(8) **عینی بھن** : یعنی سگی بہن اس کی پانچ مختلف احوال ہیں۔

1: اگر مرحوم کی ایک بہن کے علاوہ اور کوئی نہیں تو اسے نصف مال ملے گا۔

2: اگر بہنیں دو یا دو سے زائد ہیں تو دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

3: اگر میت کی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بھائی بھی ہو تو وہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی۔ ان میں مال اس طرح تقسیم ہوگا کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہوگا۔

4: اگر بہنوں کے ساتھ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا پڑپوتی (نیچے تک) ہو تو اب بہن عصبہ بن جائے گی یعنی جو کچھ باقی بچے گا وہ لے گی۔

5: اگر میت کی بہنوں کے ساتھ اس کا کوئی بیٹا یا پوتا (نیچے تک) یا باپ، داد (اوپر تک) کوئی ہو تو مرحوم کی بہنوں کو کچھ نہیں ملے گا۔

(9) **علاتی بھن**: جو باپ کی طرف سے بہن ہو، اس کے سات مختلف احوال ہیں۔

1: اگر مرحوم کی علاتی بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو تو اُسے آدھا ملے گا۔

2: اگر دو یا دو سے زائد علاتی بہنیں ہوں تو وہ دو تہائی میں شریک ہوں گی۔

3: اگر مرحوم کی علاتی بہن یا بہنوں کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو تو علاتی بہن یا بہنوں کو صرف چھٹا ملے گا۔

4: گر علاتی بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں تو اس کو کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ دو تہائی جو زائد سے زائد بہنوں کا حصہ تھا وہ پورا ہو چکا۔

5: اگر علاتی بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں اور باپ شریک بھائی بھی ہو تو حقیقی بہنوں کے حصہ کے بعد جو کچھ بچے گا، مرحوم کی علاتی بہنیں، مرحوم کے علاتی بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوں گی۔ بقیہ ماندہ مال ان میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہوگا۔

6: اگر باپ شریک بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹیاں یا پوتیاں (نیچے تک) ہوں تو یہ بہنیں ان کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔

7: حقیقی بھائی بہن ہوں یا باپ شریک سب کے سب بیٹے یا پوتے (نیچے تک) اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم رہتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک دادا کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور فتویٰ اسی پر ہے۔

8: علاتی بہن، حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے محروم ہو جاتے ہیں۔

(10): **اخیافی بهن**: یعنی ماں شریک بہن اس کے وہی احکام ہیں جو ماں شریک بھائی کے ہیں۔

(11) **ماں**: ماں کے تین مختلف احوال ہیں۔

1: گر مرحوم کی اولاد (بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی نیچے تک ہو) یا کسی جہت (حقیقی، علاتی، اخیافی) دو بہن، بھائی ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

2: اگر مرحوم کی نہ اولاد اور نہ ہی کسی جہت سے دو بہن، بھائی ہوں تو مرحوم کی ماں کو کل مال کا تہائی حصہ ملے گا۔

3: گر کسی مسئلے میں بیوی اور ماں باپ یا شوہر اور ماں باپ جمع ہوں تو شوہر یا بیوی کو دینے کے باقی ماندہ مال کا تہائی ماں کو ملے گا۔

نوٹ: اگر مذکورہ بالا صورت میں باپ کی جگہ دادا ہو تو ماں کو کل مال کا تہائی ملے گا۔

(12) **دادی، نانی**: اس کو جدہ صحیحہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے چار مختلف احوال ہیں۔

1: نانی اور دادی دونوں جمع ہوں تو دونوں چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔

2: اگر مرحوم کی ماں موجود ہو تو دادی یا نانی کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔

3: اگر مرحوم کا باپ موجود ہو تو دادیاں محروم ہونگی نانیاں محروم نہیں ہونگی۔

4: اگر دادا موجود ہو تو وہ دادی محروم ہو جائے گی جو دادا کے واسطے سے ہے۔ (یعنی دادی تو محروم نہیں ہوگی بلکہ دادا کی ماں محروم ہو جائے گی۔

5: قریبی دادی یا نانی دور والی کو محروم کر دیتی ہے، یعنی دادی یا نانی کی موجودگی میں پڑدادی اور پڑنانی محروم ہو جائیں گی اگر چہ یہ خود بھی کسی وجہ سے محروم ہوں۔

تیسری فصل:

عصبات کا بیان

عصبات سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے مقرر شدہ حصے نہیں البتہ اصحاب فرائض سے جو بچتا ہے انہیں ملتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو تمام مال انہی میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

عصبات کی دو قسمیں ہیں۔(۱) عصبہ نسبی (۲) عصبہ سببی۔

(1) **عصبہ نسبی**: عصبہ نسبی سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن کے مقررہ حصے نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض سے اگر کچھ بچتا ہے تو انہیں ملتا ہے عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں۔

(1) عصبہ بنفسہٖ (2) عصبہ بغیرہٖ (3) عصبہ مع غیرہ

عصبہ بنفسہ: عصبہ بنفسہٖ سے مراد وہ مرد ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کوئی عورت نہ آئے۔ عصبہ بنفسہٖ کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم : جزو میت، یعنی بیٹے پوتے (نیچے تک)

دوسری قسم : اصل میت، یعنی میت کا باپ دادا (اوپر تک)

تیسری قسم : میت کے باپ کا جزو، یعنی بھائی پھر ان کی مذکر اولاد۔ در۔ اولاد (نیچے تک)

چوتھی قسم : میت کے دادا کا جزو، یعنی چچا پھر انکی مذکر اولاد۔ در۔ اولاد (نیچے تک)

توضیح: یہ چاروں اقسام بالترتیب وارث ہوتی ہیں۔لہٰذا پہلی قسم (بیٹا، پوتا، پڑپوتا نیچے تک) کے ہوتے ہوئے بقیہ تینوں قسمیں عصبہ نہیں بنیں گی اور اگر پہلی قسم بالکل نہ پائی جائے تو پھر دوسری قسم (باپ، دادا، پردادا اوپر تک) عصبہ بنیں گے اور اس کی موجودگی میں تیسری اور چوتھی قسمیں عصبہ نہیں بنے گی، اور اگر دوسری قسم بالکل نہ پائی جائے تو تیسری قسم (بھائی، بھتیجے) عصبہ بنیں گے اور اس کی موجودگی میں چوتھی قسم عصبہ نہیں بنے گی اور اگر تیسری قسم بالکل نہ پائی جائے تو پھر چوتھی قسم عصبہ بنے گی۔

تقسیمِ میراث: عصبہ بنفسہ میں میراث کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اگر ذوی الفروض میں کوئی نہ ہو تو کل مال انہیں کو ملے گا اور اگر ذوی الفروض میں سے کوئی ہو تو ان کے حصے تقسیم کرنے بعد باقی اس کو ملے گا۔

عصبہ بغیرہ: وہ خاتون جو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے۔ یہ چار ہیں۔(1) بیٹی (2) پوتی (3) حقیقی بہن (4) علاتی بہن۔

تقسیم میراث: اب ان بہن بھائی کے درمیان میراث کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ بھائی کو بہن کی بنسبت دو گنا ملے گا۔

عصبہ مع غیرہ: وہ خواتین جو بیٹی، پوتی (نیچے تک) کی موجودگی میں عصبہ ہوجاتی ہیں۔ یہ دو ہیں۔(1) حقیقی بہن (2) علاتی بہن

تقسیم میراث: بیٹی اور پوتی وغیرہ کو ذوی الفروض ہونے کی وجہ سے ان کے مقررہ حصے دیئے جائیں گے ان سے باقی ماندہ عصبہ مع غیرہ میں تقسیم ہوگا۔

(2) **عصبہ سببی**: مرحوم غلام کو جس نے آزاد کیا ہو۔ اسی کو مولیٰ عتاقہ بھی کہتے ہیں فی زمانہ اس کا وجود نہیں۔

(سراجی وغیرہ)

نوٹ: مزید آسان معلومات کیلئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان کے رسالہ علم المیراث کا مطالعہ کریں

چوتھی فصل :

وراثت کے متفرق مسائل

اولاد کو عاق کرنا

سوال: کیا اولاد میں سے کسی کو نافرمانی کی وجہ سے میراث سے عاق کیا جا سکتا ہے؟

جواب: میراث حکمِ شریعت ہے لہٰذا مورث وارث سے وراثت کو باطل نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ وارث بھی اپنی حق وراثت سے دستبردار نہیں ہو سکتا، لہٰذا ماں باپ نافرمانی کی وجہ سے اولاد کو وراثت سے محروم نہیں کر سکتے، ان یہ کہنا کہ میں اپنی اولاد کو وراثت سے محروم کیا فضول ہے۔ وراثت تمام ورثا میں جاری ہوگی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''رہا باپ کا اسے اپنی میراث سے محروم کرنا وہ اگر یوں ہو کر زبان سے لاکھ بار کہے کہ میں نے اسے محروم الارث کیا یا میرے مال میں اس کا کچھ حق نہیں یا میرے ترکہ سے حصہ نہ دیا جائے یا خیال جہال کا وہ لفظ بے اصل کہ میں نے اسے عاق کیا یا انہیں مضامین کی لاکھ تحریریں لکھے رجسٹریاں کرائے یا اپنا کل مال اپنے فلاں وارث یا کسی غیر کو ملنے کی وصیت کر جائے ایسی ہزار تدبیریں ہوں کچھ کارگر نہیں نہ ہرگز وہ ان وجوہ سے محجوب الارث، ہو سکے کہ

میراث حق مقرر فرمودہ رب العزۃ جل و علا ہے جو خود لینے والے کے اسقاط سے ساقط نہیں ہوسکتا بلکہ جبراً دلایا جائے گا اگر چہ وہ لاکھ کہتا رہے مجھے اپنے منظور نہیں میں حصہ کا مالک نہیں بنتا کمیں نے اپنا حق ساقط کیا پھر دوسرا کیونکر ساقط کرسکتا ہے،

قال اللّٰہ تعالٰی یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی تمہیں اولاد کے متعلق وصیت فرماتا ہے بیٹے کو دو بیٹیوں کا حصہ ہے۔

اشباہ میں ہے: لو قال الوارث ترکت حقی لم یبطل حقه۔

اگر وارث کہے میں نے اپنا حصہ چھوڑا تو اس سے اس کا حق باطل نہ ہوگا۔

غرض بالمقصد محروم کرنے کی کوئی سبیل نہیں، ہاں اگر حالت صحت میں اپنا مال اپنی ملک سے زائل کردے تو وارث کچھ نہ پائے گا کہ جب ترکہ ہی نہیں تو میراث کاہے میں جاری ہو مگر اس قصد ناپاک سے جو فعل کریگا عنداللہ گنہگار و ماخوذ رہے گا۔ حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فر من میراث وارثه قطع اللّٰہ میراثه من الجنة یوم القیٰمة۔رواہ ابن ماجة عن انس بن مالك رضی اللّٰہ تعالٰی عنه۔

جو اپنے وارث کو اپنا ترکہ پہنچنے سے بھاگے اللہ تعالٰی روز قیامت اس کی میراث جنت سے قطع فرمادے۔(اسے ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب القضاء، ج:18، ص:168، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

لڑکیوں کو میراث میں سے حصہ نہ دینا

سوال: لڑکیوں کو میراث میں سے حصہ نہ دینا کیسا؟

جواب: لڑکیوں کو ان کا حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرام قطعی ہے اور قرآن مجید کی صریح مخالفت ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ یوصیکم اللّٰہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔

ابن ماجہ وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من فرمن میراثہ وارثہ قطع اللّٰہ میراثہ من الجنۃ۔

جو اپنے وارث کو میراث پہنچنے سے بھاگے گا اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث قطع فرمادے گا۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الفرائض، ج: 26، ص:312، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

''اناث کو محروم کرنا حرام قطعی ہے ہنود کا اتباع اور شریعت مطہرہ سے منہ پھیرنا ہے جبکہ اس میں نابالغوں کا حق مخلوط ہے اور معلوم ہے کہ یہ خالص اپنے حصے سے نہیں کرتے بلکہ کل کو اپنا ہی حصہ جانتے ہیں تو اس میں سے نہ کھانا جائز نہ کچھ لینا۔

قال اللہ تعالٰی انّ الذین یاکلون اموال الیتٰمٰی ظلما انما یاکلون فی بطونھم ناراً و سیصلون سعیرا۔

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں نہیں بھرتے مگر آگ اور عنقریب بھڑکتی آگ میں جائیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الفرائض، ج:26، ص:366، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بیٹا باپ کی کمائی میں شریک رہا

سوال: اگر بیٹا باپ کے کاروباری میں شامل رہا ہر طرح سے باپ کی معاونت کرتا رہا۔ ایسی صورت میں کاروبار سے جو نفع ہوا اس پر کس کا حق ہے اور کس کی ملک ہے اور باپ کی وفات کے بعد بیٹا اس میں سے کچھ منہا کر سکتا یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ میں تمام نفع و کمائی پر باپ کا حق ہے اور باپ ہی کی ملکیت ہے بیٹے کو اس پر کوئی حق ملک حاصل نہیں، اور باپ کی وفات کے بعد کل مال باپ کا ترکہ کہلائے گا بیٹا اپنے حصہ زائد نہیں لے سکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"تجارت و زارت وغیرہ جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملک پدر ہے یعنی جب تک اس کا خورد و نوش ملک پدر تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال جداگانہ نہ رکھتا تھا بلکہ اسے حرفت و کسب پدری میں جس طرح سعید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی

تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس طرح ایک معین مددگار تھا تو جو کچھ ایسی وجہ و حالت میں کمایا سب باپ کا ہے جسمیں بیٹے کے لئے کوئی حق مالک باقی نہیں فتاوٰی خیریہ پھر عقود الدریہ میں ہے۔

حیث کا من جملة عیاله و لمعینین له فی فهی اموره و احواله فجمیع ماحصلة بکده و تعبه فهو ملك خاص لابیه لا شیء له فیه حیث لم یکن له مال ولو اجتمع له بالکسب جملة اموال لانه فی ذالك لابیه معین حتٰی لو غرس شجرة فی هذه الحالة فهی لابیه نص علیه علمائو نارحمهم الله تعالیٰ۔

یعنی جب وہ والد کی عیال میں ہے اور والد کے معاونین میں سے ہے تو ایسی صورت میں والد کے امور اور جو بھی اس کی محنت و کاوش سے حاصل ہوگا وہ خاص والد کی ملکیت ہوگا اس میں اس کے بیٹے کا مال نہ ہونے کی صورت میں کوئی ملکیت نہ ہوگی اگر چہ اس بیٹے کی محنت سے بہت سے اموال جمع ہوئے ہوں کیونکہ وہ اس میں والد کا معاون ہے حتٰی کہ اگر وہ کوئی پودا لگائے تو اس حالت میں پودا والد کا ہوگا اس پر ہمارے علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے۔

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب القضاء، ج:18، ص:166، رضا فانڈیشن لاھور)

بڑے بیٹے نے ترکہ سے کاروبار کیا

سوال: باپ کے ترکہ سے بڑے بیٹے نے کاروبار کیا تو نفع کی تقسیم کیسے ہوگی؟

جواب: یہاں دو صورتیں ہیں اگر بڑے لڑکے کے علاوہ دوسرے بہن بھائی بھی کاروبار میں شرکت کرتے تھے اگر چہ بڑا لڑکا زیادہ کام کرتا تھا اور زیادہ سمجھدار اور

امور تجارت میں ماہر تھا، اگرچہ یہ شرکت مفاوضہ نہیں قرار پائے گی مگر یہ سب نفع میں برابر کے شریک ہیں۔

ردالمحتار میں ہے۔

یقع كثيرا في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع وشراء واستدانة ونحو ذلك، وتارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهماتهم ويعملون عنده بأمره وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض، لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون التركة أغلبها أو كلها عروض لا تصح فيها شركة العقد، ولا شك أن هذه ليست شركة مفاوضة، خلافا لما أفتى به في زماننا من لا خبرة له بل هي شركة ملك كما حررته في تنقيح الحامدية

فإذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصله كل واحد منهم بعمله يكون ما جمعوه مشتركا بينهم بالسوية وإن اختلفوا في العمل والرأي كثرة وصوابا كما أفتى به في الخيرية

یعنی کسانوں میں اکثر ہوتا ہے کہ کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے تو بلا تقسیم اولاد ترکہ پر قائم رہتی ہے، اور کھیتی باڑی، خرید و فروخت، اور قرض وغیرہ کا سلسلہ رہتا ہے۔ ان میں بڑا ان کے اہم امور کی سربراہی کرتا ہے اور بقیہ اس کے حکم سے کام کرتے ہیں۔ یہ تمام امور مطلق اور سپردگی سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن لفظ مفاوضہ کی کوئی تصریح نہیں ہوتی اور نہ ہی مفاوضہ کے تمام

متقاضی کا بیان کیا جاتا ہے ساتھ اس کے کہ اس ترکہ کا اکثر یا کل حصے ہوتے ہیں ،اس صورت میں شرکتِ عقد صحیح نہیں ،اور بلاشک یہ شرکت مفاوضہ بھی نہیں ،خلاف ان کے جو ہمارے زمانے میں فتویٰ دیا جنہیں اس کی خبر نہیں بلکہ یہ شرکت الملک ہے جیسا کہ میں نے حامدیہ کی تنقیح میں تحریر کیا

جب ان کا کام ایک ہے اور ان میں سے ہر ایک عمل سے جو حاصل ہو اس کی کوئی تمیز نہیں ۔تو ہوگا انہوں نے جو جمع کیا مشترکا ان کے مابین برابر ،اگرچہ عمل اور رائے میں باعتبارِ کثرت اور حصولِ مقصد فرق ہو جیسا کہ فتویٰ دیا خیریہ میں۔

(ردالمحتار،کتاب الشرکت،مطلب فیما یقع کثیرا فی الفلاحین)

اور اگر چھوٹے بہن بھائیوں نے بالکل کام نہیں کیا ہے خرید و فروخت بڑا بھائی کرتا تھا مگر روپیہ سب کا تھا تو چھوٹے اس سے نفع کے مالک نہیں ۔لیکن بڑے کے لئے ان کے حصے کے نفع کی مِلک خبیث ہے،اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ ان کے حصے کے نفع کو اپنے استعمال میں لائے ،اس پر واجب ہے کہ وہ یا تو وہ نفع فقراءِ مسلمین میں صدقہ کر دے،یا چھوٹے بہن بھائیوں جن کے حصے کا نفع تھا ان کو دے دے اور یہ زیادہ بہتر و افضل ہے کہ چھوٹوں کیلئے حلال اور طیب ہے کہ انہی کے حصے کا نفع ہے جبکہ بڑے لڑکا جس نے کاروبار کیا تھا اس کیلئے ان کے حصے سے حاصل ہونے والے نفع کو اپنے استعمال میں لانا شرعاً حرام ہے۔تو پھر بہتر یہی ہے کہ جن کے حصے کا نفع ہے ان کو دے دیا جائے ان کی دلجوئی بھی ہوگی ،صلہ رحمی بھی ہوگی اور صاحب حق کی ملک کا نفع اسی کو پہنچے گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''جبکہ نہ ان لڑکیوں نے اپنا حصہ مانگا نہ لڑکوں نے دیا اور بطور خود اس میں تجارت کرتے رہے تو وہ چاروں لڑکیاں اصل متروکہ میں اپنا حصہ طلب کرسکتی ہیں تجارت سے جو نفع ہوا وہ لڑکیاں اس کی مالک نہیں، ہاں ان کے حصہ پر جو نفع ہوا لڑکوں کے لئے ملک خبیث ہے لڑکوں کو جائز نہیں کہ اسے اپنے تصرف میں لائیں، ان پر واجب ہے کہ یا تو وہ نفع فقراءِ مسلمین پر تصدق کریں یا چاروں لڑکیوں کو دے دیں اور یہی بوجوہ افضل واولیٰ ہے اور ان لڑکیوں کے لئے حلال طیب ہے کہ انہیں کی ملک کا نفع ہے جبکہ لڑکوں پر شرعاً حرام ہے کہ ان لڑکیوں کے حصہ کا نفع اپنے صرف میں لائیں تو لڑکیوں ہی کو کیوں نہ دیں کہ ان کی دلجوئی ہو، صلہ رحم ہو، صاحب حق کی ملک کا نفع اسی کو پہنچے، واللہ تعالی اعلم''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الفرائض، ج:26، ص:373، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

زندگی میں میراث کی تقسیم

سوال: اگر کسی نے اپنی زندگی میں ہی اپنی اولاد میں میراث تقسیم کرنی ہو تو اس کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: زندگی میں جائیداد کی تقسیم بطور میراث نہیں ہوتی، بلکہ جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ہبہ کہلاتا ہے، اور اگر زندگی میں اپنی اولاد میں جائیداد تقسیم کریں تو سب میں مساوی کریں گے یعنی بیٹے، بیٹیوں کو برابر کا حصہ ملے گا ہاں اگر کوئی دینداری میں زیادہ ہے

تو اس کو زیادہ دینے میں حرج نہیں۔ یہ بھی صرف زندگی میں جائیداد کی تقسیم میں ہے ورنہ مرحوم کی تقسیم میراث میں شریعت کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق ہی ملے گا، کوئی کمی پیشی کی گنجائش نہیں۔

حضرت سیدنا نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ

أَنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْ أَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا فَالْتَوَى بِهَا سَنَةً ثُمَّ بَدَا لَهُ فَقَالَتْ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا وَهَبْتَ لِابْنِي فَأَخَذَ أَبِي بِيَدِي وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمَّ هَذَا بِنْتَ رَوَاحَةَ أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَشِيرُ أَلَكَ وَلَدٌ سِوَى هَذَا قَالَ نَعَمْ فَقَالَ أَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هَذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِي إِذًا فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ

یعنی ان (سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ) کی ماں بنت رواحہ نے ان کے والد سے درخواست کی، کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ ان کے بیٹے (حضرت نعمان رضی اللہ عنہ) کو ہبہ کر دیں میرے والد نے ایک سال تک معاملہ ملتوی رکھا پھر انہیں اس کا خیال آیا میری والدہ نے کہا میں اس وقت راضی نہیں ہوں گی جب تک میرے بیٹے کے ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ کر لو۔ میرے والد صاحب میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اس وقت میں نوعمر لڑکا تھا۔ میرے والد نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ماں بنت رواحہ یہ چاہتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز میں گواہ کر لوں جو میں اپنے اس بیٹے کو

ہبہ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا سب کو اتنا مال ہبہ کیا ہے؟ عرض کی: نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

(الصحیح المسلم، کتاب الهبات، باب کراهة تفضیل بعض الأولاد فی الهبة، ص:758، الرقم الحدیث:4158، دار المعرفة بیروت)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

"وروی عن أبی حنیفة رحمه الله تعالی أنه لا بأس به إذا کان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین وإن کانا سواء یکره

یعنی امام اعظم رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ اس میں (زندگی میں بعض کو بعض پر ترجیح دینے میں) کوئی حرج نہیں جبکہ زیادہ مال دینے کی وجہ دینی فضیلت ہو اگر دونوں برابر ہوں تو مکروہ ہے"

ماہانہ پنشن ترکہ میں شامل نہیں

سوال: مرحوم کے مرنے کے بعد حکومت یا کسی کمپنی کی طرف سے جو ماہانہ پنشن ملتی وہ بھی ترکہ میں تقسیم ہوگی یا نہیں؟

جواب: نہیں! وہ حکومت یا کمپنی کی طرف سے تبرع ہے میت کا ترکہ نہیں، لہذا حکومت یا کمپنی اپنے قواعد وضوابط کے مطابق ورثاء میں سے جسے چاہے دے، اسی کا ہے، کوئی دوسرا اس میں سے تقاضا نہیں کرسکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''بتصریح علماء منصب وپنشن بھی موروث نہیں بعد فوت منصبدار، رئیس جس کا نام مقرر کردے وہی مستحق ہے باقی ورثہ کا کچھ حق نہیں۔ فتح القدیر وردالمحتار میں ہے:

العطاء صلة فلا یورث و یسقط بالموت۔

عطیہ ایک صلہ ہے وراثت نہیں ہے اور موت سے پہلے یہ صلہ ختم ہوجاتا ہے''

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الوصایا، ج:25، ص:393، رضا فاؤنڈیشن لاهور)

فاتحہ کا خرچہ

سوال: کیا تیجہ، ساتویں وغیرہ کی فاتحہ کا خرچ ترکہ سے لے سکتے ہیں؟

جواب: نہیں! فاتحہ کے اخراجات ترکہ سے ہو یا جدا مال سے جس نے کئے اور جس نے اجازت دی اس کے ذمے ہوں اگر وہ وارث ہے تو اسے کے حصے سے منہا ہوں گے۔ اور اگر سب ورثاء کی اجازت سے ہوئے تو اگر سب بالغ ہیں تو سب میں تقسیم ہوں گے اور اگر کوئی نابالغ بھی تھا تو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں لہٰذا اس کے حصے سے منہا نہیں ہوں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''فی الطحطاوی التجهیز لایدخل فیه السبح و الصمدیة و الجمع و الموائد لان ذك لیس من الامور اللازمة فالفاعل لذلك ان کان من الوارثة یحسب علیه من نصیبه ویکون متبرعا و کذا ان کان اجنبیا ا ه۔

طحطاوی میں ہے فاتحہ ودرود، لوگوں کا اجتماع اور ان کے لئے کھانے کا اہتمام کرنا تجہیز میں داخل نہیں کیونکہ یہ چیزیں لازمی امور میں سے نہیں، یہ کام کرنے والا اگر وارثوں میں سے ہے تو اس کے حصہ میں سے بے شمار ہوگا اور وہ تبرع واحسان کرنے والا قرار پائے گا، اور یونہی اگر ایسا کرنے والا اجنبی ہوا۔"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الفرائض، ج:26، ص:125، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسری جگہ فرمایا:

" صَرفِ فاتحہ کا خواہ ترکہ میں سے ہوا ہو یا جدا مال سے جس جس نے کیا انہیں کے ذمہ پڑے گا اور جس کی اجازت نہ تھی وہ اس سے بری رہے گا والمسئلة فی الفرائض من الحاشیة الطحطاویة علی الدرالمختار (یہ مسئلہ درمختار پر حاشیہ طحطاویہ کے فرائض میں سے ہے) علی الخصوص دونوں نابالغ کہ ان کے ذمہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا اگرچہ انہوں نے اجازت بھی دے دی ہو"

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الفرائض، ج:26، ص:130، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

تجہیز وتکفین کے اخراجات

سوال: اگر کسی وارث نے تجہیز وتکفین کے اخراجات اپنے مال سے کئے اور بعد میں وہ ترکہ میں سے لینا چاہتا ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جی ہاں! اگر کفن ودفن اس نے سنت کے مطابق اپنے خاص مال سے کیا ہو تو بے شک وہ بقدرِ قیمتِ کفن ودفن ترکہ سے لے سکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"فی الخانیة من باب الوصی بعض الورثة اذا قضی دین المیت او کفن المیت من مال نفسه لایکون متطوعا و کان له الرجوع فی مال المیت و الترکة ۱ھ ملخصا۔ و اللّٰه تعالٰی اعلم۔

خانیہ کے باب الوصی میں ہے اگر کوئی وارث میت کا قرض اپنے مال سے ادا کردے یا میت کو اپنے مال سے کفن پہنا دے تو وہ اس میں تبرع واحسان کرنے والا قرار نہیں پائے گا بلکہ وہ مال میت اور ترکہ میں رجوع کرسکتا ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الفرائض، ج:26، ص:125، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عورت کی تجہیز وتکفین کے اخراجات

سوال: عورت کی تجہیز وتکفین کے اخراجات کس پر ہیں؟

جواب: بیوی کے کفن ودفن کے اخراجات شوہر پر واجب ہیں اگرچہ مرحومہ کا ترکہ موجود ہو۔ آج کل عموماً لڑکی کے میکے والے کرتے ہیں اور نہ کرنے پر انہیں ملامت کی جاتی ہے، یہ جہالت ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"عورت کا کفن دفن شوہر پر واجب ہے اسے عورت کے ترکہ سے نہیں کرسکتا، درمختار میں ہے:

الفتوی علی وجوب کفنها علیه و ان ترکت مالا۔ ۱ھ

فتوی اس پر ہے کہ عورت کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے اگرچہ وہ مال چھوڑ

کرفوت ہوئی ہو۔

ردالمحتار میں ہے:

الواجب علیه تکفینها و تجهیزها الشرعیان من کفن السنة او الکفایة

وحنوط و اجرة غسل وحمل و دفن الخ۔

شوہر پر بیوی کی شرعی تجہیز و تکفین واجب ہے چاہے کفن سنت ہو یا کفن کفایت۔ خوشبو، غسل کی اجرت، جنازہ اٹھانے کی اجرت اور دفن کی اجرت بھی شوہر پر واجب ہے الخ''

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الفرائض، ج:26،ص:312،رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بالغ بہن بھائیوں اور ماں کی پرورش کا خرچ

سوال: بڑے بھائی نے بالغ بہن بھائیوں کی پرورش اور ماں کی خدمت پر جو اخراجات کیے وہ ترکہ سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: نہیں! جو بالغ بہن بھائیوں کی پرورش اور شادی خرچ پر کیا وہ اسی کی طرف سے ہے جس نے خرچ کیا، ان کے حصے سے نہیں لے سکتا۔ دیگر ورثاء کے بالغ ہونے سے اس کی ولایت (سربراہی) منقطع ہوگئی اب جو اخراجات ان پر کرے ان کی اجازت سے کرے اگر وہ اجازت دیدیں تو ان کے حصہ میں شمار ہو سکتا ہے ورنہ اس کی طرف سے تبرع اور احسان ہوگا ان کے حصہ سے منہا نہیں کر سکتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

''جو کچھ اپنے ماں باپ کی خدمت میں صَرف کیا وہ کسی سے نہ پائے گا جو اپنے

بہن بھائیوں کی پرورش وشادی میں اٹھایا وہ کسی سے نہ ملے گا''

دوسری جگہ فرمایا:

''یہی حال صرف شادی کا ہے جس نے صرف کیا فقط وہی اس کا متحمل ہوگا اجازت نہ دینے والوں یا نابالغوں کو اس سے کچھ تعلق نہیں وہ اپنا حصہ متروکہ پدری سے پورا پورا پائیں گے اور صَرف شادی کا مطالبہ دختر سے نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ اس سے ٹھہرالیا ہو کہ ہم یہ سارا صَرف تیرے حساب میں مجرا لیں گے''

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الفرائض، ج:26، ص:130، رضا فانڈیشن لاہور)

بیوی کے نفقہ سے جو بچا

سوال: شوہر جو رقم بیوی کو خرچ کیلئے دیتا تھا بیوی اس میں سے بچا کر رکھ لیتی تھی وہ بچا ہوا مال کس کی ملک ہے۔ شوہر کی وفات کے بعد یہ شوہر کا ترکہ کہلائے گا یا نہیں؟

جواب: اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اگر شوہر بیوی کو گھر کے انتظامات کیلئے خرچ دیتا تھا جس میں سارے گھر کا خورد ونوش ہوتا ہے خود شوہر بھی اس میں شامل ہوتا ہے نوکروں کی تنخواہیں، بلز، بچوں کی فیس وغیرہ یعنی گھر کے انتظامات اور خورد ونوش کیلئے خرچ دیا جاتا ہے جیسا کہ عموماً ایسے ہی رواج ہے، تو سب مال شوہر ہی کی ملک ہے، اور بعد وفات شوہر کے ترکہ میں تقسیم ہوگا، عورتیں جو اس سے خفیہ بچا کر جمع کر لیتی ہیں یہ جائز نہیں۔

دوسری صورت یہ کہ شوہر نے بیوی کے نفقہ ماہانہ کوئی مقدار مثلاً 1000،500 مقرر کی تھی کہ وہ خاص عورت کو ہی دی جاتی ہے اس سے بیوی نے بچا کر جمع کیا تو وہ بیوی کی ملک ہے، شوہر کے وفات کے بعد وہ شوہر کے ترکہ میں تقسیم نہیں ہونگے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (التوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

جو مال ہندہ نے خرچ خانگی سے پس انداز کرکے جمع کیا اس کی دوصورتیں ہیں اگرشوہر انتظامات خانگی کے لئے اسے روپیہ دیتا ہے جس سے سارے گھر کا خوردونوش ہوتا ہے جس میں خودشوہر بھی داخل، اس میں نوکروں کی تنخواہیں وغیرہ بھی شامل جیسا کہ غالب رواج یہی ہے جب تو اس مال کا مالک شوہر ہے اورعورتیں جو اس میں سے خفیہ بچا کرجمع کرلیتی ہیں یہ جائزنہیں، اوراگرشوہر نے نفقہ زن میں کوئی مقدار مثلاً دس بیس یاسودوسوروپے ماہوار مقررکردی ہے کہ وہ خاص عورت کودی جاتی ہے اس میں سے عورت نے پس انداز کیا تو وہ عورت کی ملک ہے۔درمختار میں ہے:

وقالوا مابقی من النفقۃ فیقضی باخرٰی۔

یعنی مشائخ نے کہا جونفقہ سے بچ جائے وہ عورت کی ملکیت ہے اورقاضی مزید نفقہ اس کودلائے گا۔

طحاوی میں ہے:

ویتفرع علیہ مالوقررلھا کل میوم مثلا قدرامعینا من الفضۃ فامرتہ بانفاق البعض وارادت ان تمسك الباقی فمقتضی التملیك ان لہا ذلك وقدمناہ۔

یعنی اسی پرمتفرع ہے کہ اگرعورت کے لئے یومیہ چاندی کی ایک خاص مقدار معین کی گئی عورت نے اس میں سے بعض کوخرچ کرنے کا کہا اورارادہ کیا کہ باقی کوروک رکھے تو تملیک کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایسا کرسکتی ہے اورہم اس کو

پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

(العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ المخرجۃ، کتاب الفرائض، ج:26، ص:340، رضا فاؤنڈیشن لاھور)

جس کا کوئی وارث نہ ہو

سوال: ایک عورت جس کا کوئی وارث نہیں، نہ ذوی الفرائض نہ عصبات، نہ ذوی الارحام غرض کہ کسی قسم کا کوئی رشتہ دار نہیں، اس کے ترکہ کا کیا مصرف ہوگا، اس کے شوہر کا دوسری بیوی سے ایک بیٹا ہے کیا وہ باقی ماندہ مال لے سکتا ہے؟

جواب: جس کا کوئی وارث نہیں اس کے متروکہ سے تجہیز و تکفین، قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد فقراء عاجزین کو تصدق کر دیا جائے گا۔ باقی رہا شوہر کا بیٹا اگر اس کے بارے میں وصیت کی تھی تو وصیت کا نفاذ ہوگا اور اگر وصیت نہ کی تھی اس کا کوئی استحقاق نہیں۔ ہاں اگر وہ فقیر عاجز ہے تو فقراء عاجزین کی مثل مستحق ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان (المتوفی:1340ھ) فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

صورت مستفسرہ میں متوفیہ کا کل متروکہ خواہ اس کا ذاتی مال ہو خواہ شوہر کا دیا ہوا بعد ادائے دیون وانفاذ وصایا تمام وکمال فقرائے مسلمین کا حق ہے جو کسب سے عاجز ہوں اور ان کا کوئی کفالت کرنے والا نہ ہو۔

فی ردالمحتار ترکۃ لاوارث لھا مصرفہ اللقیط الفقیر و الفقراء الذین لااولیاء لھم فیعطی منہ نفقتھم و ادویتھم و کفنھم وعقل جنایتھم کما فی الزیلعی وغیرہ وحاصلہ ان مصرفہ العاجزون القراء ۱ھ ملتقطا۔

ردالمحتار میں ہے کہ ایسا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہو اس کا مصرف وہ لقیط ہے جو محتاج ہو اور وہ فقراء ہیں جن کے لئے کوئی ولی نہ ہوں۔ اس میں سے ان کو خرچہ، دوائیں، کفن کے اخراجات اور جنایات کی دِیتیں دی جائیں گی جیسا کہ زیلعی وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کا مصرف عاجز فقراء ہیں اھ التقاط۔

شوہر کا بیٹا اگر فقیر عاجز ہے تو وہ بھی اور فقرائے عاجزین کے مثل مستحق ہے ورنہ اس کا اصلاً استحقاق نہیں، نہ متوفیہ کے ذاتی مال میں نہ شوہر کے دیئے ہوئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة المخرجة، کتاب الفرائض، ج:26، ص:209، رضا فاؤنڈیشن لاهور)

تمت

اللہ عزوجل اس کتاب میرے، میرے والدین، اساتذہ کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)